دیوانِ حسن سجزی دہلوی

پیدائش سنہ ۶۵۳ ہجری　　وفات سنہ ۷۳۸ ہجری

(بسرپرستی)

عالیجناب راجہ راجایان راجہ سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ
کے۔سی۔آئی۔ای؛ جی۔سی۔آئی۔ای صدر اعظم باب حکومت
سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن

(باہتمام)

اقل العباد مسعود علی محوی بی اے (علیگ) سابق سشن جج سرکار آصفیہ

بمکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس حیدرآباد دکن

طبع سنہ ۱۳۵۲ھ شد

فہرست مضامین

کلیات حضرت امیر حسن سجزی دہلوی

ی مسعود بی۔ اے

کتاب تیموری

ضمیمہ دیباچہ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹



راجہ راجایان سر مہاراجہ بہادر کشن پرشاد یمین السلطنت

سید یعقوب بزمی بی۔اے مسعود علی محوی بی۔اے

مرزا نظام شاہ لبیب تیموری

ملاحظہ ہو ضمیمۂ دیباچہ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹

امیر حسن

اور

اُن کا زمانہ

امیر حسن علا سجزی کے حالاتِ زندگی پر ہمارے دوسرے مشاہیر شعرا کی طرح ایک حد تک گہرا پردہ پڑا ہوا ہے۔ تھوڑے بہت جو کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں اُس کی وجہ بھی یہ ہے کہ وہ شعرائے عظام اور صوفیہ کرام کے طبقہ میں داخل ہیں، اور اس لیے شعرا کے تذکرہ نویسوں اور سیر الاولیا کے مؤلفوں کو ان کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے، اور بدقسمتی سے یہ دونوں گروہ اپنی اجمال نویسی میں مشہور اور معروف ہیں۔ امیر موصوف کی زندگی کا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرنے کے لیے ہمیں اس سے بہتر کوئی اور تجویز نہیں معلوم ہوتی کہ پہلے اُن معتبر مؤلفین کے اقتباسات جنھوں نے اِس معاملہ میں قلم اٹھایا ہے خود اُن کے الفاظ میں پیش کر دیں اور بعدہ جو کچھ ہمیں امیر حسن اور اُن کے عہد اور معاصر بادشاہوں کے متعلق عرض کرنا ہے وہ عرض کریں۔

مولانا ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی (جو ۷۵۸ ہجری میں ختم ہوئی) [illegible] ہیں

نہ صرف امیر حسن کے معاصر بلکہ اُن کے ہم صحبت اور دلی دوست ہیں اس لئے ہم انھیں کی تاریخ سے ابتداء کرتے ہیں، مولانا موصوف سلطان علاء الدین خلجی کے عہد کے شعراء کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

اقتباس (۱) "در عصر علائی شعرائے بودند کہ بعد از ایشاں بلکہ پیش از "
" ایشاں چشم روزگار مثل ایشاں ندیدہ است لاسیما۔ امیر خسرو......... "
" دوم شاعرے از شعرائے یگانہ درعصر علائی امیر حسن سنجری بودہ است "
" و او را تالیفات نظم و نثر بسیار است و بسلامتی ترکیب و روانی سخن "
" آیت بودہ است۔ و از بسکہ غزلہائے وجدانی در غایت روانی بیا "
" گفتہ است او را سعدی ہندوستان خطاب شدہ بود۔ امیر حسن مذکور "
" باوصاف و اخلاق مرضیہ متصف بودہ است ۔ و بعزت خداونداں "
" مکارم اخلاق کہ در لطائف و ظرائف و مجلسہا و استحضار اخبار "
" سلاطین و اکابر و علمائے بزرگ دہلی و استقامت عقل وزی وزیست "
" صوفیہ و لزوم قناعت و اعتقاد پاکیزہ و خوش بودن و خوش گزرانیدن "
" بے اسباب دنیا و تجرد و تفرد از علایق دنیا ہیچوں او کسی را کمتر دیدہ ام "
" و سالہا مرا با امیر خسرو و امیر حسن مذکور تردد و یگانگی بودہ است۔ "
" و نہ ایشاں بے صحبت من توانستندے بود نہ من توانستمے کہ مجالست "
" ایشاں را گزرانم۔ و از محبت من میان ایشاں ہر دو اتحاد قرابتے شد "
" و در خانہائے یکدیگر آمد و شد کردن گرفتند۔ ... "
" امیر حسن بخدمت شیخ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین علیہ الرحمۃ ارادت داشت "

"انچہ در مدت ارادت خود در مجالس شیخ شنیدہ است عین ملفوظ شیخ در چند"
"جلد جمع کردہ است و آنرا "فوائد الفواد" نام نہادہ۔ و ایں فوائد الفواد"
"دستور صادقان ارادت شدہ است و امیر حسن را نیز چند دیوان است"
"و صحایف بہ نثر و مثنویات بسیار است و چناں شیریں مجلس و ظریف"
"خوشباش و مزاجدان و مؤدب و مہذب بود کہ مارا راحتے و انسے کہ"
"بمجالست او می شد از مجالست غیر او نیافتیم"۔

دوسرا اقتباس محمد مبارک العلوی الکرمانی المدعو بامیر خورد کی کتاب "سیر الاولیا" سے دیا جاتا ہے۔ امیر خورد اور ان کے والد اور نانا بھی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے معاصر اور مرید ہیں اور اس لحاظ سے مولانا ضیاء الدین برنی کی طرح انہیں بھی امیر حسن سے ذاتی واقفیت کا موقع حاصل تھا۔ انھوں نے امیر موصوف کا ذکر اپنی لاجواب کتاب میں جابجا کیا ہے۔ ایک جگہ تو مولانا ضیاء الدین برنی کی وہ عبارت جسے ہم اوپر درج کر چکے ہیں بجنسہٖ نقل کر دی ہے۔ دوسری جگہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

اقتباس (۲) "منہم۔ آں ملک الملوک فضلا۔ آں [illegible]"
"دلربا۔ یعنی امیر حسن علاء سجزی کہ غزلیات جگر سوز او از سینہ ہائے عاشقاں"
"آتش محبت بیروں می آرد، و اشعار دل پذیر او راحتے بہ دلہائے سخنوراں"
"میرساند، و لطائف روح افزائے او مایہ اہل ذوق است، و سخن ایں بزرگ"
"چاشنی شیخ سعدی دارد، و بیتے دریں گفتہ است۔
حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است، کہ اہل معنی گلچین آں گلستان است"

"واین بزرگ پیوستہ میان شعرا متمکن و متجمل بود - و ہیچ کس لطیفہ و نظمے"
"بہ بدیہہ بہتر از او نگفت - و بادشاہان و بادشاہ زادگان گوش بر سر لطف"
"او می داشتند - و سر ہمہ سعادتہا آں بود کہ در سلک بندگان حضرت"
"سلطان المشائخ منسلک شد - و بنظر خاص سلطان المشائخ مخصوص"
"گشت - وقتے ایں بزرگ بخدمت سلطان المشائخ آمدہ چند عزیزے"
"حاضر بودند - سلطان المشائخ روئے بسوئے ایں بزرگ کرد و فرمود"
"کہ ایں ساعت ذکر فضلا داشتیم کہ تو در آمدی - و از ملفوظات روح افزائے"
"سلطان المشائخ فوایدے بنوشت و عین تقریر سلطان المشائخ بقدر"
"امکان رعایت کرد کہ امروز آں فوائد الفواد مقبول اہل دلان عالم"
"شدہ است و دستور عاشقاں گشتہ، و شرق و غرب عالم گرفتہ، سلطان الشعراء"
"امیر خسرو علیہ الرحمہ کرات گفتے کاشکے تمامی کتب کہ عمر دراں صرف کردہ ام"
"برادر امیر حسن را بودے و ملفوظات سلطان المشائخ کہ جمع کردہ اوست"
"مرا بودے تا من بداں در دنیا و آخرت فخر و مباہات کردے - وایں بزرگ"
"دریں عالم مجرد زیست - در آخر عمر در دیوگیر رفت و ہمانجا مدفن یافت رحمۃ اللہ علیہ"

ہندوستان غلاموں، خلجیوں اور تغلقوں کے ابتدائی دورِ حکومت تک علمی اور ادبی لحاظ سے ممتاز نظر آتا ہے - علماء، فضلاء، شعراء، اور متصوفین کے طبقہ اور زمرہ میں سربرآوردہ ہستیاں موجود ہیں، مگر فیروز شاہ تغلق کے انتقال (سنہ ۷۹۰ ہجری) کے بعد سے تغلقوں کی سلطنت میں ضعف آنا شروع ہو گیا اور اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد تیموری طوفان نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام

اسلامی دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ اِس پر آشوب زمانہ میں جبکہ ہر شخص بجائے خود لرزاں اور ترساں تھا علم و فن کی خدمت کرنے والا کون تھا۔ اور یہ درخت جو امن و اطمینان کی سرزمین اور قدردان بادشاہوں اور امیروں کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتا ہے کس طرح سرسبز اور بار آور ہو سکتا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ اس زمانہ کے بعد سے سلطنت تیموریہ کے قیام (سنہ ۹۳۲ ہجری) تک ہندوستان اور خصوصاً شمالی ہندوستان کا علمی اور ادبی چمنستان ویران اور سنسان نظر آتا ہے۔ نہ علمائے عظام کے حلقے ہیں اور نہ صوفیائے کرام کے جلسے۔ اگر کچھ لوگ کہیں ہیں بھی تو وہ قعر گمنامی میں پڑے ہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو انہیں اس قعر سے نکال کر روشناس عالم کرے۔ ایسے کس مپرسی کے زمانہ میں بیچارے حسن کے حسن صورت اور سیرت کی داستان سنانے والا کہاں سے آئے۔ سلطنت مغلیہ کے قدم آتے ہی ہندوستان نے پھر ایک گونہ امن و امان کی صورت دیکھی اور اس کے علمی اور ادبی چمن میں جو اس وقت تک خشک پڑا تھا پھر بہار کے آثار نظر آنے لگے۔ اور ان خوش نوا بلبلوں نے جو اس وقت تک دم بخود تھیں پھر چہچہانا شروع کیا۔ ہمایوں کے عہد میں حامد بن فضل اللہ المخاطب بہ جلال خاں و المعروف بہ شیخ جمالی نے جو بادشاہ کے ندما میں داخل اور مشہور شاعر صوفی اور بڑے سیاح تھے اور اثنائے سیاحت میں مولانا عبدالرحمن جامی اور مولانا جلال الدین محمد دوانی کے ہم صحبت رہ چکے تھے "سیر العارفین" لکھ کر اہل دل کی بھولی ہوئی داستان از سرِ نو یاد دلائی۔ چونکہ حسن اس ممتاز طبقہ کے ایک رکن تھے اس لیے ان کا ذکر اگر مستقل عنوان سے نہیں تو ضمنی طور سے بغیر آئے نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ

کے حالات کے ضمن میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اقتباس (۳)۔ "نقل است از مولانا شہاب الدین امام کہ روزے"
"حضرت ایشاں (حضرت سلطان المشائخ نظام الدین علیہ الرحمہ)"
"بزیارت مزار متبرکہ حضرت سلطان المشائخ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ"
"رفتہ بودند من و خدمت مولانا برہان الدین برکاب ایشاں بودیم۔ بعد از"
"زیارت حضرت شیخ را برحوض شمسی گزر افتاد تا بر سرِ مزار بعضے بندگان"
"کہ بالائے آں حوض آسودہ اند فاتحہ بخواند ناگاہ خواجہ علا حسن سجزی با جمع"
"یارانِ خود در کنارۂ حوض شراب میخورد۔ و اورا با حضرت شیخ در مبدا رحال"
"در بدایون اشنائی و صحبت بودہ است پیدا گشت و ایں دو بیت بر زبان"
"راند۔"

" سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم — گر ز صحبتہا اثر بودے کجاست
" زہد تاں فسق از دل ما کم نکرد — فسق ما یاں بہتر از زہد شماست
" چوں حضرت شیخ ایں ابیات از او شنید بفور فرمود "در صحبت اثر ہاست"
" ایں سخن در دل او چناں اثر کرد کہ فی الحال سر برہنہ ناخت و خود را
" بپائے حضرت شیخ انداخت و تائب شد و بشرف ارادت مشرف
" گشت۔ و ایں خواجہ حسن دراں وقت کہ توبہ کرد ہفتاد و سہ سالہ عمر
" داشت و یکے از مقبولان و محبوبان حضرت شیخ شد...... و ایں غزل
" بعد از توبہ در قلم آوردہ است کہ مقطع آں اینست۔

" اے حسن توبہ آنگہے کردی — کہ ترا قوتِ گناہ نماند"

اس کے بعد کا زمانہ ہندوستان کے علمی اور ادبی عروج کا زمانہ ہے جس میں بیشمار تذکرے اور تاریخیں لکھی گئیں۔ اِن میں سے بعض کا انتخاب ہم اور دینا چاہتے ہیں۔ اکبر کے معاصر مورخین میں سے محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ ہند کے اخیر میں بعض صوفیہ کرام کا ذکر کیا ہے۔ سلطان المشایخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ اور حضرت امیر خسرو کے حالات کے ضمن میں کئی جگہ امیر حسن کا بھی ذکر آگیا ہے۔ ایک جگہ تو تقریباً وہی عبارت نقل کردی ہے جو شیخ جمالی نے سیر العارفین میں لکھی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ توبہ کے وقت خواجہ امیر حسن کی عمر بجائے بہتر سال کے پچاس سال سے زائد بتائی ہے۔ دوسری جگہ جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

اقتباس (۴)۔ "روزے شیخ نظام الدین اولیا با اصحاب خود از بازار میگزشت "وامیر خسرو کہ در عنفوان جوانی بود نیز ہمراہ بود۔ خواجہ حسن شاعر کہ "حسنِ جمال وافر و فضل و دانش کامل داشت در دکان خبازے "نشستہ بود۔ چوں چشم امیر خسرو بروے افتاد منظرے دید زیبا "وحرکات موزوں و دلربا، مرغ دلش گرفتار گشتہ نزدیک دکان "رفتہ پرسید نان چگونہ میفروشی۔ حسن گفت نان در پلہ ترازو می نہم "وخریدار را میفرمایم کہ زر در پلہ دیگر گزارد۔ ہر گاہ زر گراں ترآید "مشتری را راہی می نمایم۔ امیر خسرو گفت اگر مشتری مفلس باشد "مصلحت چیست گفت درد و نیاز ہم عوض زر می ستانم۔ امیر خسرو "از حسن کلام خواجہ حسن حیران ماندہ کیفیت حال بہ شیخ (حضرت "نظام الدین اولیا) عرض کرد۔ و خواجہ حسن را نیز در طلب دامنگیر شدہ"

"ودراں زودی ترک دکان کردہ۔ اگرچہ آں وقت مرید شیخ نشد اما بیشتر"
"از اول بکسب علوم وکمالات ظاہری مشغول گشتہ بخانقاہ شیخ متردد"
"گردید ومیان او وامیر خسرو الفت تمام بہم رسید۔ ہردو نوکری شاہزادہ"
"محمد سلطان خاں شہید بن بادشاہ غیاث الدین بلبن وقت حکومت"
"ملتان اختیار نمودند امیر خسرو مصحف دار شدہ وخواجہ حسن"
"دوات دار گردید۔ و چوں محمد سلطان خاں شہید بدہلی می آمد"
"ہردو عزیز از خدمت شہزادہ فراغ می یافتند اکثر اوقات در ملازمت شیخ"
"بسر می بردند۔ ورفتہ رفتہ عاشقی ومعشوقی ایشاں شہرت یافتہ بجائے"
"رسید کہ صاحب غرضاں بعرض شہزادہ رسانیدند کہ ہمہ خلق ایشاں را"
"بزبان گرفتہ از اہل ملامت میدانند قابلِ خدمت نزدیک نیند۔"
"امیر خسرو دراں وقت غزلے کہ مطلعش ایں است گفت"
"زیں دل خود کام کار من برسوائی کشید — خسروا فرمان دل بردن ہمیں بار آورد"
"بعدہٗ محمد سلطان خاں شہید از روئے مصلحت خواجہ حسن را از"
"مصاحبت واختلاط امیر خسرو منع فرمود۔ اما چوں سررشتہ محبت"
"میان ایشاں استحکام داشت براں منع سودے مترتب نشد۔"
"واہلِ غرض باز ایں معنی بمحمد سلطان خاں شہید عرض کردند۔ ودریں"
"کرت محمد سلطان اعراض شدہ تازیانہ چند برخواجہ حسن زد۔ وخواجہ حسن"
"چوں از انجا بیروں آمد راست بخانہ امیر خسرو رفت۔ وبمحمد سلطان خاں"
"شہید ہماندم ایں خبر رسید تعجب نمود ویکے از حضار مجلس کہ بر حقیقت حال"

"مطلع بود معروض داشت کہ محبت مجازی ایشاں بزیور حقیقت آراستہ شدہ است"
"وجمال حال اینہا بہ پردہ عفت وصلاح پیراستہ۔ محمد سلطان خان شہید"
"کس فرستادہ امیر خسرو را طلب نمودہ پرسید کہ محبت شما از شائبہ ہوا مبرا"
"است یا نہ۔ او جواب داد کہ دوئی از میان ما رخت بربستہ۔ محمد سلطان خان"
"شہید گواہ طلبید۔ امیر خسرو دست از آستین برآوردہ گفت۔"
"مصرع۔ گواہ عاشق صادق در آستیں باشد۔ پس محمد سلطان خان شہید"
"دید کہ اثر تازیانہ برہماں موضع کہ برخواجہ حسن رسیدہ بود بردست امیر خسرو"
"ظاہر است پس سکوت اختیار نمود۔ و امیر خسرو فی الفور ایں رباعی خواند۔"

"عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست"
"تا کرد مرا تہی و پر کرد ز دوست"
"اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت"
"نامیست مرا بر من و باقی ہمہ اوست"

عہد جہانگیری کے تصنیفات میں مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب "اخبار الاخیار" (سنہ [illegible] ہجری) مشہور و معروف ہے اور علامہ مؤلف نے ایک حد تک روایات کی تنقید فرمائی ہے جس سے اس سے قبل کی اکثر تالیفات بالکل معرا نظر آتی ہیں۔ علامہ موصوف نے امیر حسن کا ذکر ایک مستقل عنوان میں کیا ہے۔ جو کچھ وہ تحریر فرماتے ہیں وہ حسب ذیل ہے۔

اقتباس (۵)۔ "امیر حسن بن علاء سجزی دہلوی۔ او را درمیان فضلائے عصر"
"عزتے و مکانے دیگر بود و درمیان مریدان شیخ نظام الدین بقربت وعنایت"

"شیخ امتیازے داشت و در حسن معاملت و صفائے سریرت و سائر صفات"
"حمیدہ یگانۂ عصر بود، و باوصاف تصوف موصوف۔ او را بامیر خسرو"
"تقدم گونہ ہست اگرچہ ہر دو مصاحب و معاصر یکدیگر بودند، او را قصاید است"
"در مدح سلطان غیاث الدین بلبن و در کلام امیر خسرو در مدح این سلطان"
"کمتر چیزے نواں یافت۔ و اکثر اشعار امیر خسرو در زمان سلطان غیاث الدین"
"بلبن در مدح خان شہید است کہ پسر اوست و حاکم ملتان بود و امیر خسرو"
"در ملازمت او مے بود۔ و ایں خان شہید التماس قدوم شیخ مصلح الدین"
"سعدی شیرازی از شیراز نمودہ، شیخ التماس او را مبذول نداشتہ فرمود"
"پیر شدیم و میل سیر ہندوستان نماندہ۔ و آنکہ در باب ملاقات امیر خسرو"
"با شیخ سعدی سخنان گویند اصلے ندارد۔ و میر حسن را کتابے است مسمی"
"بفوائد الفواد در آنجا ملفوظات شیخ را جمع کردہ در غایت متانت الفاظ"
"و لطافت معانی، آن کتاب درمیان خلفا، و مریدان شیخ نظام الدین"
"دستورے است۔ گویند کہ امیر خسرو گفتے کاشکے تمام تصنیفات من"
"بنام میر حسن بودے و ایں کتاب از من بودے و ایں سخن ناشی از"
"غایت محبتے است کہ امیر خسرو را نسبت بہ پیر خود بود ...."
".."
"مولد و منشا امیر حسن مقام دہلی است و در مدت حیات خود مجردانہ"
"زیست و در آخر عمر در دیوگیر رفت و ہمانجا مدفن یافت روضۂ او"
"ہم در آنجاست رحمۃ اللہ علیہ وفات او در سنہ ...... است۔"

اِس کے بعد جس قدر تذکرے اولیا یا شعراء کے لکھے گیے ان میں وہی واقعات اُلٹ پلٹ کے لکھے جاتے رہے جو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اور اس لحاظ سے ناقابل توجہ ہیں۔ البتہ عبدالرزاق المخاطب بہ **شاہ نواز خاں** کا تذکرۃ الشعراء موسوم بہ "بہارستان" جس میں قابل مؤلف نے ایک حد تک تنقید اور تقریظ سے کام لیا ہے۔ اِس قابل ہے کہ اس کے اقتباس کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ جو کچھ انہوں نے تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

اقتباس (۶)۔ "خواجہ حسن دہلوی لقب وے نجم الدین بن علاء سجزی است" "مولد و منشائے او در دہلی است۔ میان فضلائے عصر عزتے و مکانے" "داشت و در مریدان شیخ (نظام الدین علیہ الرحمہ) نیز بالتفات خاص" "مخصوص بود و بحسن معاملت و صفائے سریرت و سایر صفات حسنہ" "یگانہ زمانہ بودہ۔ آنچہ گویند در ابتدائے حال خواجہ کہ حسن و جمال وافر" "و فضل و دانش کامل داشت بر دکان خبازے نشست۔ روزے" "سلطان المشایخ با صحاب خود ازاں راہ میگذشت۔ امیر خسرو کہ در عنفوان" "شباب بود چنین حسن دلربا دیدہ شیفتہ گردید و نزدیک دکان رفتہ بپرسید" "کہ نان چگونہ میفروشی۔ حسن گفت نان در پلۂ ترازو مے نہم و خریدار را" "میفرمایم کہ زر در پلہ دیگر گزارد۔ ہر گاہ زر گراں برآید مشتری را" "راہی مینمایم۔ امیر خسرو گفت اگر خریدار مفلس باشد مصلحت چیست" "گفت درد و نیاز عوض مینمایم۔ امیر خسرو از حسن کلام حسن حیراں" "ماند۔ و کیفیت حال بشیخ عرض نمود۔ بحسب اتفاق دراں زودی"

"حسن ترک دکاں کردہ بیشتر از اول بحسب کمالات صوری اشتغال نمود"
"اگرچہ دراں وقت بخدمت شیخ مرید نشد، امّا آمد و رفت میکرد۔"
"ایں حکایت از اکاذیب است ۔ شیخ (عبدالحق) در اخبار الاخیار"
"آوردہ کہ بقیاس چناں در مے آید کہ امیر حسن را نسبت با میر خسرو"
"تقدم گرنہ باشد، چہ امیر حسن را در مدح غیاث الدین بلبن قصائد غرا است"
"و از امیر خسرو در مدح سلطان موصوف کمتر چیزے تواں یافت، اگرچہ"
"ہر دو معاصر و مصاحب یکدیگر بودند۔ چوں میانہ وے و امیر خسرو"
"الفت و محبت تمام بہم رسیدہ بود ہر دو نوکری سلطان محمد بن غیاث الدین"
"اختیار نمودہ بملتان رفتند ۔ امیر خسرو بہ مصحف داری شہزادہ و خواجہ حسن"
"بدوات داری اختصاص یافتند ۔ و بعد از شہادت شاہزادہ بدہلی آمدند"
"و امیر خسرو[1] در مرثیہ او نثرے نوشتہ و بیاراں دہلی فرستادہ ۔ گویند خواجہ حسن"
"وقتیکہ شش از پنجاہ متجاوز بود بر حوض شمسی با جمعے بہ تفرج مشغول بود۔"
"ناگاہ سلطان المشائخ ازاں راہ میگذشت ۔ خواجہ ایں دو بیت خواند"

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم — گر ز صحبتہا اثر بودے کجا است
زہد تاں فسق از دل ما کم نکرد — فسق ما یاں بہتر از زہد شما است

"شیخ فرمود صحبت را اثر ہاست ۔ انشاء اللہ تعالیٰ روزی باد ۔"
"چوں وقت انتباہ رسیدہ بود فوراً بپائے شیخ افتادہ از جمیع مناہی"
"توبہ نمود و مرید گشت و غزلے در سلک نظم کشید کہ مقطع اش ایں است"
"اے حسن توبہ آنگہے کردی — کہ ترا طاقت گناہ نماند"

[1] بظاہر کتابت کی غلطی ہے یہاں بجائے خسرو کے حسن ہونا چاہیے۔

"کتاب فوائدالفواد کہ مشتمل بر احوال و اقوال شیخ است تصنیف اوست"
"در غایت متانت الفاظ و لطافت معانی - گویند امیر خسرو گفتے کاشکے"
"تمام تصانیف من بنام حسن بودے و ایں کتاب از من - و ایں سخن"
"از غایت محبتے است کہ نسبت بپیر داشت - در شعر بسیار معتقد شیخ سعدی"
"بودہ و ہمیشہ تلاش آں روش میکرد چنانکہ خود گوید

حسن گلے زگلستان سعدی آوردہ است
کہ اہل معنی گل چیں ازاں گلستانند

"لہذا او را سعدی ہندوستان می گفتہ اند و مولانا عبدالرحمٰن جامی"
"در بہارستان آوردہ کہ خواجہ حسن را در غزل طرز خاص است اکثر قافیہ ہائے"
"تنگ و ردیف ہائے غریب اختیار نمودہ لاجرم از اجتماع آنہا"
"شعر وے اگرچہ در بادی الرائے آسان می نماید اما در گفتن دشوار است بنابریں"
"اشعار وے را سہل ممتنع گفتہ اند - صاحب تاریخ فیروز شاہی آوردہ"
"کہ من کسے را در لطافت و سلامت عقل و تہذیب اخلاق مثل خواجہ حسن"
"ندیدہ ام سلاطین و اغنیا بوے توجہ خاص داشتند - در آخر عمر وقتیکہ"
"سلطان محمد تغلق شاہ دہلی را خراب نمودہ دیوگیر دکن را پائے تخت"
"خود قرار دادہ موسوم بدولت آباد ساخت وے نیز بدانجا شتافت"
"و در ہماں اوان بدار الجناں منزل گزید "مخدوم اولیا" تاریخ است -"
"در اخبار الاصفیا سال رحلت سنہ ہفتصد و سی و ہفت نوشتہ کہ"
"یک سال ازاں تاریخ کم است و در بالا گھاٹ دولت آباد کہ اکثر"

"مشائخ چشت مثل شاہ منتجب الدین معروف بہ زری زر بخش و برادرش"
"شاہ برہان الدین غریب و شیخ زین الدین قدس اللہ اسرارہم درانجا آسودہ اند"
"مدفون گردید و دراں دیار مشہور بہ حسن شیر گشتہ۔ اشعار خواجہ مشہور است"

. . . .

ان اقتباسات کے بعد ہم عنوانات مندرجۂ حاشیہ سے مختصراً بحث کرنا چاہتے ہیں۔

امیر حسن اور انکے والد کا نام | بعض موٴلفین نے حسن کا نام جلال الدین بھی لکھا ہے مگر اجماع اسی پر ہے کہ ان کا نام نجم الدین حسن تھا، اسی کا آخری جز لے کر خود انہوں نے یا ان کے اساتذہ نے ان کا تخلص قرار دیا اور وہ ان کے حسن انتخاب اور حسن نیت سے ایسا چمکا کہ صدیوں گزر جانے اور زمانے کے سیکڑوں پلٹے کھانے کے بعد بھی فارسی کی ادبی دنیا میں ابھی تک نہایت آب و تاب کے ساتھ روشن ہے۔

فوائد الفواد کے دیباچہ میں انہوں نے خود اپنے آپ کو "حسن علاء سجزی" لکھا ہے۔ یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ "علا" سے کیا مراد ہے۔ اور دوسرا لفظ "سنجری" ہے جیسا کہ عوام میں مشہور ہے یا "سجزی" ہے۔ مولانا شاہ عبد الحق صاحب اخبار الاخیار اور شاہ نواز خاں صاحب تذکرہ بہارستان نے "علا" کو ان کے والد کا نام قرار دے کر اس بحث کو مختصر کر دیا ہے، لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ لفظ علاء الدین یا کسی دوسرے لفظ کا امالہ یا اختصار ہے یا ان کا نام صرف اسی قدر تھا۔ اسپرنگر جس نے اودھ کے کتب خانۂ شاہی کی کتابوں کی فہرست نہایت محنت سے مرتب کی ہے، ان کے والد کا نام صاف طور سے

علاء الدین لکھا ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پاس اس کی کوئی سند بھی تھی یا محض "علا" کو علاء الدین کا اختصار سمجھ کر ایسا لکھ دیا ہے۔ یہ امر کہ اس سے سلطان علاء الدین خلجی سے انتساب مقصود ہے جس کے زمانہ میں انہیں ایک حد تک عروج ہوا بظاہر قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس بادشاہ کی دوسری انتسابی اشیاء کی طرح وہ بھی لفظ "علائی" سے ظاہر کیا جاتا نہ کہ محض لفظ "علا" سے۔

دولت آباد جو ممالک محروسہ سرکار آصفیہ حیدر آباد دکن کا ایک مشہور قصبہ اور امیر حسن کا مدفن ہے وہاں کے عوام الناس میں وہ "حسن شبر" کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک غزل میں وہ خود بھی فرماتے ہیں۔

شیر دل خواندن حسن را، لطف بود
نے سگِ خود خواں کہ جاہ دیگر است

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا اپنے مخصوص اور چہیتے مریدوں کو بعض اوقات بعض پیار کے ناموں سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امیر خسرو کو "ترک اللہ" فرماتے تھے۔ امیر موصوف خود ایک شعر میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

بر زبانت چوں خطاب بندہ "ترک اللہ" رفت
دست "ترک اللہ" گیر و ہم بہ الہش سپار

ممکن ہے کہ امیر حسن کو بھی سلطان المشائخ نے کسی وقت ان کے ترک و تجرد کی بنا پر "شیر دل" فرمایا ہو جیسا کہ ان کے شعر مذکورۂ بالا سے مترشح ہوتا ہے۔

اور وہ مختصر ہو کر صرف شیر رہ گیا ہو، لیکن زیادہ تر رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ عوام الناس نے لفظ "شاعر" کو بگاڑ کر "شیر" کر دیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کی صحبت میں کئی بزرگ تھے جو حسن کے نام سے موسوم تھے۔ ان میں تمیز کرنے کے لیے ہر شخص کے نام کے ساتھ اس کی صفت بڑھا دی جاتی تھی۔ مثلاً ایک حسن شاعر کہلاتے تھے دوسرے حسن قوال کے نام سے مشہور تھے۔ یہ قوال سلطان المشائخ کے پسندیدہ اور مقبول قوالوں میں تھے اور اس قافلہ میں شریک تھے جسے دہلی چھڑوا کر قسمت دولت آباد کھینچ لائی تھی۔ اور اس لیے ان امتیازی الفاظ کا قایم رکھنا اور زیادہ ضروری ہو گیا ہوگا۔

لفظ "سنجری" کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ کاتبوں کی غلطی سے اس لفظ نے یہ صورت اختیار کر لی ہے، ورنہ فی الحقیقت وہ "سجزی" ہے، جو "سگزی" کی معرب شکل ہے "فوائد الفواد" جو اسی سال قبل دہلی کے فخر المطابع میں چھپی ہے اور جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس میں صاف طور سے حسن علا سجزی لکھا ہے۔ ہندوستان کے شرفا کے خاندانوں کی تاریخوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اور بیشتر خاندان عرب سے نکل کر ایران، افغانستان اور دوسرے قرب جوار کے ممالک میں آباد ہوئے اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً ہندوستان آتے رہے ہیں۔ ایسے خاندان شاذ ہی ہونگے جو براہِ راست عرب سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئے ہوں۔ اس بنا پر قوی قیاس یہی ہے کہ حسن کا خاندان بھی عرب سے نکل کر پہلے سیستان یا سجستان میں آکر آباد ہوا اور اس کے بعد ہندوستان آیا۔ اس لحاظ سے انہیں "سنجری" نہیں بلکہ "سجزی" کہنا صحیح ہوگا۔ اس قیاس کی تائید

اس سے بھی ہوتی ہے کہ دنیائے اسلام میں کوئی شہر یا قصبہ "سنجر" کے نام سے موسوم نہیں ہے۔ سَنجار البتہ ایک شہر ہے جس کی نسبت "صاحب معجم البلدان" لکھتے ہیں کہ وہ "جزیرہ (عراق عرب) کا ایک مشہور اور آباد شہر ہے۔ موصل سے تین روز کی مسافت پر ایک بلند پہاڑ کے دامن میں واقع ہے .... یہ شہر اکثر اہلِ علم و ادب اور شعراء کا مولد اور مسکن رہا ہے۔ منجملہ ان کے ہمارے زمانہ میں اسعد ابن یحییٰ ابن موسیٰ بن منصور شاعر ہیں، جو بہائے سنجاری کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں"۔ اگر حسن کے خاندان کا تعلق اس شہر سے ہوتا تو وہ بھی وہاں کے دوسرے باشندوں کی طرح "سنجری" نہیں بلکہ "سنجاری" کہلاتے۔ "صاحب معجم البلدان" سیستان یا سجستان کے متعلق جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی سُن لیجیے :-

"سجستان یا (سیستان) اقلیم سوم میں واقع ہے۔ اس کا صدر مقام زرنج ہے جو ہرات سے جانب جنوب اسّی فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ ریگستانی حصہ ہے جس میں کھجور کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے مضبوط قوی ہیکل اور بہادر ہوتے ہیں۔ رستم وہیں کا رہنے والا تھا۔ وہاں کے اہل علم جو مشہور ہوئے ہیں مثلاً ابو احمد خلف، ابی بکر الشافعی، دعلج عبداللہ بن سلیمان وغیرہ وہ سب "سجزی" کہلاتے ہیں"۔

اب صرف ایک صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر حسن کے خاندان کا کوئی تعلق سلطان سنجر سلجوقی یا اس نام کے کسی دوسرے شخص سے ہو اور اس نسبت سے اس خاندان کے لوگ اپنے آپ کو "سنجری" لکھتے ہوں۔ لیکن اس کا پتا نہ کسی تاریخ سے چلتا ہے اور نہ کہیں انھوں نے اپنی کسی نظم یا نثر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لیے جب تک مزید انکشاف نہ ہو انھیں "سجزی" ہی کہنا مناسب ہوگا۔

امیر حسن کا مولد و منشا | تمام تذکرہ نویسوں نے ان کا مولد دہلی بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے خاقانی کے قصیدہ پر ایک قصیدہ لکھا ہے "مجرا داشتہ ویناداشتہ" جس میں اپنی نسبت فرماتے ہیں :-

پرورده فضلِ ایزدش، ارشادِ غیبی مرشدش
بوده بدآیوں مولدش، دہلی است منشا داشتہ

پورا قصیدہ کلیات میں موجود ہے جو ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکا مولد دہلی نہیں بلکہ بدایون تھا۔ بدآیون اس زمانہ میں قبۃ الاسلام کہلاتا تھا اور ایک صوبہ کا صدر مقام اور مہتم بالشان شہر تھا۔ یہ بتانا کہ ان کے والد وہاں کے مستقل باشندے تھے، یا کسی کاروبار کے سلسلے میں وہاں مقیم تھے اور امیر حسن کس عمر تک وہاں رہے، بغیر کسی مزید مواد کے محال ہے۔ شیخ جمالی نے اپنی کتاب سیر العارفین میں یہ فقرہ لکھا ہے۔

خواجہ علا سجزی با جمع یاران خود در کنارہ حوض شراب میخورد، و او را با حضرت شیخ (حضرت نظام الدین اولیا، علیہ الرحمہ) در مبدء حال در بدایون آشنائی و صحبت بودہ است پیدا گشت۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسن بدآیون میں اتنی عمر تک رہے کہ ان پر بدآیون میں حضرت شیخ سے آشنائی اور ہم صحبتی کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن یہ بالکل لغو ہے۔ حضرت سلطان المشایخ ۶۳۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور (۱۶) سال کی عمر یعنی ۶۴۹ھ ہجری میں دہلی تشریف لے آئے۔ اس سے دو تین سال بعد امیر حسن پیدا ہوئے جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کرینگے۔ پس حسن کا مبدار

ل سیر الاولیاء مولفہ امیر خورد

حال ہیں بدایون میں حضرت شیخ سے آشنا اور ہم صحبت ہونا صحیح نہیں ہوسکتا۔ یہ واقعہ بھی شراب خواری کے واقعہ کی طرح جس سے ہم آئندہ بحث کرینگے، بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ دہلی میں ان کا نشو و نما ہونا مسلم ہے جیسا کہ خود ان کے بیان سے ظاہر ہے

سال پیدائش اور امیر خسرو سے عمر کا مقابلہ

امیر حسن کا سال پیدائش کسی تذکرہ یا کتاب میں نہیں ملتا۔ ہمارے اکثر تذکرہ نویس حضرات اسے ایک غیر ضروری امر خیال فرماتے رہے ہیں حالانکہ کسی شخص کی سیرۃ یا تذکرہ میں اس کا ظاہر کرنا لازم اور ضروری ہے۔ ہم نے اس بارہ میں جو کاوش کی تھی وہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ ہمارا سلسلۂ استدلال اس طرح تھا کہ امیر حسن حضرت نظام الدین اولیا کے ملفوظات موسوم بہ "فوائد الفواد" میں جو ۷۰۷ھ ہجری سے شروع ہوتی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سال قبل جب سے میں مرید ہوا میں نے شیخ کے ملفوظات لکھنے شروع کیے ہیں۔ اس سے بلا شک و شبہ مرید اور تائب ہونے کا سال ۷۰۶ھ ہجری قرار پاتا ہے شاہ نواز خاں، صاحب تذکرۂ "بہارستان" جو ہماری رائے میں تمام متاخر تذکرہ نویسوں میں سب سے زیادہ معتبر اور مستند ہیں مرید ہونے کے وقت اُن کی عمر ۵۶ سال اور وفات کی تاریخ "مخدوم الاولیا" یعنی ۷۳۸ھ ہجری قرار دیتے ہیں۔ گویا ۷۰۶ھ ہجری یعنی مرید ہونے کے بعد ۷۳۸ھ ہجری تک امیر موصوف ۳۲ سال بقید حیات رہے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۳۲ + ۵۶ = ۸۸ سال قرار پاتی ہے۔ اتنا معلوم ہو جانے کے بعد ان کے سال پیدائش کا دریافت کر لینا کچھ مشکل نہ تھا اگر ۸۸ کا عدد ۷۳۸ سے منہا کر دیا جائے تو سال پیدائش ۶۵۰ھ نکل آتا ہے۔ لیکن ہمارے اس حساب میں دو سال کی کمی رہ گئی تھی جیسا کہ ہمیں بعد کو معلوم ہوا۔

انڈیا آفس کے کتب خانہ کی فہرست کتب فارسی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، امیر حسن کے دیوان کا جو قلمی نسخہ وہاں موجود ہے اس کا دیباچہ خود انہوں نے نثر میں لکھا ہے، جس میں منجملہ دوسرے امور کے تحریر فرماتے ہیں کہ "۷۱۵ھ ہجری میں جبکہ میری عمر ۶۳ سال کی تھی میں نے یہ دیوان مرتب کیا۔ اس حساب سے ۶۳ کے عدد کو ۷۱۵ سے خارج کر دیا جائے تو ۶۵۲ھ ہجری مطابق ۱۲۵۴ء نکل آتا ہے جو ان کی پیدائش کا صحیح سال ہے۔ حضرت امیر خسرو کا سالِ پیدائش مسلم طور سے ۶۵۱ھ ہجری ہے، جیسا کہ وہ خود ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

کنوں کہ ششصد و ہشتاد و چار شد تاریخ

مرا ز سی و سہ آمد نوید سی و چہار

یعنی ۶۸۴ھ ہجری میں میرا چونتیسواں سال شروع ہوتا ہے۔ اس لیے مولانا شیخ عبدالحق، صاحب اخبار الاخیار کا یہ فرمانا کہ "امیر حسن را بر امیر خسرو گونہ تقدم است" (ملاحظہ ہو انتخاب نشان ۵) صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے بلحاظ عمر امیر حسن، امیر خسرو سے ایک سال چھوٹے تھے۔ شیخ صاحب جس دلیل سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہے شیخ صاحب کا استدلال یہ ہے کہ "امیر حسن کے قصیدے غیاث الدین بلبن کی تعریف میں ہیں مگر امیر خسرو کے کلام میں انکا کہیں پتا نہیں چلتا۔ شیخ صاحب کا یہ استدلال مختلف وجوہ سے کمزور اور محل نظر ہے۔"

اول تو محض کسی بادشاہ کی مدح نہ کرنے سے لازمی طور سے عمر یا زمانہ کا تخمینہ یا اندازہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ امر بآسانی ممکن ہے کہ دو شاعر ایک ہی وقت اور زمانہ میں

ہوں اور ایک نے بادشاہِ وقت کی مدح میں قصائد لکھے ہوں اور دوسرے نے نہ لکھے ہوں۔ محض تقدم اور تاخر کا معیار یہ نہیں قرار پاسکتا۔

دُوسرے یہ کہ امیر حسن کے جتنے کلیات ہماری نظر سے گذرے اور جن کی تعداد نو دس سے کم نہیں، اور جن میں سے اکثر مختلف شاہی کتب خانوں کے نسخے تھے ان میں سے کسی ایک نسخہ میں بھی غیاث الدین بلبن کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں پایا گیا، نہ بحیثیت سلطان ناصر الدین کے وزیر اور مختار کل کے اور نہ بحیثیت بادشاہ کے۔

تیسرے۔ اور سب سے اہم امر یہ ہے کہ غیاث بلبن ۶۶۴ھ ہجری میں بادشاہ ہوا۔ اس وقت امیر خسرو کی عمر تقریباً ۱۳ سال اور امیر حسن کی تقریباً ۱۲ سال کی تھی۔ امیر حسن اپنے اس دیوان کے دیباچہ میں جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے تیرہ سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اس لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ انھوں نے ۶۶۴ھ ہجری سے پہلے جبکہ غیاث الدین بلبن صرف الغ خاں کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا اس کی مدح میں کچھ لکھا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ امیر حسن کے کسی دیوان میں بھی جو ہماری نظر سے گزرے ہیں بجز سلطان علاء الدین اور اس کے خاندان کے کسی بادشاہ یا امیر کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں ہے۔ خود ان کے مرتبہ کلیات میں بھی جو انڈیا آفس میں ہے، غیاث الدین بلبن کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں پایا گیا۔ مولانا شیخ عبدالحق ان لوگوں میں نہیں ہیں، جن کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ انھوں نے بغیر کسی بنیاد کے یوں ہی ایک لغویات لکھدی ہوگی۔ اس خلش کو دور کرنے اور اس معمے کو حل کرنے کے لیے ہمیں بہت زحمت اُٹھانی پڑی۔ مختلف تاریخوں اور تذکروں کی ورق گردانی کے بعد جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ "الغ خاں"

کے خطاب نے مولانا موصوف کو غلطی میں ڈال دیا ہے۔ سلطان ناصر الدین محمود جو سلطان شمس الدین التمش کا چھوٹا بیٹا تھا۔ ۶۴۴ھ ہجری م ۱۲۴۶ء میں اپنے بھتیجے سلطان علاء الدین مسعود کی جگہ پادشاہ ہوا۔ ناصر الدین ہندوستان کے ان سلمان بادشاہوں میں تھا جن کی زندگی خلفائے راشدین کی زندگی کا نمونہ تھی۔ شجاع، عابد، زاہد اور بیحد خدا ترس تھا۔ تخت نشینی کے دن اس نے ملک غیاث الدین بلبن کو جو سلطان شمس الدین التمش کے "بندگان چہل گانی" میں اور اس کا داماد تھا اور مختلف بادشاہوں کے زمانہ میں باز دار خاصہ، میر شکار اور امیر حاجب رہ چکا تھا اپنا وزیر بنایا اور خانِ اعظم "الغ خاں" کا خطاب دیکر تمام سلطنت کا کاروبار اس کے سپرد کردیا۔ سلطان ناصر الدین کی بیس سالہ حکومت میں تمام سلطنت کا نظم ونسق اسی کے ہاتھ میں تھا اور وہی مختار کل تھا۔ اور عام طور سے "الغ خاں" کے خطاب سے پکارا جاتا تھا۔ سلطان ناصر الدین کی وفات کے بعد خود پادشاہ ہوا۔ غیاث الدین بلبن کے پوتے سلطان معز الدین کی سہ سالہ پادشاہی کے بعد "خاندان غلامان" کا خاتمہ ہوگیا۔ اور خلجیوں کا ستارۂ اقبال چمکا۔ ان میں پہلا پادشاہ سلطان جلال الدین خلجی تھا۔ اسے فریب اور دغا سے اس کے بھتیجے اور داماد علاء الدین نے مار ڈالا۔ علاء الدین نے ۶۹۵ھ ہجری میں ملک کو دوسرے دعویداروں سے پاک وصاف کرکے سریر سلطنت پر قدم رکھا اور اپنے چھوٹے بھائی الماس بیگ کو جس کا جلال الدین کے قتل میں بڑا حصہ تھا "الغ خاں" کا خطاب دیا اسے سلطنت کے انتظام میں بڑا دخل تھا اسی لحاظ سے بیچارے شعرا کو اس کی خوشامد بھی کرنی پڑتی تھی۔ یہی خطاب ہے جس سے مولانا شیخ عبد الحق کو غلط فہمی واقع ہوئی۔ امیر حسن کے متعدد قصائد اور

قطعات اسی "الغ خاں" یعنی الماس بیگ کی مدح میں ہیں نہ کہ غیاث الدین بلبن کی مدح میں۔ اس دعوے کی تائید میں بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ "الغ خاں" کی مدح کے چند اشعار پیش کر دیے جائیں جس سے یہ معاملہ صاف ہو جائے۔ پہلی نظم جو امیر حسن کے دیوان میں "الغ خان" کی مدح میں ملتی ہے وہ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

مدار ملک کشور گیر عالم　　معز الحق "الغ خان" معظم
گرامی گوہر الماس کوکب　　ورا نصرٌ من اللہ نقش خاتم

"الماس" کا لفظ صاف طور سے "الماس بیگ" کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

معز الحق والد نیا "الغ خان" زمان داور　　کہ دار داو ز تائید ازل از لامکاں دولت
فلک سر بر در ایں خانہ می مالد چو می داند　　کہ ہرگز سر نہ پیچد زیں مبارک خانداں دولت

"خانہ" اور "خاندان" دونوں الفاظ بتا رہے ہیں کہ شاعر کا ممدوح یعنی "الغ خاں" اور بادشاہ وقت دونوں ایک ہی خاندان کے ارکان تھے۔ یہ کیفیت اگر پائی جاتی تھی تو علاء الدین اور الماس بیگ میں پائی جاتی تھی۔ سلطان ناصر الدین اور غیاث الدین بلبن گو رشتہ دار ہوں مگر نسلاً ایک خاندان کے ارکان نہ تھے۔

تیسرا انتخاب اور زیادہ صحیح اور صاف ہے۔

خلق در سایۂ اقبال الغ خانی باد　　سایۂ دولت شہ بر سرش ارزانی باد
شہ ز تاریخ ازل ثانی اسکندر شد　　شاہ اقبال تو تا حشر ہمہ ثانی باد

اس میں "ثانی اسکندر" کے الفاظ اس خطاب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو سلطان علاء الدین نے متواتر کامیابیوں کے نشہ سے مست ہو کر اپنے لیے مقرر کیا تھا اگر مزید ثبوت کی ضرورت رہ گئی ہو تو یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

بزور بازوال عالم کشادی | ازیں اقبال برخوردار بادی
مقرر بر تو ہر چہ از بازو ست خاست | الغ خان معظم بازوے راست
خضر خان و مبارک شمع گلشن | دو چشم ملک ملک از ہر دو روشن

خضر خاں اور مبارک خاں سلطان علاء الدین کے بیٹے تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اشعار ہیں جو صاف بتا رہے ہیں کہ امیر حسن کا ممدوح "الغ خاں" الماس بیگ تھا نہ کہ غیاث الدین بلبن اور مولانا شیخ عبد الحق صاحب جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ غلط ہے۔

نسب و مذہب | ہمارے مکرم اور معظم دوست مولانا مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی یہ سنکر بہت خوش ہوئے تھے کہ امیر حسن کا مولد بدایون تھا اور فرمایا تھا کہ ان کا نسب معلوم ہو جائے تو شاید ہم لوگ اس کا پتا چلا سکیں کہ آیا ان کا خاندان وہاں کا باشندہ تھا یا ان کے بزرگ بہ سلسلۂ ملازمت وغیرہ وہاں مقیم تھے جویندہ یابندہ ان کے کلیات کو بنظر امعان دیکھنے سے بعض اشعار ایسے مل گئے جن میں انہوں نے اپنے نسب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ایک فخریہ قطعہ میں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے اعتراض کا جواب ہے۔ فرماتے ہیں۔

بحر را مایہ از چو من ابر سیت | بہتریں دُر و کہتریں مطرم
از سخن آبم از تواضع خاک | لاجرم مہربان و مہر درم
شکم از غصہ پارہ کرد صدف | چوں شنید آبداری گہرم
باز بعضے خسان و بدو ہناں | زیں دُرر منکر اند وزیں غدرم
طعن ایں در سخن کنند مباد | ضرب شاں چیست یک شبہ سپرم

چار مادر کنند و ہفت پدر — من زیک مادر و زیک پدرم
دست در شاخ من زنند مباد — کہ بہ بیخ کسے رسد تبرم
در دنیا سرائے بولہبیت — من بہ عزت ازیں سرا بدرم
خانۂ بولہب چہ جائے قرار — چوں در مصطفےٰ است مستقرم
قرشی الاصل، ہاشمی نسبم — کز ہوایش برآمد ایں شجرم

اس سے ان کا ہاشمی النسب ہونا ظاہر ہے۔ امید ہے کہ جناب مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی کے سادات کے شجرے ملاحظہ فرما کر اس مسئلہ پر کوئی مزید روشنی ڈال سکیں گے۔

ان کا زمانہ ان کا کلام، ان کی صحبت، اور ان کی ارادت صاف بتا رہی ہے کہ وہ صوفی اور حنفی المذہب تھے۔

تعلیم | سلطان غیاث الدین بلبن کا عہد جو ۶۶۴ہجری م ۱۲۶۶ء سے شروع ہو کر ۶۸۵ھ م ۱۲۸۶ء میں ختم ہوتا ہے، امیر حسن اور امیر خسرو دونوں کی تحصیل علم کا زمانہ تھا۔ امیر خسرو کی تعلیم کے متعلق باوجود خود اُن کی کشادہ بیانی اور باوجود ان کے حالات سے طبقۂ شعراء اور صوفیہ کو اس قدر دلچسپی کے آج تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ انہوں نے کیا کیا علوم پڑھے اور کن کن استادوں سے پڑھے تھے تو بیچارے حسن سے بستہ زبان اور بمقابلہ اپنے دوست امیر خسرو کے غیر معروف شخص کی تعلیم کے متعلق یہ بتانا کہ ان کی تعلیم میں کن کن بزرگوں نے حصہ لیا اور وہ کس حد تک تھی تقریباً محال ہے۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ یہ زمانہ علمی اور ادبی ترقی کے لحاظ سے ایک غیر معمولی زمانہ تھا۔ غیاث الدین بلبن کی خوش قسمتی اور اقبال مندی تھی کہ اس کے عہد حکومت میں ایشیا کے تیس چالیس ایسے حکمران جنہیں تاتاری مغلوں کے

قیامت خیز طوفان نے اپنے ممالک سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا دہلی میں مقیم اور اس کی دربار کی زیبایش اور رونق تھے۔ بلبن ان سب کی تعظیم و تکریم میں بیحد مبالغہ کرتا تھا، اور سب کے لیے معقول وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ ان میں سے بعض حکمران خود ذی علم تھے اور اکثروں کے ساتھ ایسے لوگ تھے جن کا شمار علماء اور فضلاء میں ہوتا تھا۔ انھوں نے خود دہلی کے اہل فضل و کمال کے ساتھ ملکر ایک ایسا علمی مجمع قایم کر دیا تھا جس کی نظیر ملنی مشکل تھی۔ مولانا ضیاء الدین برنی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "اس عصر کو خیر الاعصار کہیں تو کچھ بیجا نہیں کیونکہ وہ بڑے بڑے معتبر سادات مشہور علماء اور ذی ہمت امراء کی ذات بابرکات سے مزین تھا۔ سادات میں قطب الدین شیخ الاسلام شہر (جد بزرگوار قاضیان بدایون) اور سید منتجب الدین و سید جلال الدین پسر سید مبارک و سید عزیز و سید معین الدین سامانہ و سادات کردیزد و سادات عظام کیتھل و سادات جنجیر و سادات بیانہ و سادات بدایون وغیرہ صحت نسب اور بزرگی حسب میں عدیم المثال تھے۔ طبقۂ علما اور صوفیہ میں مولانا برہان الدین بلخ مولانا برہان الدین بزاز، مولانا نجم الدین دمشقی شاگرد مولانا فخر الدین رازی، مولانا سراج الدین سجزی، مولانا شرف الدین دیوالجی، صدر جہاں منہاج الدین جرجانی قاضی رفیع الدین کازرونی، قاضی شمس الدین مراحی و قاضی رکن الدین سامانہ سے بزرگ شریک تھے۔"

اس علمی فضا اور اس ماحول میں امیر حسن، امیر خسرو اور شاہزادہ سلطان محمد (جس کے حالات سے ہم آئندہ بحث کرینگے) نے پرورش اور تعلیم پائی تھی۔ گو ہم امیر حسن کے اساتذہ کے نام اور ان کی تحصیل علم کی حد نہ بتا سکیں مگر جو کچھ ان کی

تصنیفات اور تالیفات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ فارسی کی نظم و نثر پر وہ بدرجۂ کمال قدرت رکھتے تھے فارسی اس زمانہ کے مسلمانوں کی تقریباً مادری زبان تھی۔ عربی میں اگرچہ ان کی کوئی معتدبہ نظم یا نثر ہماری نظر سے نہیں گذری مگر جس طرح وہ عربی کے فقرے جابجا اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان پر بھی عبور تھا۔ میرے والد مرحوم مولانا احمد علی سابق سررشتہ دار کمشنری و رزیڈنسی دہلی صاحب "قصر عارفان" جو سلاسل اور حالات صوفیہ میں نایاب کتاب ہے تحریر فرماتے ہیں کہ امیر حسن کی "قواعد النحو" نحو عربی میں ایک مشہور اور معروف کتاب تھی۔ اس سے ان کی عربی دانی کا مزید ثبوت ملتا ہے۔ مولانا ضیاء برنی ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ انہیں اخبار سلاطین واکابر علمائے بزرگ دہلی کے حالات سے بڑی واقفیت تھی جس کے معنی یہ ہوئے کہ انہیں تاریخ پر بھی نظر تھی اس سے زیادہ ان کی تعلیم کے متعلق ہم کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے۔

امیر حسن اور امیر خسرو کی ملاقات

اقتباس نشان (۴) ملاحظہ فرمائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صاحب "تاریخ فرشتہ" کی روایت کے مطابق ایک دن حضرت سلطان المشائخ مع اپنے ساتھیوں کے بازار سے گزر رہے تھے۔ امیر خسرو کی جوانی کا زمانہ تھا وہ بھی ہمراہ تھے۔ خواجہ حسن شاعر جو بڑے صاحب حسن و جمال تھے ایک نان فروش کی دکان پر بیٹھے تھے امیر خسرو انکا حسن و جمال دیکھ کر فریفتہ ہو گئے دکان کے پاس جاکر پوچھا کہ روٹی کس انداز سے بیچتے ہو۔ حسن نے کہا کہ ترازو کے ایک پلڑے میں روٹی رکھتا ہوں اور خریدار سے کہتا ہوں کہ دوسرے پلڑے میں نقد رکھے جب نقد کا پلڑا جھک جاتا ہے۔ تو خریدار کو چلتا کر دیتا ہوں۔ امیر خسرو نے کہا اگر خریدار نادار ہو تو کیا کرتے ہو

کہا نقد کی جگہ درد و نیاز بھی قبول کر لیتا ہوں۔ امیر خسرو خواجہ حسن کا یہ انداز بیان اور حسن کلام سنکر حیران رہ گئے اور یہ کل کیفیت شیخ کی خدمت میں عرض کی۔ ادھر حسن کو درد طلب دامنگیر ہوا، اسی زمانہ میں دکان بند کر کے علوم اور کمالات ظاہری کے حصول میں کوشش کرنے لگے اگرچہ اس وقت مرید نہیں ہوے مگر شیخ کی خانقاہ میں آنے جانے لگے اور ان میں اور امیر خسرو میں گہری دوستی ہوگئی۔"

جہانتک ہم واقف ہیں اس افسانہ کو سب سے پہلے ابوالقاسم فرشتہ ہی نے شروع کیا اور وہ ایسا عام ہوگیا کہ اس سے ہمارے زمانہ کے ایسے اصحاب بھی جن سے تنقید کی بہت کچھ امید ہو سکتی تھی نہ بچ سکے۔ شاہ نواز خاں صاحب "تذکرہ بہارستان" نے البتہ اس حکایت کو "اکاذیب" میں شمار کیا ہے لیکن اس کے وجوہ نہیں بتائے ہمیں اس معاملہ میں شاہ نواز خاں کی راے سے پورا اتفاق ہے اور اس کے جو وجوہ ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ عرض کرتے ہیں۔

اول۔ فرشتہ نے مطلق یہ نہیں بتایا کہ اسے یہ حکایت کہاں سے ملی اور اس کے پاس اس کی صحت کی کیا سند ہے۔ یہ صحیح ہے کہ فارسی مورخ اور تذکرہ نویس اور خصوصاً سیرالاولیاء کے مولفین ماخذ یا سلسلہ روایت کی مطلق پروا نہیں کرتے مگر ان کی اس عادت کی بنا پر ان کی ہر لکھی ہوئی حکایت قابل اعتبار نہیں متصور ہو سکتی۔

دوسرے۔ یہ حکایت ایسی دلچسپ ہے کہ اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو مولانا ضیاء الدین برنی اور امیر خورد جنھوں نے امیر حسن کے چشم دید حالات لکھے ہیں کبھی اسے چھوڑ نہ سکتے تھے۔ امیر خورد نے سیرالاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ کی کرامتوں کا

ایک عنوان قایم کیا ہے اگرنی الحقیقت اس روایت کی کوئی حقیقت ہوتی تو امیر خورد ضرور اسکا ذکر کرتے۔ ایک نان پز کے دل میں ایک نگاہ سے درد طلب کا پیدا کر دینا کیا کم کرامت ہوسکتی ہے۔

تیسرے۔ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن اور امیر خسرو میں ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا۔ حالانکہ مولانا ضیاء الدین برنی جو ان دونوں حضرات کے معاصر اور ہم صحبت دوست تھے فرماتے ہیں کہ ان دونوں استادوں میں میل جول اور آمد و رفت اور دوستی کا سبب میں ہوا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ باہم تعارف کا سبب مولانا ضیاء الدین تھے نہ کہ وہ بازاری ملاقات جس کا ذکر فرشتہ کرتا ہے۔

چوتھے۔ امیر حسن کے حسن و جمال کا تذکرہ کسی معاصر مورخ نے نہیں کیا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان میں سے کوئی شخص ضرور اس کی طرف اشارہ کرتا جیسا کہ ان کے حسن اخلاق، عمدہ عادات یا ترک و تجرد کا ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں۔ فرشتہ نے یہ حکایت جن الفاظ میں کی ہے، اس سے خود اس کی خامی اور عدم صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "خواجہ حسن ۔۔۔۔ در دکان خبازے نشستہ بود" اس سے ہرگز یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ وہ "نان فروشی" کرتے تھے اور جب وہ نان فروش نہ تھے تو امیر خسرو کا ان سے مزاحاً بھی یہ سوال کرنا کہ "نان چگونہ میفروشی" کس قدر بے موقع، خلاف تہذیب اور غیر قرین قیاس ہے۔

چھٹے۔ جو لوگ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے مریدوں کے اعتقاد اور طریقۂ عمل سے واقف ہیں اور جس کی شہادت مختلف

کتابوں سے ملتی ہے وہ ایک لحظہ کے لیے بھی یہ باور کرنے کے واسطے آمادہ نہ ہونگے کہ سلطان المشایخ مع اپنے خاص مریدوں کے بازار سے گذر رہے ہوں اور ان میں کوئی بھی اس کی جرأت کرسکے کہ ایک نوجوان لڑکے کو نان بائی کی دکان پر بیٹھا دیکھ کر اس سے چہل اور مذاق کرنے کے لیے حضرت کا ساتھ چھوڑ کر چلا جائے۔ اور وہ بھی امیر خسرو سے مرید جو ابتدائے ارادت سے آخر دم تک سلطان المشایخ کے شمع جمال کے پروانے تھے اور خلوت و جلوت میں سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ ان مریدوں اور معتقدوں کی ارادت اور ان کا ادب ان ابتدائی عربوں سے بالکل مختلف تھا جو حضرت سرورِ کائنات کو کھڑا چھوڑ کر خرید و فروخت کرنے اور کھیل تماشا دیکھنے کے لیے چلے جاتے تھے جس کی طرف کلام پاک میں ان الفاظ سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوًا اِنْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔ ان وجوہ سے ہم فرشتہ کی اس روایت کو بھی اس کی دوسری روایت "تازیانہ" کی طرح، جس سے ہم آگے بحث کرینگے بالکل مہمل اور لغو سمجھتے ہیں۔

ملازمت غیاث الدین بلبن کی اولاد میں سلطان محمد اس کا بڑا بیٹا ان لوگوں میں ہے جنھیں تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی۔ اس نے جس آب و ہوا میں پرورش پائی تھی اسکا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے وہ خود تعلیم یافتہ اور علم و فضل کا دلدادہ تھا۔ بادشاہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ ۶۶۹ھ میں غیاث الدین بلبن کا چچازاد بھائی شیر خاں جو سلطنت کا رکن اعظم اور ملتان کا گورنر تھا فوت ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان تاتاری مغلوں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ان کی روک تھام کے لیے سرحد پر ایسے شخص کی ضرورت تھی جو جری، شجاع، مدبر اور قابلِ اعتبار ہو

سلطان بلبن نے تمام امور پر غور کر کے بالآخر شہزادہ سلطان محمد کو اس خدمت کے لیے منتخب کیا، اور اسے "قاآن الملک" کا خطاب اور ولیعہدی کا چتر و تاج دیگر کثیر اتباع اور بہت سی فوج کے ساتھ ملتان روانہ کیا۔ سلطان محمد نے ملتان پہنچکر سرحد کا انتظام شروع کیا۔ مغلوں کی ایک کثیر جماعت کو قتل کیا اور بہت سے اقطاع ان کے ہاتھ سے نکال لیے۔

سلطان محمد کا قاعدہ تھا کہ ہر دوسرے تیسرے سال اپنے باپ کی زیارت اور قدمبوسی کے لیے ملتان سے دہلی آتا رہتا تھا۔ ۶۸۰ھ ہجری کے دورہ میں وہ امیر خسرو اور امیر حسن کو جو اس وقت شاعری اور نام آوری کی افق پر روشن ستاروں کی طرح چمکنے لگے تھے، علی الترتیب مصحف داری اور دوات داری کی معزز خدمات پر مامور کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ یہ لوگ پانچ سال یعنی ۶۸۰ھ ہجری سے ۶۸۴ھ ہجری تک سلطان محمد کے ساتھ رہے اس شہزادہ کے عادات اور اطوار کے متعلق مولانا ضیاء الدین برنی جو اس شہزادہ کے معاصر اور دربار رس لوگوں سے ہم صحبت تھے جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ "یہ شہزادہ بیحد مودب اور مہذب تھا اس کی صحبت ہمیشہ دانشمندوں، معتبروں، فاضلوں اور ہنرمندوں سے معمور رہتی تھی، اور اس میں شاہنامہ، دیوان سنائی، دیوان خاقانی، خمسہ نظامی پڑھے جاتے تھے اور ان پر بحثیں ہوتی تھیں اور امیر خسرو اور امیر حسن اس کے دربار کے ملازم تھے ان لوگوں نے پانچ سال ملتان میں رہ کر اس شہزادہ کی خدمت کی ہے اور اسکے ندما کی حیثیت سے تنخواہیں اور انعامات پائے ہیں۔ اس شہزادہ کی دانشمندی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اس نے چند صحبتوں میں ان دو شاعروں کے لطائف و فضائل

اور دانش و ہنر دریافت کرکے انہیں اپنے تمام ندما میں منتخب کرلیا۔ انکے کلام کو پسند کرتا' اور ان کے ساتھ دوسرے ندیموں سے زیادہ مہربانی کرتا تھا اور انہیں زیادہ انعام اور بہتر خلعت دیتا تھا۔ میں نے خود امیر خسرو اور امیر حسن کو یہ کہتے سُنا ہے کہ خان شہید سا مؤدب اور مہذب شہزادہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے دربار میں تمام تمام دن ایک نشست سے مؤدب بیٹھا رہتا اور زانو نہ بدلتا تھا ایسے مواقع پر ہم نے کبھی اسے چار زانو بیٹھے نہیں دیکھا اور نہ کسی مجلس میں اسکے مُنہ سے کوئی لغو' بیہودہ یا فحش بات سُنی۔ قسم بھی اگر کبھی کھاتا تو وہ "حقا" کے لفظ سے زیادہ نہ ہوتی تھی...... ملتان کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ اس نے شیخ عثمان اور شیخ قدوہ فرزند حضرت شیخ بہاءالدین ذکریا کو بلاکر عربی غزلوں کا سماع کرایا۔ ان بزرگوں اور ان کے ساتھی درویشوں کو خوب وجد ہوا جس وقت تک ان کی یہ حالت رہی شہزادہ برابر ہاتھ باندھے کھڑا روتا رہا اس کی مجلس میں اگر شعرائے قدیم کا وعظ و نصیحت کا کوئی شعر پڑھا جاتا تھا تو اسے بجد توجہ سے سنتا تھا اور اس طرح روتا تھا کہ لوگ حیران رہجاتے تھے۔ علم کا شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ملتان سے دو مرتبہ آدمی اور خرچ بھیجکر شیخ سعدی کو شیراز سے بلایا مگر ضعف پیری کی وجہ سے خود نہ آسکے اور ہر مرتبہ اپنا کلام اپنے قلم سے لکھ کر بھجوایا اور معذرت کی۔"

انتخاب نشان (۴) کے ملاحظہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حسب روایت فرشتہ امیر خسرو امیر حسن پر عاشق تھے اور ان کے ان تعلقات کی نسبت لوگوں کے خیالات بُرے تھے۔ اگر عشق کے معنی دوستی اور محبت کے نہ لیے جائیں تو یہ عاشقی

اور معشوقی اور حسن کو کوڑوں سے پٹوانے کا افسانہ بھی فرشتہ کی نان پزی یا نان فروشی کی روایت کی طرح بالکل بے سر و پا نظر آتا ہے۔ اہلِ ہوس کے وہ تعلقات جن پر لوگوں کو نکتہ چینی اور ملامت کا موقع ملتا ہے عموماً زیادہ عمر والوں کی طرف سے کم عمروں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہاں یہ معاملہ مطلق نہیں دونوں حضرات تقریباً مساوی العمر تھے۔ اور سلطان محمد کی ملازمت میں داخل ہونے کے وقت تقریباً ۲۷، ۲۸ سال کے تھے۔ دونوں کے ڈاڑھی مونچھیں نکل آئی ہونگی۔ پڑھے لکھے، معزز خدمتوں پر مامور تھے۔ محمد سلطان کا جس کی تہذیب اور متانت کا حال آپ سُن چکے ہیں ان حضرات کے باہمی تعلقات کو قابلِ ملامت و سرزنش باور کر کے امیر حسن کو امیر خسرو سے نہ ملنے کا حکم دینا اور امیر حسن کے نہ ماننے پر انہیں کوڑوں سے پٹوانا، اور ان کوڑوں کے نشانات کا امیر خسرو کے ہاتھ پر نمایاں ہونا ایسے امور ہیں جنھیں کوئی ذی عقل انسان ماننے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ اگر فرشتہ نے ان دونوں حضرات کی عمروں، ان کے علم، فضل، تعلیم و تربیت اور سلطان محمد کے عادات و اطوار اور تہذیب و اخلاق پر تھوڑا سا بھی غور کیا ہوتا تو یہ لغو اور مہمل روایت اس کی تاریخ میں جگہ نہ پا سکتی تھی۔

شہزادہ سلطان محمد کی اس علمی اور ادبی مجلس کو قائم ہوئے چودہ پندرہ سال (از ۶۶۹ھ تا ۶۸۳ھ) بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ زمانہ نے اپنے قاعدہ کے مطابق کروٹ لی، اور چشم زدن میں اس پُرلطف اور دلچسپ صحبت کو درہم و برہم کر دیا۔ سلطان محمد نے جو شکستیں تاتاریوں کو وقتاً فوقتاً دی تھیں ان کا داغ ان کے دلوں پر تھا۔ جب ارغوں خاں ہلاکو کا پوتا ایران کا فرمانروا ہوا

تو تیمور خاں نامی ایک چنگیز خانی امیر جو افغانستان کا حاکم تھا لوٹ مار' اور اپنے قوم کے دامن سے شکستوں کی بدنامی کا داغ مٹانے کے لیے بیس ہزار سواروں کے ساتھ دیپال پور اور لاہور کے علاقہ جات پر حملہ آور ہوا اور انہیں تاخت و تاراج کرتا ہوا ملتان کی طرف بڑھا۔ سلطان محمد نے نہایت جرأت اور مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا' اور ایک گھمسان لڑائی کے بعد اُسے شکست دیدی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کی اس شکست کے بعد شہزادہ سلطان محمد اپنی فوج کے پانسو منتخب سپاہیوں کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک تاتاری مغل جو دو ہزار سواروں کو لیے کمیں میں بیٹھا تھا باہر نکل آیا' اور اس موقع کو غنیمت سمجھکر اس مختصر اور باخدا جماعت پر حملہ آور ہوا۔ کچھ لوگ نماز ختم کر چکے کچھ لوگ نماز میں تھے۔ یہ ناگہانی حملہ بھی سلطان محمد کو حواس باختہ نہ کر سکا' وہ سنبھلا اور اپنی مختصر جمعیت کو مرتب کر کے تاتاریوں کے حملوں کا جواب دینے لگا۔ اور اس نے کئی مرتبہ غنیم کے پروں کو توڑ دیا۔ مگر امیر حسن نے جو ملتان میں موجود اور غالباً اس معرکہ میں شریک تھے اپنے مرثیہ میں نماز کے واقعہ کا مطلق ذکر نہیں کیا ہے وہ اپنے مرثیہ میں لکھتے ہیں کہ

"غزات اسلام از ملوک ترک و خلج و معارف ہندوستان و سائر سپاہی در نماز گاہ معرکہ ازاں جہت کہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد را با صلوٰۃ نسبت فرموز کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر' تکبیر گویان دست برآوردند ....." عجب نہیں کہ "نماز گاہ معرکہ" کے الفاظ نے بعد کے مورخین کو اس روایت کے بنا لینے پر مائل کیا ہو۔ امیر خسرو کے مرثیوں میں اور مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ میں

کہیں بتساز کے واقعہ کا ذکر نہیں ہے اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو ایسے مضمون کو نہ امیر حسن چھوڑ سکتے تھے اور نہ امیر خسرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس معرکہ میں جو صبح سے شام تک قایم رہا ایک تیر سلطان محمد کے سینہ پر ایسا لگا کہ وہ اس سے جانبر نہ ہوسکا اور اس طرح اس ہونہار اور بے مثل شہزادہ کا عین شباب میں خاتمہ ہوگیا۔ اسی واقعہ کی بنا پر سلطان محمد تاریخوں اور تذکروں میں "خان شہید" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معرکہ میں خان شہید کے ساتھ دہلی کی فوج کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور بہت سے لوگوں کو تاتاری گرفتار کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس معرکہ میں امیر خسرو کا شریک اور ان کا ایک مغل کے ہاتھ پڑ جانا اور دو سال کے بعد اس کی قید سے رہا ہوکر دہلی پہنچنا مسلم ہے، لیکن امیر حسن کے متعلق ہمیں ابتک کوئی ایسا مواد نہیں ملا جس بنا پر ہم یہ کہہ سکیں کہ وہ بھی قطعاً شریک معرکہ اور گرفتاری اور قید میں امیر خسرو کے ساتھی تھے۔ ہمارے کرم استاد مولانا شبلی مرحوم نے "حیات خسرو" میں ایک فقرہ تحریر فرمایا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حسن کو بھی تاتاری گرفتار کرکے بلخ لے گئے تھے۔ وہ فقرہ یہ ہے کہ "امیر صاحب اور خواجہ حسن دہلوی بھی اس معرکہ میں شریک تھے، چنانچہ تاتاری ان کو گرفتار کرکے بلخ لے گئے"۔ اگر مولانا مرحوم کا مقصد دونوں حضرات کی گرفتاری سے ہے تو غالباً مولانائے موصوف نے کسی سند کی بنیاد پر ایسا تحریر فرمایا ہوگا جس سے ہم ناواقف ہیں۔ امیر خسرو نے اپنی گرفتاری کا ذکر بعض نظموں میں کیا ہے مگر حسن کے کلام میں کہیں اس کی طرف اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اس حادثہ جانکاہ سے مسلمانوں کو مختلف حیثیتوں سے سخت صدمہ

اٹھانا پڑا۔ اس پر امیر خسرو نے نظم میں اور امیر حسن نے نثر میں نوحہ خوانی کی ہے۔ امیر خسرو کے ترکیب بند کے ہر بند کے پانچ پانچ شعر اور امیر حسن کی نثر بتمامہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ترکیب بند امیر خسرو

واقع است ایں یا بلا از آسماں آمد پدید	آفتست ایں یا قیامت در جہاں آمد پدید
مجلس یاراں پریشاں شد چو برگ گل زباد	برگ ریزے گوئی اندر بوستاں آمد پدید
بسکہ آب چشم خلقے شد رواں از چار سوے	پنج آب دیگر اندر مولتاں آمد پدید
خواستم تا ز آتش دل بر زباں آرم سخن	صد زبانِ آتشینم در دہاں آمد پدید
جمع شد سیارہ در چشمم مگر طوفاں شود	چوں ببرج آبی انجم را قراں آمد پدید

من نخواہم جز ہماں جمعیت ایں کے شود
خود محالست ایں بنات النعش پرویں کے شود

تا چہ طالع بد کہ شاہ از مولتاں لشکر کشید	تیغ کافر کش برائے کشتن کافر کشید
چوں خبر کردندش از دشمن بداں قوت کہ داشت	بے محابا خشم در سر کرد و رایت بر کشید
آنچہ حاضر بود لشکر لشکرے دیگر نجست	زانکہ رستم را نشاید منت لشکر کشید
آنچناں رنگیں کنم امسال خاک از خون شاں	کز زمیں باید شفق را گونۂ احمر کشید
او دریں تدبیر و آگہ نہ کہ تقدیر فلک	صفحۂ تدبیر را خطِ مشیت در کشید

آں چہ ساعت بد کہ کافر بر سر لشکر رسید

جوق جوق از آب بگذشتند و ناگہ در رسید

جنگ شہ دیدی و برگردوں غبار انگیختن　　باد پا بر کافراں خاکسار انگیختن
غلغلہ در انجم از جوشش سپاہ انداختن　　زلزلہ در عالم از سیر سوار انگیختن
ضربت مردانہ در پہلوئے نامرداں زدن　　شعلۂ آتش ز تیغ آبدار انگیختن
دیو بندی را علم جمشید وار افراختن　　ملک گیری را فرس خورشید وار انگیختن
آسماں اندر تضرع زاں فزع برداشتن　　آفتاب اندر تیمم زاں غبار انگیختن

اندراں وقتے کہ فرق از مرد تا نامرد بود
اے بسا کس را کہ لبہا خشک رو از زرد بود

روز را تاریکی آمد چوں بہم بر بافتند　　زرد شد خورشید چوں خنجر بہ خنجر بافتند
روز نزدیک فرو رفتن شدہ از رزم تیغ　　آسمانے بر سر خورشید لشکر بافتند
آبگوں شد خاک چوں جوشن بجوشن دوختند　　گلستاں شد دست چوں اسپر د اسپر بافتند
کشتگاں افتادہ در صحرائے از اطراف سر　　ہمچو صورتہا کہ در دیبائے اخضر بافتند
خواست شہ تا نطع نصرت گسترد لیکن چہ سود　　کز فلک آں نطع را بر شکل دیگر بافتند

یکزماں شمشیر قاتلش نیاسود از قتال
از زوال روز تا شب اندراں روز زوال

یارب آں خوں بود کاندر روئے صحرا میدوید　　یا بسوئے تشنگاں موجے ز دریا می دوید
کشتہ اندر خاک جاں میکند و بر خود می طپید　　در گلویش موج می زد خون و بالا می دوید

این بدوزخ برد آب و آن بجنت برد جوے گرچه خون گبر و مومن هر دو یکجا می دوید
شاه لشکرکش بترتیب صف و آئین جنگ میدوانید اشهب اقبال را تا می دوید
پائے پس می برد گردون مو گرفته فتح را فتح هر چند از ملاعین جانب ما می دوید

کافر اندر انتظار شب که تا بیرون شود
ناگهاں میزان ما را پله دیگرگون شود

تا چه شب بود آں که از چرخ آفتاب افتاده بود دیو آتش در جهان میزد شهاب افتاده بود
روز چوں باقی نبود آں آفتاب تخت را روز باقی بود چیزے کافتاب افتاده بود
گر حسین کربلا را ره به بے آبی فتاد او محمد بد که در آبش تا آب افتاده بود
کافر اندر خوں چو خر در پارگیں غلطیده بود مومن اندر گل چو گوهر در خلاب افتاده بود
فعل این گرگ کهن بنگر که از دست سگاں شیر در زنجیر و فیل اندر طناب افتاده بود

بے فزع بود آں قیامت را معین دیده ام
گر قیامت را نشاں اینست پس من دیده ام

دایرات آسمانی گردش پرکار کرد مرکز اسلام را سرگشته چوں پرکار کرد
ذره را دیدی که آب چشمه خورشید برد سنگ را دیدی که کار لولوی شهوار کرد
با مغل هر سال بهر دیں سر و کارش بود عاقبت جان گرامی در سر ایں کار کرد
دست تقدیر است گه خوں ریزد و جاں گه دهد ناتوانائیم نتواں کینه با قهار کرد
شیر نر از نیش موری صد خروش صعب زد پیل مست از نوک خارے صد فغان زار کرد

جمعہ بود و سلخ ذی حجہ کہ بود آں کار زار
آخر ہشتاد و سہ آغاز ہشتاد و چہار

مہر و مہ بر روئے آں فرخ لقا بگریستند ‌ ‌ ‌ روز و شب بر سالِ آں اندک بقا بگریستند
بس کہ اندر عہد او ماہی و مرغ آسودہ بود ‌ ‌ ‌ ماہیاں در آب و مرغاں در ہوا بگریستند
خلق ملتاں مرد و زن مویہ کناں و مو کناں ‌ ‌ ‌ کو بکو و سو بسو و جا بجا بگریستند
از خروش گریہ و بانگ دہل شب کس نخفت ‌ ‌ ‌ بس کہ در ہر خانۂ اہلِ عزا بگریستند
ور ازاں بند بلا ناگہ اسیرے باز گشت ‌ ‌ ‌ روئے او دیدند ہر کس بے ریا بگریستند

گریہ چنداں شد کہ موج دیدہ از جیحوں گذشت
حالِ من ایں بود حالِ دیگراں تا چوں گذشت

دست ماتم یا خود از دنداں کنم بازو کبود ‌ ‌ ‌ یا بپوشم جامہ زیں مینائے چوں مینو کبود
ہم سیاہے شد ز ہندو ہم سفیدی شد ز ترک ‌ ‌ ‌ بس کہ می پوشد کنوں ہم ترک ہم ہندو کبود
نیلگر را خود عروسے شد بخانہ بس کہ شد ‌ ‌ ‌ بر مثال نو عروسے در عزائے شو کبود
خوبرویاں را کہ پیشانی زدند و خوں گریست ‌ ‌ ‌ زیر ابرو سرخ شد بالاتر از ابرو کبود
بس کہ می کندند مو از فرقِ نازک سر بسر ‌ ‌ ‌ شد ز آزارِ چناں کندن تہ ہر مو کبود

موئے سر تا چند ازیں غم زار و گریاں برکنم
ایں تن چوں موے بارے از سر جاں برکنم

دہ کہ دل یکبارگی خوں شد برائے دوستاں ‌ ‌ ‌ آہ ازاں جمعیت راحت فزائے دوستاں

بسکہ خون بے بہا خوردہ است خاک از دوستاں
واجب است از خاک جستن خوں بہائے دوستاں

خسروا ہر بار میگوئی فراخواہم درید
جامۂ جاں تا بدامن در عزائے دوستاں

جاں کہ صد جا پارہ شد از غم کجا باشد روا
پارہ را پارہ کردن از برائے دوستاں

دوستاں رفتند از بہر کہ میگوئی سخن
ختم مطلق کن سخن را از برائے دوستاں

یاد میکن رفتگاں را خاصہ در حال دعا
کت برحمت یاد ننماید مگر دال دعا

یارب آں خورشید رحمت نور در جاں بادشاں
جاں ز فیض نور چوں خورشید تاباں بادشاں

بودشاں در روز ہیجا خانِ اعظم پیشوا
پیشوائے جنت الفردوس ہم خاں بادشاں

تشنگانے را کہ جانہا شاں ز بے آبی برفت
بر سر از ابر کرم ہر لحظہ باراں بادشاں

بستگانے را کہ دشواری بر ایشاں دیر ماند
یارب امید رہائی زود آساں بادشاں

وانچہ باقی ماندہ اند و زاں بلا باز آمدہ
فضل یزداں بادشاں احسان سلطاں بادشاں

چوں محمد رفت شہ را عاقبت محمود باد
کیقبادش اسعد و کیخسروش مسعود باد

مرثیہ امیر حسن

دیر باز است تا سپہر ستمگر اگرچہ مدتے عقد موافقت می بندد و عہد مصادقت می پیوند
برمی گردد و روزگار ناسازگار اگرچہ رسم رضا می نہد و وعدۂ وفا می دہد درمیگزرد

آسمان شوخ چشم کہ مردمک مردمی او بجنس خساست معیوب است اگرچہ اول چوں مستاں بے آنکہ ہیچ کرمے باعث باشد چیزے می بخشد ولیکن آخر چوں طفلاں بے آنکہ ہیچ خیانتے مانع آید بازمی ستاند عادات ومعہودات زمانۂ جافی ہمبریں منوال چہ بتجارب وچہ بتسامع دیدہ وشنیدہ آمدہ است کہ ہر کرا چوں ماہ برآمدہ می بیند میخواہد کہ روے کمال اورا بداغ نقصان سیاہ کند وہر کرا چوں ابر برسر آمدہ می یابد دراں می کوشد کہ جوہر اورا پارہ پارہ در اطراف آفاق پراگندہ کند دریں باغ حیرت وبستان حسرت چنانکہ ہیچ گلے بے خار نرست ہیچ دلے از خار خار نرست اے بسا سبزۂ نورستہ کہ از خزاں آفت درمقام لطافت زرد روئے ماندہ واے بسا نہال نوخاستہ کہ از تند باد اجل درخاک زمیں پہلو نہادہ ؎

در باد خزاں بیں کہ چہ حد سردی کرد برسرو جواں چہ ناجوانمردی کرد

یکے از امثال ایں تمثیل واقعہ خسرو ماضی قاآن ملک غازیست انار اللہ برہانہٗ وثقل بالحسنات میزانہٗ روز آدینہ سلخ ماہ ذی حجہ سنہ ثلث وثمانین وستمایتہ (۶۸۳) کہ ماہ چوں مہر درد ل کافر ہیچ جا پدید نبود آفتاب بمصاحبت لشکر اسلام تیغ زناں برآمد وشہزادہ اعظم کہ آفتاب آسمان ملک بود نورانیت غزا درغرۂ غزائے او لایح وجہد افراط جہاد درضمیر منیر او ثابت پائے مبارک دررکاب آورد وشابانہ برائے مشکل کشائے عرضہ داشتند کہ ایتمر با تمامی لشکر بسہ فرسنگی فرود آمدہ است چوں بامداد شد برعزیمت کوچ ازاں مقام نہضت فرمود وبیک فرسنگی آں ملاعین پیش باز آمدہ بموضع مصاف درحدود باغ سر برکرانۂ آب لاہور اختیار کرد۔ چنانچہ متصل آب دیہی بزرگ بود آنرا حصن حصین ساخت وصورت لبست کہ چوں کفار

مقابل شوند ہر دو آب در عقب لشکر باشد تا نہ ازیں جملہ کسے رو بفرار تواند نہاد و نہ از ال
محاذیل ساقۂ لشکر را آفتے تواند رسید والحق آں اختیار از غایت حزم و نہایت
کاردانی اُن خان جہاں ستاں بود اما چوں قضائے بد میرسد سر رشتۂ ہمہ مصالح دنیا بے
میرود و سلک ہمہ تدبیرہا از انتظام می شود ؎

ہر کرا از بخت بد رہ او فتد　　کار او در کام بدخواہ او فتد
بخت چوں دیوانہ از رہ گم شود　　عقل چوں شب کور در چاہ او فتد

قضارا آں روز ماہ و آفتاب کہ نسبت بہ ملوک دارند نشانۂ ماہی آویختہ بودند
و مریخ کہ در سرخروئی او ہمہ از خون اعیان مملکت است ہمہ از ترکش آں برج خدنگ
خذلان طعانہ طغیان می کشاد خان جوزا کمر را کہ اسدے بود از برج آبی خانۂ خوف
و خرابی و دلائل فتن و مخایل فتور بریں نوع ظاہر و باہر و رمز و اشارات جاء القضاء
ضاق القضاء در سیاق اوراق تحریر افتاد۔

القصہ نیمروز است کہ سوار چرخ در ولایت نیمروز رسید و روز آں شاہ گیتی فروز
را وقتِ زوال نزدیک شد ناگاہ گروہے از سمت آں کفرہ پدید آمد خان غازی
ہماں زمان سوار شد و مثال داد کہ تمامی خیل و خدم و حاشیہ و حشم او بر قضیۂ
اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً صفے صد بار قوی تر از سد سکندر بر کشیدند بعد از
ترتیب میمنہ و ترکیب میسرہ بذاتِ عالی صفات در قلب گاہ چوں در جمیع کواکب ماہ
بجا دایستاد و کفار تتار علیہم الخذلان والخسران از آب لہاور عبرہ کردند و مقابل
صف اسلامیان در آمدند ازیں وحشیان خرابی دوست بیاباں زادہ پرائے بوم
بر سرہائے شوم خود نہادہ و غزات اسلام از ملوک ترک و خلج و معارف ہندوستان

وسایر سپاہی در نماز گاہ معرکہ ازاں جہت کہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام جہاد را
با صلوٰۃ نسبت فرمود کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر تکبیر گویان
دست برآوردند و در اول حملہ چندیں زبردستان را از خیل مغل زیر تیغ گزرانیدند
و نیزۂ ملوک درگاہ در اعضائے اعدا چناں می نشست کہ نیزہ ولر از بالائے ہر یک خون
بر میخاست و شست ترکان خاص در تیر تافتن چناں می بود کہ جامۂ بود بر اہل تتار
تار تار می شد۔ ؎

در اول تگ خدنگ شہ جست   گشتند تتاریاں ہمہ پست

خدایگان شیر دل شمشیر زن با شمشیرے چوں عقیدت خود صاف از میان مصاف
ہر بار کہ حملہ می آورد شمشیر گوئی دراں حرگاہ بر شمایل آں شاہ می لرزید و ہمہ تن
زباں شدہ بادی گفت کہ امروز دفع ایں ملاعین بہ بندگان دولت حوالہ کن و نفس
نفیس خود حرکت مفرمائے کہ شمشیر دورویہ است و تیغ اجل راز خصمے بے محابا نتواں داشت
کہ از تقدیر قادر بر کمال بکہ رسد من از عین الکمال چشم می زنم۔ ؎

مرو تا خاک تو بر چشم بندم   مکن کز چشم بد اندیشہ بندم
فلک روئے چناں روشن ندیدہ است   من از دیدہ برآں آتش سپندم

تا زمانے کہ در میدان سیر غزا و رسوم ہیجا با قامت میرسانید ہر یک از اسلحہ
بزبانِ حال در مقال آمدہ نیزہ می گفت کہ شاہا امروز دستِ از من کوتاہ کن کہ زبان
سنان من از بسیاری جدال و قتال کند شدہ و مرا در روئے خصم مجال طعن نماندہ
مبادا کہ بر جہم و حرکت پریشان از من بظہور آید و تیر می گفت اے عقد شست تو
عقدہ جود را بر کشادہ بقصد ایں فسدہ پیش مرو من خود در رفتن مہلکہ خاک بر سر ا

میکنم نباید تنگ چشم فلک کہ بر بام پنجم است و بر در خانۂ ہشتم در گوشۂ کمین از کمان کید و کین بر سبیل جسارت و جفا بر تو خدنگ خطا رواں کند، و کمند می گفت کہ امروز سر رشتۂ تدبیر از دست تفکر نمی باید داد کہ من ازیں جنگ بے درنگ و رزم بے حزم تو برخود می پیچم ساعتے توقف کن کہ اسلام و اسلامیان چوں طناب بر بستۂ خیمۂ نعم تو اند اللہ اللہ با ایں طائفہ رسم طناب اندازی را چندیں اطناب مدہ

من برغبت پیش تو سر بر طناب آوردہ ام
تو کمند از زلف اندازی کمند انداز من

فی الجملہ آں شاہ دیں پناہ کفر کاہ ہمہ قلب سپاہ بایں گروہ گمراہ از نیمروز تا شامگاہ غزوے بے اجبار و اکراہ میکرد و غوغائے غالبان وغا و غلیان طالبان غزا گوشش گیتی و اصماغ سما کر کردہ زبانہ ہائے آتشیں کہ از سر نیزہ غزا مغز می خاست و زباں ہائے تیغ کہ در گذاردن پیغام اجل یک حرف خطا نمیکرد دراں قیامت ہمہ بدیں آیہ رواں بود کہ یوم یفر المرء من اخیہ پشت زمیں بمثل چشم پیران بصر بباد دادہ پر خوں، و روئے آسمان چوں فرق پسران پدر گشتہ پر گرد

آہن شمشیر چوں آتش چہ تابی اے پدر
یا مرا داغ یتیمی بر جگر خواہی نہاد

ہم دریں ایں عنا و اثنائے ایں آشوب و بلا ناگاہ تیرے از شست قضا بر بال آں شہباز فضائے غزا رسید و مرغ روح از قفس قالب آنحضرت بجانب گلشن و روضۂ رضوان نقل کرد اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ہماں زماں پشت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چوں دل یتیماں زار شکست و سد ملت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم

چو گورِ غریباں پست بیفتاد و اعتضادے کہ بازوے ملک را بود از دست بشد و اعتمادے
کہ بیضۂ اسلام داشت از جائے برفت راست وقت غروب آفتاب عمر آں شاہ
کہ آفتابش زرد شدہ بود بمغرب فنا فرو رفت و گردوں بر شعار سوگواراں جامہ
در نیل زدہ و اشک سیارہ بر اطراف رخسارہ رواں گردیدن گرفت، زحل بر وقف
قضائے وفا و شرط عزا کسوت سیاہ گردانید و از مرگ او بر اہل ہندوستان نوحہ
می کرد، و مشتری بر دریغ آں اندام گرد اندود قبائے خون آلود و دراعہ چاک میکرد
و دستار بر خاک می زد، و مریخ کہ دستِ قوت او چوں چشم ترکاں روئے معیشت
او چوں جعد زنگیاں تنگ و تاریک باد از تاسف آں خار خار کہ در دل خوں انگیخت
چوں حوت در پیش آفتاب و چوں حمل در قبضۂ قصاب می طپید، و آفتاب از شرم آنکہ
چرا در دفع ایں حادثہ وقمع ایں واقعہ نکوشید بر نیامد و در زمین فرو شد، و زہرہ چوں
دید کہ اجرام از جنگ ایام چہ زحمت یافتند زاد فی الطنبور نغمہ دف را ورق بگردانید
و سماع در پردۂ دیگر آغاز کرد و بر وفات آں شاہ بندہ نواز خود بجائے ساز نالیدن
گرفت، و عطارد کہ در غزوات و فتوحات بر موافقت کاتب فتحنامہا در قلم می آورد،
دراں نظم از سواد دوات خود روئے سیاہ می کرد و از اوراق دفترِ خویش پیراہن کاغذ
می پرداخت، و ماہ حالے در صورت ہلالے با قامت منحنی دراں قیامت زمین سر
بر دیوار و در افق میزد و مراتب مراثی نگاہ می داشت. نظم

روئے بخاک می نہی وہ کہ چنیں نخواہمت ... ماہِ زمانۂ مرا زیرِ زمیں نخواہمت
گر بشکار میروی جان منست خاک تو ... خلوت خاک خوش بود جان کن ایں نخواہمت

حق تعالے و تبارک روح مطہر و مطیب آں شاہزادۂ غازی را بدارج اعلے

ومراتب والا برسانا د ودمدم جام مالا مال تجلی جمال وجلال خورش بخشاد وہر شفقت ومرحمت وعاطفت وتربیت کہ درحق این شکستہ بیکس داشت سبب مزید درجات ومحو خطیات او گرداناد۔ آمین یارب العالمین۔"

یہ نظم ونثر دونوں مدتوں اس زمانہ کے اہلِ علم کی صحبتوں میں پڑھی جاتی اور مقتولین کے عزیزوں کو رُلاتی رہی ہیں۔

امیر خسرو کی نظم خواجہ حسن کی نثر سے صاف اور واضح تر ہے۔ ہر زمانہ کا ایک خاص طرزِ تحریر ہوتا ہے جس کی پابندی ایک حد تک ہر شخص کو کرنی پڑتی ہے۔ امیر حسن کی نثر میں بجائے واقعات کے زیادہ تر زور عبارت آرائی پر دیا گیا ہے جو اس زمانہ کے مذاق کے مطابق نہیں ہے۔ امیر حسن کی نظم کی صفائی اور سادگی اور فوائد الفواد کی نثر کی روانی دیکھ کر ہی سمجھ میں آتا ہے کہ انہوں نے یہ طرزِ تحریر اوائل عمر میں اختیار کیا تھا اور آگے چل کر اُسے ترک کر دیا۔ سلطان محمد کی شہادت اور اس کی علمی اور ادبی مجلس کے درہم برہم ہو جانے کے بعد ملتان میں قیام کی کوئی وجہ نہ تھی۔ امیر خسرو اور امیر حسن دونوں دہلی چلے آئے۔ سلطان محمد کے حادثہ نے سلطان غیاث الدین کو زندہ در گور کر دیا تھا، اگرچہ بادشاہ اپنی شکستہ دلی اور رنج وغم کو چھپانے کی بہت کوشش کرتا تھا مگر اندر ہی اندر اس غم میں گھلتا جاتا تھا۔ دہلی پر مردہ دلی اور افسردگی کی ایک گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ یہ فضا عموماً شعر وشاعری کے مناسب اور موافق نہیں ہوتی چنانچہ ملتان سے آکر امیر خسرو اپنے وطن پٹیالی اور امیر حسن دہلی میں گوشہ نشین ہو گئے۔ سلطان محمد کے حادثہ پر پورے تین سال بھی نہ گزرے تھے کہ سلطان غیاث الدین کا ۶۸۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

اگرچہ سلطان غیاث الدین کی وصیت یہ تھی کہ اس کے بعد "خان شہید" کا بڑا بیٹا کیخسرو پادشاہ ہو، مگر امرائے دولت اور اعیان سلطنت نے سلطان کے دوسرے فرزند بغرا خاں کے بیٹے کیقباد کو جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی پادشاہ بنایا۔

یہ شہزادہ بقول مولانا ضیاء الدین برنی کے طبعاً سنجیدہ، خوش اخلاق اور خوبصورت تھا، شعروسخن سے اسے مناسبت تھی۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے اس کی تعلیم وتربیت کا بڑا اہتمام کیا تھا۔ رات دن استاد، اتالیق اسے گھیرے رہتے تھے۔ شراب اور عورتوں کی صحبت سے سختی کے ساتھ روکا جاتا تھا۔ بعض طبیعتوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے جتنا زیادہ روکے جاتے ہیں اسی قدر اس کے دلدادہ اور فریفتہ ہوتے جاتے ہیں۔ کیقباد انہیں لوگوں میں تھا۔ ایک وسیع اور بنی بنائی سلطنت کا مالک ہو کر ایسا بدمست اور سرشار ہوا، اور اس طرح عیش وعشرت میں پڑ گیا کہ اسے دین ودنیا کا ہوش نہ رہا۔ اس کے دیکھا دیکھی وہ امرائے دولت اور اعیان سلطنت جو اب تک سطوت بلبنی کے ڈر سے اس قسم کے جذبات کو روکے ہوئے تھے کھل کھیلے۔ اور ہر طرف خوبرویوں کے جمگھٹے، اور شراب وکباب کی صحبتیں قایم ہو گئیں۔ شہر میں ایسے جلسے خاطر خواہ نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے پادشاہ نے "لعل کوشک" چھوڑ کر "کیلوکھری" میں جمنا کے کنارے ایک عالیشان قصر اور باغ تیار کرایا، اور اپنے مصاحبوں، خواصوں اور ملازمین کے ساتھ وہاں رہنا شروع کیا، اور تمام ملک کے چیدہ اور برگزیدہ مطرب اور تقویٰ وتوبہ شکن شاہد آکر اس پرستان میں جمع ہو گئے۔ مسجدیں ویران اور میخانے

آباد ہو گئے۔ اس عیش اور کامرانی میں جہانداری اور جہانبانی کا کسے خیال تھا۔ ملک کا تمام نظم و نسق ملک نظام الدین نامے ایک امیر کے ہاتھ میں تھا، نظام الدین کا خسر اور چچا ملک الامرا فخرالدین دہلی کا کوتوال اور اس کی بیوی بادشاہ کی مُنہ بولی ماں تھی۔ غرض کہ اندر باہر کُل کا مختار ملک نظام الدین تھا۔ ملک نظام الدین کے متعلق مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا عالی ہمت، قدردان علم و ہنر، مردم شناس اور مخیر تھا۔ مگر دنیا کی طمع نے اسے اندھا اور بہرا کر دیا تھا۔ اور وہ اس وقت اس فکر میں تھا کہ کسی طرح معزالدین کا کام تمام کر کے خود بادشاہ ہو جائے۔ اس منصوبے سے خاندان بلبنی کے ارکان اور اس خاندان کے ہواخواہ منتشر و متفرق اور نیست و نابود کیے جا رہے تھے کیخسرو خان شہید کا بڑا بیٹا جسے سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا مع اپنے ساتھیوں کے ملتان سے آتے ہوئے رہتک میں جانوروں کی طرح ذبح کرا دیا گیا۔ خواجہ خطیر سا نیک نام وزیر اور امرائے دولت کی ایک بڑی جماعت معزول، معطل اور منتشر ہو گئی۔ اس اثر اور قوت کے زمانہ میں ایسے لوگوں کے لیے جو "خان شہید" کے نمک خوار رہ چکے تھے اور اس کے خاندان کی ہوا خواہی کا دم بھرتے تھے کیا گنجائش تھی۔ امیر خسرو اور امیر حسن اُسی زمرہ کے لوگوں میں تھے جن سے ملک نظام الدین کھٹکتا رہتا تھا۔ اس لیے معزی دربار کے ابتدائی نقشہ سے یہ دونوں درخشاں تصویریں غائب ہیں۔ اس زمانہ میں امیر خسرو نے "خاں جہاں" نامی ایک امیر کی ملازمت اختیار کر لی، اور امیر حسن بھی ممکن ہے کہ کسی امیر کے مصاحب ہو گئے ہوں لیکن

نہ وہ خود اس بارہ میں کچھ کہتے ہیں اور نہ کسی تاریخ یا تذکرہ سے اس کا پتا چلتا ہے۔

سلطان معزالدین کی غفلت اور ملک نظام الدین کی بے اعتدالیوں او امرائے ملک کی تباہی کا حال جب سلطان معزالدین کے باپ بغرا خاں کو جو پہلے لکھنوتی کا گورنر اور معزالدین کے بادشاہ ہوجانے کے بعد وہاں کا خودمختار فرمانروا ہوگیا تھا۔ معلوم ہوا تو وہ ایک طویل خط وکتابت کے بعد ایک کثیر جمعیت کے ساتھ بیٹے سے ملنے اور اُسے سمجھانے کے لیے لکھنوتی سے چلا۔ قرار یہ پایا کہ باپ بیٹے اودھ میں آکر ملیں۔ اس قرارداد کے مطابق باپ اپنے خدم اور حشم کے ساتھ اودھ پہنچکر دریائے سرجو کے ایک کنارے پر اور بیٹا اپنے لاؤلشکر کے ساتھ دوسرے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ طویل گفت وشنید اور قاصدوں کی آمدورفت کے بعد یہ طے پایا کہ باپ دریا عبور کرکے بیٹے کی قیام گاہ میں آئے اور وہ تمام آداب اور مراسم بجالائے جو پادشاہ دہلی کے شایان شان ہیں۔ باپ نے فطری محبت اور مصلحت وقت کے لحاظ سے یہ سب ذلتیں سہنا قبول کیا۔ بیٹے کا دربار نہایت تزک واحتشام اور شان وشوکت سے مرتب کیا گیا۔ بغرا خاں حسب قرارداد داخلہ کے دروازہ سے پاپیادہ سراپردہ میں داخل ہوا، اور "زمین بوس" کے مختلف مقامات پر آداب بجالاتا ہوا بیٹے کے سامنے آیا۔ باپ کی یہ حالت دیکھ کر بیٹے سے نہ رہا گیا۔ بیتاب ہوکر تخت سے اترا اور باپ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ بیحد اصرار اور تپاک سے اسے تخت پر بٹھایا اور خود زانوئے ادب تہ کرکے اُس کے سامنے بیٹھا۔ چند روز باہم ملاقاتوں اور جشنوں کے سلسلے جاری رہے۔ بغرا خاں نے بیٹے کو ملک داری اور جہانبانی کے متعلق

بہت سی نصیحتیں کیں اور اشارۃً اور کنایۃً سمجھا دیا کہ ملک نظام الدین کا وجود اس کی سلامتی اور بقا کے لیے سخت مضر اور خوفناک ہے۔ معز الدین چند روز باپ کی نصیحتوں کا پابند رہا۔ شراب وکباب اور رقص و سرود کے جلسے چند روز موقوف رہے مگر یہ کمبخت عادتیں جب راسخ ہو جاتی ہیں تو ان کا چھٹنا دشوار بلکہ محال ہو جاتا ہے۔ ذرا سی تحریک سے معز الدین کی توبہ ٹوٹ گئی اور پھر وہی عیش کی راتیں اور عشرت کے دن لوٹ آئے۔ سلطان معز الدین نے اگرچہ چند ہی روز میں باپ کی سب نصیحتیں بھلا دی تھیں مگر باپ کی دردانگیز اور عبرت خیز ملاقات کی یاد تازہ تھی اور چاہتا تھا کہ اس کے تمام واقعات نظم کے پیرایہ میں آجائیں۔ ملک نظام الدین اگرچہ ابھی تک زندہ تھا مگر اس کا درباری اثر زائل ہو چکا تھا اس لیے لوگوں نے اس کام کے لیے امیر خسرو کا نام لینے کی جرأت کی۔ ہمارا قیاس یہ ہے کہ امیر خسرو اس زمانہ میں خان جہاں کے ساتھ اودھ ہی میں تھے اور وہ باپ بیٹے کے اتحاد اور مصالحت پر ایک قصیدہ بھی لکھ چکے تھے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:-

زہے ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد
پسر پادشاہے پدر نیز سلطاں کنوں ملکہ میں چوں دو سلطاں یکے شد

معز الدین نے اس مشورہ کے مطابق امیر خسرو کو بلا کر یہ کام اُن کے سپرد کیا اور امیر موصوف نے چھ مہینے کے اندر مثنوی "قران السعدین" تمام کی۔ اس زمانہ میں امیر حسن کا کہیں پتا نہیں چلتا کہ وہ کہاں اور کس شغل میں تھے۔ بظاہر ان کا کوئی تعلق دربار شاہی کے شعراء یا ندماسے نہ تھا۔ خود امیر خسرو کا تعلق

مغزی دربار کے ساتھ ایک سال سے زیادہ نہیں رہا۔ کیونکہ ۶۸۸ھ ہجری میں "قران السعدین" کا کام ان کے سپرد ہوا اور ۶۸۹ھ میں سلطان معز الدین تین سال اور چند ماہ حکومت کر کے مرگیا۔ سلطان معز الدین کے مرنے کے بعد تین چار مہینے کے اندر ہی ترکوں کی ترکی تمام ہوگئی اور خلجیوں کا ستارہ چمکا۔

خلجیوں میں پہلا تاجدار سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر (۷۰) سال کی تھی۔ یہ بادشاہ مکارم اخلاق، دینداری، جوانمردی، حلم و بردباری، عدل گستری میں اپنا آپ ہی نظیر تھا۔ شعر و سخن کا قدر دان اور خود بھی شعر کہتا تھا۔ صاحب "منتخب التاریخ" نے اس کے یہ شعر نقل کیے ہیں ؎

اے زلف پریشانت ژولیدہ نمیخواہم — واں روئے چو گلنارت تفسیدہ نمیخواہم
بے پیرہنت خواہم یک شب بکنار آئی — ہاں بانگ بلند است ایں پوشیدہ نمیخواہم

گوالیار کے محاصرہ کے زمانہ میں وہاں ایک عالیشان گنبد بنوایا تھا اور اس کے کتابہ کے لیے خود یہ رباعی تصنیف کی تھی۔

مارا کہ قدم بر سر گردوں ساید — از تودۂ سنگ و گل چہ قدر افزاید
ایں سنگ شکستہ زاں نہادیم درست — باشد کہ دل شکستۂ آساید

یہ رباعی سعد منطقی اور دوسرے درباری شعراء کو سنائی اور ان سے چاہا کہ اسکے عیب و صواب بیان کریں۔ درباری شعراء سے بجز تعریف اور توصیف کے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ میری خاطر سے ایسا کہتے ہیں۔ اس رباعی میں جو خامیاں رہ گئی ہیں انہیں میں خود ایک دوسری رباعی سے رفع کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد یہ رباعی کہی۔

باشد کہ دریں جا گزر کس باشد کش خرقہ ردائے چرخ اطلس باشد
شاید کہ زمین قدم میبوسش یک ذرہ بما رسد ہماں بس باشد

صاحب تاریخ "فیروز شاہی" لکھتے ہیں کہ "جلال الدین کی لطافت طبع اور شناخت ہنر کی اس سے بہتر اور روشن تر دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے امیر خسرو پر جو شعرائے اولیں و آخرین کے سر دفتر ہیں، اپنے عرض ممالکی کے زمانہ میں خاص توجہ بذول کی تھی اور بارہ سو تنگہ جو اُن کے والد کی مواجب تھی ان پر جاری کردی تھی اور خلعت گھوڑا اور انعام اپنی طرف سے دیا تھا' ان کے حال پر بیحد نوازش اور مہربانی اور عنایت کرتا تھا۔ بادشاہ ہونے پر انہیں اپنا مقرب اور مصحف دار بنایا' اور جو خلعت امرائے عظام کے لیے مقرر تھا وہی امیر خسرو کے لیے مقرر کیا اور اسی بنا پر ان کے نام کے ساتھ امیر کا خطاب مستعمل ہونے لگا۔ سلطان جلال الدین کے ہم صحبت اور ہمنشین اس زمانہ کے چیدہ اور منتخب لوگ تھے مثلاً ملک تاج الدین کوچی' ملک اعزالدین غوری' ملک قیر' ملک نصرت صباح ملک چپ' ملک کمال الدین ابو المعالی' ملک نصیرالدین کہرامی' ملک سعدالدین منطقی یہ لوگ ظرافت و لطافت طبع میں مشہور روزگار تھے۔ طبقۂ ندما میں تاج الدین عراقی' امیر خسرو' موید جاجرمی' پسر ابیک دعاگو' موید دیوانہ صدر عالی۔ امیر ارسلان کلاہی' اختیار باغ اور تاج خطیب سے انشار پرداز دانشور' مورخ اور آداب داں لوگ شریک تھے۔ امیر خسرو روز نئی نئی غزلیں کہہ کر لاتے تھے' بادشاہ کو ان کے کلام کے ساتھ ایک قسم کی شیفتگی ہوگئی تھی وہ امیر موصوف کو بے شمار انعام اور اکرام دیتا تھا سلطان کے

دربار کے غزلخواں، ساقی، اور مطرب بھی ایسے ہی مشہور و معروف اور بے مثل لوگ تھے۔ غرضکہ سلطان جلال الدین کی یہ صحبتیں ایسی پر لطف اور دلکش ہوئی تھیں کہ دنیا میں ان کی مثال کا ملنا مشکل تھا۔"

اس دلکش اور لطف انگیز مرقع میں کہیں امیر حسن کی صورت نہیں نظر آتی اور نہ کہیں ان کا نام ملتا ہے۔ البتہ علامہ بدایونی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "امیر خسرو سلطان معزالدین کے انتقال کے بعد سلطان جلال الدین کے ہمنشین ہوئے، شاہی قرآن ان کی تحویل میں رہتا تھا اور ہر سال ایک بھاری خلعت پاتے تھے۔ اسی طرح امیر حسن بھی اس کے ندیموں میں داخل تھے۔" علامہ موصوف نے امیر حسن کے ندما میں شریک ہونے کا واقعہ معلوم نہیں کہاں سے لیا ہے۔ ضیاء الدین برنی جو امیر حسن کے بے تکلف دوست اور بے حد مداح ہیں، اور جنھوں نے سلطان جلال الدین کے ساقیوں، غزلخوانوں اور مطربوں کا نام بنام ذکر کیا ہے اپنے دلی دوست امیر حسن کے ندما میں شریک رہنے کے واقعہ کو کس طرح چھوڑ سکتے تھے، علاوہ اس کے ان کے کسی دیوان میں جلال الدین کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں پایا جاتا، اس لیے ہمارا رجحان اسی طرف ہے کہ امیر حسن کو سلطان جلال الدین کے عہد میں بھی شاہی دربار تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا اور ان کا تعلق بدستور لشکر شاہی سے رہا۔ ان کے اس تعلق کا پتا ان کی کتاب "فوائد الفواد" کے مختلف مقامات سے چلتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اب میں نے لشکر ہی میں رہنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ آج میں آٹھ مہینے کی غیر حاضری کے بعد (حضرت سلطان المشائخ کی) دولت پابوس

سے مشرف ہوا۔ غیر حاضری کا سبب یہ تھا کہ میں دیوگیر کے لشکر کو گیا ہوا تھا۔ تیسری جگہ شمس دبیر کے ذکر میں کہتے ہیں کہ جس سال سلطان غیاث الدین لکھنوتی گئے تھے میں بھی لشکر میں تھا اور شمس دبیر جو میرے قرابتدار ہیں وہ بھی اسی لشکر میں تھے۔ میرا ان کا خشکی اور تری میں ساتھ رہا۔ کھانا پینا بھی ایک ساتھ تھا۔ چوتھی جگہ ۱۶ شعبان ۷۰۷ھ کی ایک صحبت میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کیا کہ جو شخص لشکر میں جاتا ہے اس کے دل میں یہ آتا ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو خدمتگار کو وصیت کر جائے کہ وہ اسے وہیں دفن کردے نعش کو دور و دراز مقامات سے شہر میں لانا نہایت بیہودہ حرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ یہی مناسب ہے۔ ایک جگہ اپنے افلاس کے ضمن میں فرماتے ہیں ؎

اکنوں کہ وقت لشکری آمد چہ ساں روم
اسپم گرو، سلاح گرو، چارپا گرو

غرضکہ ان اقتباسات اور شاہی لشکر کے ساتھ جانے آنے سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ انہیں فوجی خدمات سے کوئی تعلق تھا خواہ وہ زمرۂ اہل سیف میں ہوں یا اہلِ قلم میں۔ قدیم زمانے پر منحصر نہیں ہے اس زمانہ میں بھی ہر فوج اور لشکر کے ساتھ اہل قلم کی ایک جماعت کا رہنا لازم ہوتا ہے۔

سلطان جلال الدین کو علاء الدین اس کے داماد اور بھتیجے نے کڑے میں بلا کر نہایت بیرحمی اور دغا سے قتل کرادیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ مولانا ضیاء الدین برنی نے علاء الدین کے عہد کے دس عجائبات بیان کیے

ہیں۔ وسوال جسے وہ "اعجب العجائب" کے نام سے موسوم کرتے ہیں یہ ہے کہ "بغیر علاء الدین کے ارادہ اور اہتمام کے اس کے عہدِ حکومت میں ہر قوم کے بزرگ اور ہر علم کے استاد اور ہر ہنر کے ماہر اس قدر جمع ہو گئے تھے کہ دار الملک دہلی رشک بغداد غیرت مصر اور ہمسر قسطنطنیہ ہو گیا تھا۔ مولانائے موصوف نے اس زمانہ کے مشائخ، علماء، سادات، واعظین، ماہران فنِ قرأت، ندما، مورخین، اطبا، منجمین اور سرود گویوں اور شعرا کا بہ تفصیل ذکر کیا ہے۔ طبقۂ شعرا میں پہلا نام امیر خسرو کا اور دوسرا نام امیر حسن صاحب تذکرہ ہذا کا ہے۔ اس کے بعد صدر الدین عالی فخر الدین قواس، حمید الدین راجہ، مولانا عارف، عبید حکیم، شہاب انصاری، اور صدر بستی کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کا نظم و نثر میں ایک خاص انداز اور مخصوص طرز تھا اور سب صاحب دیوان تھے۔ امیر خسرو سے شعرا اگر سلطان محمود غزنوی یا سنجر سلجوقی کے عہد میں ہوتے تو معلوم نہیں ان کو کتنی جاگیریں ملتیں اور کیا کیا عزت اور توقیر کیجاتی مگر سلطان علاء الدین ایسے نادر روزگار شعراء کو صرف ایک ہزار تنگہ مواجب "دیوان عرض" سے دیتا تھا اور ان کی کوئی خاص عزت یا احترام نہیں کرتا تھا۔ باوجود اس بے پروائی اور بے التفاتی کے خدائے تعالیٰ نے اس کے عہد کو ایسے اعجوبہ روزگار استادوں اور ہنرمندوں کی ذات سے مزین اور آراستہ فرمایا تھا۔ غرضکہ سلطان علاء الدین ہی کا عہد ایسا عہد ہے جس میں امیر حسن کو شاہی دربار سے تعلق رہا۔ ان کے دیوان میں اسی بادشاہ اور اوس کے اعزہ کی مدح میں قصائد اور قطعات ملتے ہیں۔ کسی دوسرے بادشاہ کی

مدح میں ایک شعر بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ خود جا بجا اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہوگا۔ ؎

حسن را از غم و اندیشہ و رنج و محن بودے
زباں ساکت، قلم ساکن، معانی کم، سخن کمتر
کنوں ے یمنت از جاہ و جود و بذل و عدل شہ
سخن بسیار، و فضل افزوں، و شعر آساں سخن از بر

حسن کیں آستان کہف عصمت یافت در عالم
کمینہ مادح و کمتر سگ ایں آستاں بادا

جانِ من بندہ حسن شاداں زجاں بخشی شاہ
حرز جان خویشں کردم مدح ایں درگاہ را

بندہ حسن چو از کرم شاہ قایم است
اول دعائے شاہ کند پس دعائے خویش

حسن دورِ سخن بر پادشہ نوش | کہ ایں معنی دریں دوراں تو داری

ایں روز خوش کہ دارم در دور شاہ حقا | ہرگز شبے زمانہ ننمود جز بخوابم

سلطان علاءالدین کہ باد از حق نظرہا سوئے او
الحق زچشم مرحمت دارد نظرہا سوئے من
چونانکہ من بندہ شدم درگاہ شاہنشاہ را
گیتی غلامم می شود ترک فلک ہندوئے من

سُلطان علاءالدین نے تقریباً اکیس سال حکومت کرنے کے بعد ۷۱۶ھ میں انتقال کیا۔ اس کے انتقال سے سلطنت کا تمام نظم ونسق درہم برہم ہوگیا۔ ملک کافور نے جس کا خطاب "ملک نائب" تھا اور جو سلطان علاءالدین کا بڑا معتمد علیہ اور قوی ہوگیا تھا، امرائے دولت کو جمع کرکے علاءالدین کا ایک وصیت نامہ پیش کیا جس میں خضر خاں اپنے بڑے بیٹے کو ولیعہدی سے علٰحدہ کرنے اور اس کی جگہ شہاب الدین اپنے چھوٹے بیٹے کو جس کی عمر پانچ چھ سال کی تھی ولیعہد مقرر کرنیکا ذکر تھا۔ امرائے دولت نے کچھ اس جعلی وصیت نامے اور زیادہ تر ملک کافور کے اقتدار سے مرعوب ہوکر شہاب الدین کی بادشاہی قبول کی اس طور سے سلطنت کا تمام کاروبار ملک کافور کے ہاتھ میں آگیا۔ ملک کافور اپنے چند روزہ اقتدار کو نہایت بُری طرح اور بیحد ظالمانہ طریقہ سے کام میں لایا۔ خضر خاں کو جو گوالیار کے قلعہ میں علاءالدین کی زندگی میں محبوس تھا اندھا کرادیا اور خضر خاں کی ماں "ملکہ جہاں" کو قید کردیا اور اس کا تمام زر و زیور چھین لیا۔ سلطان علاءالدین کے دوسرے بیٹے شادی خاں کی جو نہایت خوبصورت نوجوان تھا اپنے حجام کے ذریعہ سے دونوں آنکھیں نکلوالیں۔ صرف مبارک خاں تیسرا بیٹا رہ گیا اسے ایک حجرہ میں بند کرکے کچھ لوگ اس غرض سے بھیجے کہ اسے بھی اندھا کردیں

شہزادہ ان لوگوں کو آتا دیکھ کر ان کا مقصد سمجھ گیا۔ اس کے گلے میں جواہرات کا ایک بیش بہا ہار تھا وہ ہار اس نے بڑھ کر ان لوگوں کے نذر کیا اور وہ احسانات انہیں یاد دلائے جو سلطان علاء الدین نے ان کے ساتھ کیے تھے۔ ان لوگوں کو رحم آگیا۔ اور وہ مبارک خاں کو اسی طرح چھوڑ کر چلے گئے۔ ملک کافور بقیہ خاندان اور امرائے علائی کی قلع قمع کی فکریں کر رہا تھا۔ اور اس سے غافل تھا کہ قضا و قدر خود اس کی فکر میں ہے۔ پائیکوں کی ایک جماعت نے رات کے وقت ملک کافور کی خوابگاہ میں داخل ہو کر اس خواجہ سرا کا خاتمہ کر دیا اور صبح مبارک خاں کو قید سے نکال کر پہلے سلطان شہاب الدین کا نائب اور دو سال کے بعد بادشاہ بنا دیا۔ بادشاہ ہو کر اس نے اپنا خطاب سلطان قطب الدین قرار دیا۔ یہ دو سال کا زمانہ ایسے ہنگامے اور پریشانی کا تھا کہ اس میں کسی سے علم پرستی اور معارف نوازی کی کیا امید ہو سکتی تھی۔ البتہ سلطان قطب الدین کی تخت نشینی کے بعد ایک گونہ سکون کی صورت پیدا ہوئی۔ امیر خسرو نے اول ہی سال جلوس میں مثنوی "نہ سپہر" لکھ کر پیش کی اور سلطان قطب الدین نے حکم دیا کہ امیر موصوف کو ایک ہاتھی کے ہموزن روپیہ انعام میں دیا جائے جو اس وقت تک کسی بادشاہ نے نہیں دیا۔ اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"شہا، گنج بخشا، کرم گسترا — معانی شناسا، سخن داورا
چنیں بخششے کز تو جم یافتم — در ایام پیشینہ کم یافتم
کنوں لابد از سحر سنجے چو من — بہ اندازۂ بخشش آید سخن

ہاتھی کے ہموزن روپیہ دینے کے متعلق مختلف روایتیں مشہور ہیں اس زمانہ میں

ہاتھی کا وزن کر لینا ذرا بھی مشکل نہیں مگر اُس زمانہ میں یقیناً ایک مشکل مسئلہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس طرح حل کیا گیا کہ ایک کشتی پر ہاتھی سوار کرا گیا اور اس کے وزن سے کشتی جتنی پانی کے اندر گئی اس پر نشان کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہاتھی کو اُتار اس پر روپے بار کیے گئے، اور جب ان کے وزن سے کشتی اس خط کے برابر پانی کے اندر اتر گئی اس وقت یہ سمجھا گیا کہ روپے ہاتھی کے ہموزن ہو گئے۔ سلطان قطب الدین ایک عیاش اور بے خبر حکمراں ثابت ہوا اس کے عہد میں وہ قواعد اور ضوابط جو سلطان علاء الدین نے اس قدر خوض و فکر اور خونِ جگر کھا کر بنائے اور نافذ کیے تھے وہ سب برطرف اور منسوخ ہو گئے۔ اس کی صحبت شاہدوں، مسخروں، اور بھانڈوں سے گرم رہتی تھی۔ خسرو خاں ایک بروار بچہ پر فریفتہ تھا اور اسے بڑھاتے بڑھاتے اس قدر بڑھایا کہ اپنا وزیر بنا لیا اور آخرِ کار نہایت ذلت اور خواری سے اسی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ امیر خسرو کو فیاضی کے جوش اور دولت کی مستی میں ایک مرتبہ کثیر انعام دیدینا اس کی علم دوستی یا معارف پروری کا نتیجہ نہ تھا۔ سلطان قطب الدین کے عہد حکومت اور خسرو خاں کی چند روزہ حکمرانی میں جو ۷۱۶ھ سے لیکر ۷۲۱ھ تک چلتی رہی۔ امیر حسن کا دہلی میں موجود رہنا اُن کی کتاب فوائد الفواد سے ثابت ہوتا ہے جو ۷۰۷ھ سے شروع ہو کر ۷۲۲ھ کو ختم ہوتی ہے یہ وہ زمانہ ہے جس میں وہ نہایت عقیدت اور محبت کے ساتھ حضرت سلطان المشایخ کے حاضر باش مریدوں کے زمرے میں شریک اور درباری زندگی سے بالکل علیحدہ نظر آتے ہیں اگر ان کا کوئی تعلق دربار ہوتا تو وہ حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں اس طرح حاضر نہ ہو سکتے تھے کیونکہ

سلطان قطب الدین بقول مولانا ضیاء الدین برنی کے حضرت سلطان المشائخ کا سخت دشمن تھا اور انہیں علانیہ بُرا بھلا کہتا تھا۔ بلکہ بارہا یہ کہہ چکا تھا کہ اگر کوئی شخص حضرت کا سر کاٹ کر لائیگا تو اُسے ایک ہزار تنگہ زر انعام دیا جائیگا۔ تمام ملازمین دربار حضرت موصوف سے ملنے کے لیے غیاث پور جانے سے ممنوع تھے۔ قطب الدین اور خسرو خاں کے قتل کے بعد زمانہ نے اپنے معمول کے مطابق کروٹ بدلی اور خاندان علائی جس کی بنیاد خاک وخون پر قایم ہوئی تھی۔ بہت ہی تھوڑے زمانہ میں خاک و خون میں مل گیا۔ اور خلجیوں کی جگہ زمانہ نے تغلقوں کو صاحب تاج وتخت بنا دیا۔ تغلقوں میں پہلا بادشاہ غیاث الدین تغلق ہوا۔ یہ بادشاہ نہایت منتظم، معتدل مزاج اور بڑا تجربہ کار تھا، جیساکہ امیر خسرو اس کی تعریف میں کہتے ہیں ؎

کارے نکرد جز بکمالات علم و عقل گوئی کہ صد عمامہ بزیر کلاہ داشت

اس نے بہت جلد ان تمام خرابیوں اور نقصوں کی اصلاح کرلی جو سلطان قطب الدین اور خسرو خاں کی بے اعتدالیوں سے انتظام مملکت میں پیدا ہوگئے تھے۔ دینے لینے میں بھی وہ اعتدال پسند تھا نہ رعایا سے زیادہ لیتا تھا اور نہ دوسروں کو زیادہ دیتا تھا۔ اس کی داد و دہش نہ اسراف اور تبذیر کی تعریف میں آسکتی تھی، اور نہ اس پر بخل اور امساک کا اطلاق ہوسکتا تھا۔ وہ ہر خوشی کے موقع مثلاً شاہزادوں کے تولد، ان کی دوسری تقریبوں، اور فتوحات ممالک پر دہلی کے تمام سربرآوردہ بزرگوں، عالموں، استادوں، مدرسوں، مذکروں اور طلبہ کو شاہی دربار میں طلب کرکے ہر ایک کی حیثیت کے مطابق انعام

و اکرام دیتا تھا۔ اور جو گوشہ نشین اور آستانہ دار حاضر نہ ہو سکتے تھے ان کے پاس ان کا حصہ بھجوا دیتا تھا غرضکہ اس کے عہد حکومت میں ہندو مسلمان خاص و عام شہری اور لشکری سب بہ اطمینان تمام زندگی بسر کرتے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کو زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی چار سال چند ماہ حکومت کرنے کے بعد بنگالہ سے واپس ہوتے ہوئے اس کوشک میں ٹھیرا جو اس کے بیٹے سلطان محمد نے اس کے لیے بنوایا تھا۔ قرارداد یہ تھی کہ بادشاہ رات کو وہیں رہے اور صبح کو تغلق آباد میں داخل ہو جو بنگالہ کی فتح کی خوشی میں نہایت تزک و احتشام سے سجایا گیا تھا۔ بادشاہ نے اپنے تمام امراء دولت کے ساتھ وہیں کھانا کھایا۔ امراء وغیرہ ہاتھ دھونے کے لیے باہر گئے اتنے میں نو تعمیر مکان کی چھت گر پڑی اور بادشاہ پانچ چھ آدمیوں سمیت اس کے نیچے دبکر مر گیا۔ اور جو شہر جشنوں اور جلسوں کے لیے اس قدر اہتمام اور کوشش سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا وہ چشم زدن میں ماتم کدہ بن گیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق کو انتظام مملکت نے اتنی فرصت نہ دی کہ وہ علوم و فنون کی پرورش اور ترقی کی طرف توجہ کر سکے اس لیے اس کے عہد میں علماء فضلاء اور شعراء کی کوئی ممتاز حیثیت نظر نہیں آتی اور نہ اس طبقہ کے لوگوں کا اس کے عہد کی تاریخ میں کوئی تذکرہ ملتا ہے۔ اس زمانہ میں بیچارے امیر حسن کی بحیثیت شاعر کے کیا پرسش ہو سکتی تھی۔

امیر حسن کے اخلاق، عادات اور دوسرے حالات

امیر حسن کے عادات اور خصائل کے معلوم ہونے کا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں بجز اس کے جو مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ یا خود ان کی کتاب "فوائد الفواد" سے مستنبط ہوتا ہے

مولانا موصوف ان کی نسبت جو کچھ لکھتے ہیں اس کی تفصیل اس طرح کیجا سکتی ہے کہ امیر حسن کے اخلاق اور عقائد پاکیزہ تھے۔ وہ نہایت ذی عقل اور پابند وضع لوگوں میں تھے ان کی زندگی صوفیانہ تھی اور باوجود تجرد اور تفرد اور اسباب دنیا نہ ہونے کے ہمیشہ قانع اور خوش و خرم اور مرنج و مرنجان نظر آتے تھے۔ علم مجلس میں طاق اور علما اور فضلائے دہلی اور سلاطین ماضیہ کے حالات سے خوب واقف تھے۔ ان کی قناعت اور ان کے پاس اسباب دنیا نہ ہونے کی تصدیق تو خود ان کے اشعار سے ہوتی ہے جو جابجا بے اختیار ان کے قلم سے نکل گئے ہیں ؎

صیاد مرا یکے بیاموز — دولت بکدام دام گیرند

حدیث مفلسی من کہ نیست حد و قیاسش
بجملہ شہر رسید و بشاہ ما کہ رساند

گر حسن افلاس می ورزد مرنج — مایہ عاشق تہیدستی بود

حسن ہرچند مفلس شد زیادت گنج ہا دارد — در ادبارش چہ می بینی بہ اقبال نو می نازد

مائیم یک قبا شدہ آن یک قبا گرو — در دست چرخ خانہ بہائے مرا گرو

اکنوں کہ وقت لشکری آمد چہ سان روم — اسپم گرو، سلاح گرو، چار پا گرو

کس نیست تا کہ کوزہ آبے دہد مرا — شادی گرو، ملیح گرو، زیرکا گرو[1]

یک خانہ پر کتاب کنوں کاغذے نماند — حجت گرو، قبالہ گرو، ماجرا گرو

عالم ز بینوائی اکنوں چناں شدہ — بر خلق می نہم چو حسن خویش را گرو

[1] یہ شاعر کے غلاموں کے نام ہیں۔

قناعت کا پتا اس سے چلتا ہے کہ ان کی مدت زندگی میں کئی خاندان حکمراں ہوئے اور بعض بادشاہ ان میں شعر وسخن کے دلدادہ اور فدائی تھے مگر وہ ان سب درباروں سے علیحدہ رہے۔ سلطان علاء الدین ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے زمانہ میں معلوم نہیں کس طرح ان کا بے لوث دامن بادشاہوں کی بیجا مداحی کی گرد سے ملوث ہوگیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو انکا شمار ان معدودے چند شعراء میں ہوتا جو ہمیشہ اس گرد مزلت سے دامن بچا کر چلے ہیں۔ امیر خسرو نے باوجود تمام عمر بادشاہوں کی مداحی کرنے کے سچ کہا ہے۔ ؎

از گفتن مدح دل بمیرد ‌ ‌ ‌ شعر ارچہ تر و فصیح باشد
گردو نہ نفس چراغ مردہ ‌ ‌ ‌ گر خود نفس مسیح باشد

امیر حسن کے دوست احباب ہمیشہ ان کو ترغیب دیتے اور تحریص کرتے رہے کہ آپ کو جد وجہد کرکے اپنی معاش میں ترقی کی فکر کرنی چاہیئے مگر انہوں نے مطلق اس کی طرف توجہ نہیں کی جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

چند گوئی کہ در دولتیاں لازم گیر ‌ ‌ ‌ ہم دریں محنت و محنت کدہ بگزار مرا

حضرت سلطان المشائخ کی بیعت سے پہلے اتنا ضرور مستنبط ہوتا ہے کہ ان کی زندگی ایک حد تک آزادانہ اور لاابالی تھی "فوائد الفواد" کی پہلی ہی صحبت میں حضرت سلطان المشائخ نے غالباً انہیں کے استفسار پر تائب اور متقی کے متعلق ایک تقریر فرمائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ متقی وہ ہے جس نے تمام عمر شراب نہ پی ہو اور کوئی گناہ نہ کیا ہو اور تائب وہ ہے جس نے سب کچھ کیا ہو اور بعدہٗ توبہ

کرلی ہو۔ مرتبہ میں دونوں مساوی ہیں۔ جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" دُوسری جگہ لکھتے ہیں کہ استقامت توبہ کا ذکر آیا ارشاد ہوا کہ جب کوئی شخص شراب سے توبہ کرتا ہے تو اس کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ اس کو پھر شراب کی طرف مائل کرتے ہیں اور ترغیبیں دلاتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کے دل میں تھوڑی بہت شراب کی خواہش باقی ہوتی ہے اگر دل پورے طور سے صاف ہو جاتا ہے تو پھر کوئی ہم نشین اس کی توبہ کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔ اور یہی صدق توبہ کی دلیل ہے علاوہ اس کے جا بجا اپنے اشعار میں توبہ کا ذکر کرتے اور اپنی گذشتہ زندگی پر تاسف کرتے نظر آتے ہیں جیساکہ اشعار مندرجۂ ذیل سے ظاہر ہوگا ؎

یک سر مو دلت سفید نشد — ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند
اے حسن توبہ آنگہے کردی — کہ ترا طاقت گناہ نماند

اے جوانی ہمہ در حشو سر آوردہ حسن
وقت تقبیل حواشی بساط پیر است
جز سیہ کاری نکردی تا سیاہت بود موے
چوں سفیدت شد کنوں بعد از سیاہی رنگ نیست
چوں حسن آنکہ از گنہ در نگزشت آں منم
آنکہ گناہ بندگاں در گزراند آں توئی
بسیار خطا کردی باز آے حسن اکنوں — روے بہ زمیں آور در ویشی درویشاں

زاں ندیمیہا کہ میکردے پشیماں شد حسن آرے آخر از پشیمانی بود حرف ندیم

یہ سب کچھ سہی مگر ان کا دوستوں کے ایک مجمع کے ساتھ "حوض شمسی" پر بیٹھکر علانیہ شراب پینا جیساکہ شیخ جمالی لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو اقتباس نشان ۳) ہرگز قرین قیاس نہیں ہے جیساکہ ہم آئندہ چل کر دکھائینگے۔ یہ امر یقینی ہے کہ بیعت کرنے کے بعد ان کی زندگی اسلامی نقطۂ نظر سے قابلِ رشک ہوگئی تھی ایک جگہ خود کہتے ہیں۔

حسن ارچہ کج نہادے کلہ کرشمہ بر سر
بہ بر تو بند اکنوں کمر امیدواری

"فوائد الفواد" پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس سختی کے ساتھ نہ صرف فرائض اور سنن بلکہ تہجد، نوافل، اوراد و وظائف کے پابند تھے، اور اُن کی زندگی بعینہ ایسی تھی جیسی ایک اہل اللہ اور حضرت سلطان المشائخ کے ایک با اعتقاد مخصوص مرید کی ہونی چاہیے۔ شیخ جمالی نے اگرچہ اپنی روایت کو مولانا شہاب الدین امام کی طرف منسوب کیا ہے جو بڑے پایہ کے بزرگ اور حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص مریدوں اور خلفا میں تھے مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ روایت انہیں کہاں سے ملی، اور جب تک یہ نہ معلوم ہو اور وہ روایت درایت کے معیار پر ٹھیک نہ اترے اس کا باور کرنا کسی قدر مشکل ہے۔ یہ امور مسلم ہیں کہ امیر حسن ۶۸۶ھ میں مرید اور تائب ہوئے اور یہ سلطان علاء الدین کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔ اگر شیخ جمالی کا بیان تسلیم کرلیا جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ شراب نوشی کا واقعہ بھی ۶۸۶ھ کا ہے۔ لیکن تاریخ فیروز شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ علاء الدین نے ۶۹۹ھ میں قلعہ رنتنبھور کا محاصرہ کیا۔

اثنائے محاصرہ میں اسے ملک کی چند بغاوتوں کی اطلاع ملی، اگرچہ یہ بغاوتیں بآسانی فرو ہوگئیں مگر علاءالدین کو دانشمند اور دوربین مدبرین کی طرح اس کا فکر دامنگیر ہوا کہ آئندہ اس قسم کی بغاوتوں کا قطعی انسداد ہوجانا چاہیے۔ بادشاہ دن بھر محاصرہ کے انتظامات میں مصروف رہتا تھا اور راتوں کو اپنے مشہور صاحب الرائے ملازمین کے ساتھ اس بارہ میں مشورہ کرتا تھا۔ مہینوں کی بحث مباحثوں کے بعد بغاوتوں کے چار اسباب قرار پائے۔ اول بادشاہ کا رعایا کے نیک و بد سے ناواقف ہونا۔ دُوسرے علانیہ شراب خواری جس سے سلطنت کا کوئی راز چھپ نہیں سکتا۔ تیسرے اعیان سلطنت اور امرا کی باہم رشتہ داری۔ چوتھے زر و مال کی فراوانی۔ بادشاہ نے ان چاروں امور کے متعلق قواعد اور ضوابط مقرر کیے ہیں اس موقع پر بحث صرف انسداد شراب نوشی سے ہے اس لیے اسی کا انتظام مختصراً بیان کرینگے۔ علاءالدین اگرچہ ابتداءً خود شراب پیتا اور جلسے کرتا تھا مگر اس تجویز کے پختہ ہوجانے کے بعد اس نے بذریعہ اعلان شاہی شراب اور بھنگ وغیرہ کی خرید و فروخت قطعاً ممنوع کردی اور شہر کے تمام مشہور شرابیوں اور بھنگڑوں کو خارج البلاد کردیا اور جو کثیر محاصل اس ذریعہ سے ملتا تھا اس سے دستکش ہوگیا۔ مخلص اور سچے مصلحین کیطرح اس نے اپنے گھر سے اصلاح شروع کی اپنے مجلس خانہ خاص کا تمام سامان شراب نوشی جو قیمتی چینی اور بلور کا تھا چکنا چور کرادیا۔ اور جتنے قرابے عمدہ عمدہ شرابوں کے تھے وہ سب بیرون شہر بھیجکر اُنڈلوادیے جس سے راستوں میں کیچڑ ہوگئی اور شہر کے دروازوں پر چوکیدار اور نقیب مقرر کردیے کہ چوری چھپے بھی شراب شہر میں نہ آنے پائے۔ جو لوگ ان احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے وہ مارے پیٹے

اور قید کر دیے جاتے تھے۔ جب قید خانوں میں جگہ نہ رہی تو بادشاہ نے بڑے کنوئیں کھدوائے جن میں مجرمین ڈال دیے جاتے تھے۔ علاوہ اس کے اس زمانہ میں قاضی کمال الدین صدر جہاں اور قاضی جلال حاکم شرع تھے جو اس قسم کے غیر مشروع حرکات کے انسداد میں ضرورت سے زیادہ سخت تھے۔ کیا ان حالات میں کوئی شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ امیر حسن ایک مجمع کے ساتھ سرِ راہ بیٹھے ہوئے علانیہ شراب پی رہے ہونگے؟ شیخ جمالی کے بیان کا دوسرا جز یعنے امیر حسن اور حضرت سلطان المشایخ کا ابتدائی زمانہ میں بدایون میں ہم صحبت ہونا بھی محض لغو ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دونوں حضرات کا مسقط الراس بدایون ہے۔ حضرت سلطان المشایخ مسلم طور سے سنہ ۶۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں مع اپنی والدہ ماجدہ کے دہلی تشریف لے آئے جیسا کہ خود حضرت موصوف کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے "بعد ازاں چوں شانزدہ سالہ شدم عزیمت دہلی شد" جو امیر خورد صاحب "سیر الاولیا" نے نقل کیے ہیں۔ اسطورسے حضرت سلطان المشایخ کا دہلی تشریف لانا سنہ ۶۴۹ھ میں قرار پاتا ہے۔ امیر حسن کا سال پیدائش سنہ ۶۵۲ ہجری ہے۔ جس وقت حضرت سلطان المشایخ ترک وطن فرما کر دہلی تشریف لائے ہیں اس وقت تک امیر حسن عالم وجود میں بھی نہ آئے تھے، بدایون میں ان کی ہم صحبتی کجا۔ بیعت کے وقت امیر حسن کی عمر ۲۰ سال کی ہونا بھی غلط ہے، سنہ ۷۰۷ھ میں مرید اور سنہ ۶۵۲ھ میں پیدا ہوئے اس لیے بیعت کے وقت انکی عمر ۵۲ سال کی تھی۔ امیر حسن کا پہلی ملاقات پر معتقد اور مرید ہو جانا بھی تمام دوسری روایتوں کے خلاف ہے۔ امیر خورد نے سیر الاولیا، میں حضرت سلطان المشایخ

کی کرامتوں کا ایک باب قایم کیا ہے اگر فی الحقیقت امیر حسن بقول شیخ جمالی مجلس شراب سے اٹھکر سر و پا برہنہ دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گرے اور تائب ہو گئے ہوتے تو ایسی اہم اور بین کرامت کو امیر خورد کس طرح ترک کر سکتے تھے جیساکہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ امیر خسرو اور مولانا ضیاء الدین برنی کے ساتھ مرید ہونے سے قبل حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں آتے جاتے رہے ہیں اور اس کے بعد بیعت کی ہے۔ غرضکہ شیخ جمالی کے بیان کا کوئی جُز بھی تنقید میں صحیح نہیں ٹھہرتا۔ امیر حسن کی تنگی معاش کی شکایت خود آپ اُن کی زبان سے سُن چکے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ بالکل مفلس نادار اور محتاج تھے۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ جیسی انکے ہم چشموں اور ہمسروں کی مالی حالت تھی ویسی فارغ البالی انہیں نہ تھی ورنہ فوائد الفواد کی ۳ ربیع الآخر سنہ ۷۱۰ھ کی صحبت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے انہیں تنخواہ ملتی تھی۔ اس تاریخ کے واقعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اس ہفتہ میں تنخواہ میں توقف ہو جانے کی وجہ سے پریشان اور دلتنگ تھا۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ حال معلوم کرکے ایک برہمن کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ ایک شہر میں رہتا تھا اور بڑا مالدار تھا اس شہر کے حاکم نے اس پر مصادرہ کرکے اس کا تمام مال و اسباب چھین لیا۔ جس سے وہ بالکل مفلس اور نادار ہو گیا۔ ایک روز برہمن مذکور کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اس کا ایک دوست ملا۔ اس نے حال دریافت کیا۔ برہمن نے کہا بہت اچھا ہے اس کے دوست نے کہا کہ مہاراج تمہارا تمام مال تو چھن گیا ہے حال اچھا کیا ہے۔ برہمن نے جواب دیا کہ میرا جنیو تو نہیں چھنا ہے۔ یہ حکایت بیان

فرما کر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس تقریر کی تقریب تمہاری سمجھ میں آئی۔
میں نے عرض کیا کہ اس حکایت سے بندہ کا دل قوی ہو گیا اور مجھے معلوم
ہو گیا کہ یہ بیان میرے تسکین قلب کے لیے ارشاد ہوا تھا اور اس کا منشاء
یہ تھا کہ توقف مواجب اور اسباب دنیا نہ ہونے کی وجہ سے مجھے رنج و افسوس
نہ کرنا چاہیے اگر تمام دُنیا ہاتھ سے نکل جائے تب بھی کچھ پروا نہیں صرف
حق کی محبت کا قایم رہنا کافی ہے۔ پھر ۲۹، رجب ۷۱۴ھ کی صحبت
میں تقریباً تین سال چند ماہ کے بعد لکھتے ہیں کہ اج دولت قدمبوسی حاصل ہوئی
میری تنخواہ جو بند ہو گئی تھی وہ مجھے مل گئی۔ اس کی اطلاع میں نے عرض کی۔
اثنائے گفتگو میں ارشاد ہوا کہ کاموں میں استقلال اور ثبات کا بڑا اثر ہوتا
ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ تنخواہ پاتے تھے اور اگر یہ تنخواہ سرکار سے تھی
جیسا کہ قیاس چاہتا ہے تو عہد علائی کے دوسرے شعرا کی طرح اس کی مقدار
ایکہزار تنکہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ تنکہ کے متعلق ہم نے کوئی خاص تحقیق نہیں کی ہے
لغت میں اس کے معنی سکہ مروج کے بتائے جاتے ہیں خواہ وہ چاندی کا ہو یا
سونے کا۔ عام طور سے دیکھا یہ جاتا ہے کہ قدیم تاریخوں میں جہاں محض لفظ تنکہ
کا استعمال ہوتا ہے اس سے مراد سکہ نقرئی ہوتا ہے اور جہاں اس کے خلاف
مقصود ہوتا ہے وہاں تنکہ کے بعد طلائی کی تصریح کر دی جاتی ہے۔ ہندستان
کے ابتدائی شاہی خاندانوں کے تنکے مختلف الوزن اور لازمی طور سے مختلف القیمت
رہے ہیں۔ راجہ درگا پرشاد سندیلوی اپنی کتاب گلستان ہند میں لکھتے ہیں
کہ عام طور سے علاء الدین کے عہد کا تنکہ تقریباً ہندوستان کے انگریزی روپے

کے برابر ہوتا تھا۔ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان علاء الدین اپنے دربار کے شعرا کو ایک ہزار تنگہ مواجب دیتا تھا۔ مولانا ضیاء الدین برنی نے یہ امر سلطان علاء الدین کی نا قدر دانی کے ضمن میں بیان کیا ہے اِس سے ظاہر ہے کہ مواجب سے ماہوار نہیں بلکہ سالیانہ مراد ہے۔ اگر ماہانہ ہوتا تو اُس زمانہ کے لحاظ سے جبکہ اعلیٰ سے اعلیٰ گھوڑے کی قیمت ایک سو تیس تنگہ سے زیادہ نہ ہوسکتی تھی اور دو جیتل یعنی آٹھ پائی کو ایک سیر مصری ملتی تھی۔ ایک ہزار تنگہ ماہوار جو قابلیت خرید کے لحاظ سے اس وقت کے دس ہزار سے بھی زائد ہوتے ہیں۔ مولانا ضیاء الدین کو کسی شکایت کا موقع نہ تھا۔ بظاہر قیاس یہی ہے کہ یہ مواجب سالانہ تھی اور اس حساب سے امیر حسن اور امیر خسرو اور دوسرے شعراء کو تقریباً ۸۴ تنگے ماہانہ ملتے تھے جو اس زمانہ کے لحاظ سے معمولی طور سے بسر برد کیلیے کافی تھے چنانچہ فوائد الفواد کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن ایک متوسط حال شخص کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے یہاں نوکر چاکر غلام لونڈیاں تھیں۔ ملیح نامی ایک غلام کو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کے مواجہ میں آزاد کردیا تھا۔ ۱۲ شعبان ۷۰۸ھ کی صحبت میں لکھتے ہیں کہ خواجہ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم صدقہ فطر دیتے ہو؟ بندہ نے بطریق استفہام عرض کیا کہ کیا میرے اوپر اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ ارشاد ہوا کہ اگر نصاب کامل ہو اور وہ لابدی ضروریات سے زائد ہو اس سے لباس اور گھوڑا وغیرہ خارج ہے اگر نقد رقم پاس ہو تو ضرور دینا چاہیے۔ بندہ نے عرض کیا کہ نقد رقم تو نہیں رہتی۔ اسپر کچھ ارشاد نہ ہوا۔ مگر یہ فرمایا کہ اس وقت میرے پاس بہت کچھ ہی

جس زمانہ میں میں بالکل تنگ دست تھا، اس زمانہ میں بھی یہ حدیث سُنکر
کہ روزوں کا انحصار صدقۂ فطر پر ہے۔ قرض دام کر کے صدقۂ فطر دیا کرتا تھا۔
یہ سُنکر بندہ قدمبوس ہوا اور عرض کی کہ بندہ آئندہ سے صدقۂ فطر دیا کریگا۔
ارشاد ہوا کہ یہ صدقہ اپنی اور اپنے غلاموں اور چھوٹے بچوں کی طرف سے دیا کرو
اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ دیوگیر میں تھے تو میرے آزاد خدمتگار
ملیح نے ایک چھوکری پانچ تنکہ کو خریدی تھی جب لشکر وہاں سے چلنے لگا تو چھوکری
کے ماں باپ دس تنکے لیکر آئے اور نہایت عجز و انکسار سے التجا کی کہ دس تنکے
لے کر چھوکری ان کو واپس کر دیجائے۔ چھوکری کے ماں باپ کے رونے پیٹنے کا میرے
دل پر بہت اثر ہوا میں نے ملیح سے کہا کہ تو نے پانچ تنکے میں یہ چھوکری خریدی
ہے دس تنکے میں میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ ملیح راضی ہو گیا اور میں نے
دس تنکے میں اسے لیکر آزاد کر دیا خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا.....

فوائد الفواد سے اسی طرح کے بہت سے اقتباسات پیش کیے جاسکتے ہیں
جن سے مترشح ہوتا ہے کہ امیر حسن متوسط حال شرفا کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔
ان کے تجرد اور تجرید کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس سے صرف یہ سمجھنا
چاہیے کہ انہوں نے اہل و عیال کا جھگڑا اپنے ذمہ نہیں لگایا ورنہ ان کی کتاب
فوائد الفواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بڑے کنبہ والے تھے شمس دبیر کے ساتھ
جو سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے کا معتمد ہو گیا تھا ان کی قرابت تھی
اور ان کے دو بھتیجوں میر جھجو اور شمس الدین کا ذکر اکثر جگہ آیا ہے۔ یہ دونوں بھائی
بھی حضرت سلطان المشائخ کے مرید اور بحد معتقد تھے شمس الدین کے متعلق

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ وہ سلطان المشایخ کے فدائیوں میں تھے اور جب جماعت خانہ میں موجود ہوتے تھے تو جب تک حضرت سلطان المشایخ کا جمال مبارک نہ دیکھ لیتے تھے تحریمہ نماز نہ باندھتے تھے۔ اس طرف اشارہ کرکے امیر حسن کہتے ہیں؎

در اثنائے نماز اے جاں نظر بر قامتت دارم
گر از قامت خوبت قبول افتد نماز من

اس کے علاوہ فوائد الفواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے اکثر بچوں کو تسمیہ خوانی اور پھونک ڈلوانے کے لیے حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں لایا کرتے تھے۔

امیر حسن کی شاعری مسلمانوں سے پہلے ایران میں جو شاعری تھی اس کا کوئی صحیح اور قابل اطمینان نمونہ ابتک دستیاب نہیں ہوا ہے۔ فتح اسلام کے بعد مسلمانوں نے فارسی زبان میں جو شاعری شروع کی وہ بالکل عربوں کے طریقہ پر تھی۔ عرب زیادہ تر قصائد کہتے تھے۔ اس لیے اہل فارس بھی ایک زمانہ تک قصائد ہی کہتے اور اسی میں اپنا زور طبیعت دکھاتے رہے۔ رفتہ رفتہ یہ حالت بدلی اور بعض شعراء غزلیں بھی کہنے لگے، مگر ان کی غزلیں سیدھی سادی، روکھی پھیکی ہوتی تھیں۔ سعدی علیہ الرحمہ نے غزل کا رنگ بدلا، اور ایک حد تک جذبات واردات اور معاملات بیان کرکے غزل کے افسردہ اور مردہ قالب میں ایک نئی رُوح پھونک دی۔ اور اس نازک صنف شعر کو جدید تراش خراش اور نئے جوڑ توڑوں سے ایسا درست کیا کہ اس کا رتبہ کئی درجے بلند اور برتر ہو گیا۔ اگرچہ ابھی اس فن کے بادشاہ یعنی خواجہ حافظ اور دوسرے زعما یعنی فغانی

ع صاحب سیر الاولیاء نے یہ شعر امیر خسرو کی طرف منسوب کیا ہے۔

نظیری، عرفی، کلیم، طالب اور صائب کے آنے میں مدتوں کا وقفہ تھا۔ غرضکہ امیر خسرو اور امیر حسن کے زمانہ میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ ہی کا رنگ سب سے زیادہ کامل اور مقبول سمجھا جاتا تھا۔ اور غزل میں ہر شخص اسی کی پیروی کرنا چاہتا تھا۔ امیر حسن تو درکنار امیر خسرو سے باکمال شخص فرماتے ہیں ؎

خسرو سرمست اندر ساغرِ معنی بریخت
"شیرہ از خمخانہ مستی کہ در شیراز بود

امیر حسن نے تو شیخ کے اتباع کو اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ انہیں ان کے معاصر "سعدی ہند" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ وہ خود بھی جا بجا اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

درخم معنی حسن را شیرۂ نو ریخت عشق
"شیرہ از خمخانۂ مستی کہ در شیراز بود[1]

از نظم حسن نوشد دیباچۂ عشق آرے
جلد بخشش دارد شیرازۂ شیرازی

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است کہ اہل معنی گلچین آں گلستان است

گر نوشی دردے از خم خانۂ درد لے حسن
داد معنی از مے سعدی شیرازی دہی

امیر حسن کے کلام کے متعلق ان کے معاصرین اور متاخرین نے جو رائے قائم کی ہے اور خود ان کا جو دعوٰی ہے پہلے اسے سُن لیجئے اس کے بعد ان کا کلام ملاحظہ فرما کر خود جو رائے قایم ہوسکتی ہو قایم فرمائیے۔

[1] یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اخیر مصرع درحقیقت امیر خسرو کا ہے یا امیر حسن کا یہی حال اس شعر کا ہے ؎
ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے ؛ ما قبلہ راست کردیم بر سمت کج کلاہے

(۱) امیر خسرو جو امیر حسن کے دوست اور معاصر ہیں ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں ؎

خسروا شعر تو اسرار حدیث است مگر
کز سخنہائے تو ام بوئے حسن می آید

اگر یہ کنایہ فی الحقیقت امیر حسن کی طرف ہے تو اس سے امیر خسرو کی اس رائے کا اندازہ ہوتا ہے جو وہ امیر حسن کے کلام کے متعلق رکھتے تھے۔

(۲) ان کے دوسرے معاصرین مولانا ضیاءالدین برنی اور امیر خورد ان کے کلام کے متعلق جو کچھ رائے رکھتے ہیں وہ اقتباسات نشان ۱ و ۲ سے ظاہر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی نظم و نثر صحت ترکیب اور روانی سخن میں بے مثل ہے اور چونکہ ان کی غزلیں وجدانی اور رواں ہوتی ہیں اسلیے وہ سعدی ہندوستان کہلاتے ہیں ان کی جگر سوز غزلیں عاشقوں کے دلوں کے چقماق سے محبت کی آگ نکالتی ہیں اور ان کے دلپذیر اشعار سے سخنوروں کے دل راحت پاتے ہیں۔ اور ان کے روح افزا لطائف سے اہل ذوق لطف اٹھاتے ہیں ان کے کلام میں سعدی کے کلام کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

(۳) دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ "حسن کا دیوان اس زمانہ (نویں صدی ہجری) میں عزیز و مکرم ہے اور جو لوگ سخن شناس ہیں انہیں خواجہ موصوف کے کلام کے ساتھ حسن اعتقاد اور بیحد التفات ہے۔ چونکہ ان کا کلام خواص و عوام میں بہت مشہور اور معروف ہے اس لیے صرف ایک غزل لکھی جاتی ہے ؎

ساقیا مے دہ کہ ابرے خاست از خاور سپید — سرو را سر سبز شد صد برگ را چادر سپید الخ

اکثر فضلا و نے اس غزل کا جواب لکھا ہے مگر کسی کی غزل ان کی غزل کو نہیں پہنچی "۔

(۴) مولانا عبدالرحمٰن جامی بہارستان میں لکھتے ہیں کہ خواجہ حسن نے غزل گوئی میں ایک خاص طرز اختیار کیا تھا۔ اکثر تنگ قافیوں اور غیر معمولی ردیفوں میں شعر کہتے تھے ان کا کلام اگرچہ بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے مگر ایسا کلام کہنا سخت دشوار ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کے اشعار سہل ممتنع کہے جاتے ہیں۔

(۵) ملک الشعرا فیضی کا قول تھا کہ " امیر حسن آنے دارد کہ عاشق آں تواند شد اگرچہ امیر خسرو یوسف زمان بود" ایک فخریہ قطعہ میں لکھتے ہیں۔

وگر از علم من سخن طلبی　　　بر زبانم جہاں جہاں سخن است
وگر از پیرِ من نظر جوئی　　　روح فیاض خسرو و حسن است

(۶) ہلالی ایک غزل کے مطلع میں لکھتے ہیں۔

ہلالی از کمال شعر دارد منصبِ شاہی
کہ سوز خسرو ست و ناز کیہائے حسن با او

(۷) مولانا شبلی مرحوم شعر العجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حسن کا صنف غزل پر خاص احسان ہے۔ ان کے اشعار سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو سوز و گداز، اور جذبہ و اثر ان کے کلام میں موجود ہے۔ وہ ان کے کشتۂ محبت (امیر خسرو) میں بھی نہیں۔ خود اپنے کلام کے متعلق جو خیالات انھوں نے جابجا ظاہر کیے ہیں گو وہ شاعرانہ انداز اور تعلی کے پیرایہ میں ہوں مگر قابلِ لحاظ ہیں اور ان سے ایک حد تک خود ان کی رائے کا پتا چلتا ہے ؎

پر ستند ز گل نظمم ہم مشرق و ہم مغرب　　　تو بوئے نمی یابی آخر چہ زکامست ایں

برنظمِ حسن دیدم شہرے شدہ دیوانہ زیرا کہ نمی یابند ایں طرز بہ دیوانہا

ایں طرز شیوہ حسن است ورنہ پیش زیں چندیں شکر بعرصہ ہندوستاں نہ بود

بحسن نظم حسن یک زباں شدند ہمہ منش ہمے نہ ستایم بیک زباں تنہا

ہندوے چرخ زہر داد مرا ہمہ ہندوستاں پر از شکرم

ہاں اے حسن از عالم تلخی چہ کشی چندیں از گفتہ شیرینت بارے شکر ارزاں شد

خاست بعہد تو حسن از دو جہاں یگانہ ہم بدیہہ تر سخن ہم بدیع درفشاں

اپنی غزل کی برتری سے خوب واقف ہیں۔

ع شعر حسن شعر متیں، خاصہ غزل سحر مبیں

آں بلبلم کہ شہر پر آوازہ منست کز اوج کنگر فلک آواز میکنم

مست سماع قول من آند اہل ایں دیار اینک ہماں طریق غزل ساز میکنم

اے حسن بر آستین نظم خود نو کن طراز خاصہ ایں ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ

روز قیامت از حسن ہیچ شمار ہر کسے عرض سخنوراں شود در صف شاں علم توئی

حسن را در ہمہ حال آفریں گو — کہ کرد اندر سخن سحر آفرینی

تو بحسن ختم کن خاتم گویاۓ خود — زانکہ براو میشود ختم سخن گستری

ان کی زندگی ہی میں ان کا کلام اس قدر مقبول ہوگیا تھا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلطان المشایخ حالت ذوق وشوق میں قوالوں سے فرمایش کر کے امیر حسن کی غزلیں سنتے تھے۔ امیر خورد اپنی کتاب سیر الاولیا میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر خسرو نے غیاث پورہ میں میرے والد کے مکان میں ایک دعوت کی جس میں حضرت سلطان المشایخ اور شہر کے دُوسرے مشایخ عظام شریک تھے۔ بہلول قوال نے امیر حسن کی یہ غزل گائی۔

زہے ترکے کہ از خمہاۓ ابرو — کماں پیدا کند پنہاں زند تیر

بگوش مدعی کے جاۓ گیرد — مزامیرے کہ ہست اندر مزامیر

اس کے بعد امیر خسرو اپنی ایک غزل گانے کے لیے بیٹھے گر مطلع پڑھکر بند ہوگئے اور سعدی علیہ الرحمہ کی یہ غزل شروع کی ؎

معلمت ہمہ شوخی و دلبری آموخت
جفا و ناز و عتاب و ستمگری آموخت

لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ جب آپ اپنی غزل شروع کرتے ہیں تو ایک یا دو شعر پڑھکر بند ہوجاتے ہیں۔ فرمایا کہ معنی کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ میں حیران ہوکر رہجاتا ہوں۔ اور آگے نہیں چل سکتا۔ امیر حسن کا دیوان ان کی زندگی ہی میں شایع ہو گیا تھا۔ اور وہ اس قدر وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا

تھا کہ لوگ اسے سبقاً سبقاً استادوں سے پڑھتے تھے۔ چنانچہ امیر خورد اپنی نسبت لکھتے ہیں کہ انھوں نے حسن کا دیوان قاضی شرف الدین نامی ایک بزرگ سے پڑھا تھا ایک شاعر کی زندگی میں اس کے کلام کی اس قدر وقعت ایک بڑی کامیابی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حسن کے مخالف اور معاند نہ تھے۔ کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا ہے۔ امیر حسن کی نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی کچھ فرومایہ لوگ ایسے موجود تھے جو دوسروں کا کلام اپنی طرف منسوب کرکے حسن کا مقابلہ اور ان کے کلام پر اعتراض کرتے تھے۔ جن کے متعلق فرماتے تھے۔

از سخن دزدی نیارد شد کسے صاحب سخن — دیو گر انگشتری دزدد سلیماں کے شود

از فضول حاسداں فضل حسن مخفی نماند — آفتاب اندر پر خفاش پنہاں کے شود

شعراء کے کلام کی تنقید کا آج کل یہ طریقہ عام طور سے رائج ہو گیا ہے کہ اس کا منتخب کلام پیش کرکے ایک رائے قایم کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ طریقہ بالکل اطمینان کے قابل نہیں متصور ہو سکتا۔ کیونکہ کوئی شاعر دنیا میں ایسا نہیں جس کے کلام میں بلند اور پست نہ ہو۔ اس لیے اگر ناقد چاہے تو اسکا بلند اور منتخب کلام پیش کرکے اُسے فن کی اعلیٰ کرسی پر بٹھا سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اس کے سرسری اور پست اشعار سامنے لاکر اُسے کمال کی کُرسی سے کئی درجے نیچے لا سکتا ہے۔ کسی شاعر کے حسن و قبح اور کمال بیر کمال کا اندازہ کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کا کلام بغور پڑھا اور جانچا جائے یہ عذر کہ اس زمانہ میں روز افزوں مشاغل اور تمدنی کاروبار سے کسے اتنی فرصت ہے کہ وہ کل کلام کو رائے قایم کرنے کے لیے پڑھے ہمارے

نزدیک قابلِ قبول نہیں ہو سکتا جنہیں اتنی فرصت یا قابلیت نہ ہو اسے، بقول ہمارے ایک دوست کے، مطلق یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوئی رائے قائم کرے۔

امیر حسن کے کلام کو سرسری طور سے بھی دیکھیے تو مفصلہ ذیل خصوصیات صاف طور سے نظر آتے ہیں۔

(۱) ان کی غزلوں میں درد، سوز و گداز، اور جذبات پوری طور سے موجود ہیں جو غزل کی جان ہیں۔

(۲) ان کی زبان شیریں، رواں، نرم اور لطیف ہے۔ ان کی ہر غزل میں ایک آدھ شعر تیر ہوتا ہے جو دل سے نکلتا ہے اور دل ہی میں جا کر بیٹھتا ہے۔

(۳) مضامین صاف، ترکیبیں سلجھی ہوئی ہوتی ہیں۔ مضامین کے لیے زبان اور محاورہ میں فرق نہیں آنے دیتے۔

(۴) باوجود صوفی ہونے کے ان کے کلام میں صوفیانہ رنگ کم اور عاشقانہ رنگ غالب ہے، جو اُس زمانہ کی خصوصیت ہے۔ اس زمانہ میں صوفیائے کرام جو "ہمہ اوست" کے قائل تھے وہ بھی اس مسئلہ کے علانیہ اظہار سے اجتناب کرتے تھے۔ اور یہی وہ مادہ ہے جس سے بشیتر شعر پر تصوف کا رنگ چڑھتا اور چمکتا ہے۔

(۵) اکثر غزلوں میں صرف قوافی پر اکتفا کرتے ہیں اور ردیف کا سہارا نہیں لیتے اور باوجود اس کے غزل سنبھال لیجاتے ہیں جو ان کے کمال قادر الکلامی کی دلیل ہے۔

(۶) اکثر مشکل اور تنگ قافیے اختیار کرتے ہیں اور متداولہ بحر، ردیف اور قافیوں سے بچتے ہیں۔ ان کے دیوان میں ایسی غزلیں کم ہیں جو متقدمین یا معاصرین کی غزلوں کی بحور اور قوافی میں ہوں۔

(۷) مختصر گوئی میں انہیں خاص ملکہ ہے شعر میں ایک لفظ ایسا لے آتے ہیں جو پورے ایک جملہ کے مساوی ہوتا ہے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

زاشک حسن، حسن را تا لب رسید طوفاں
اے دستگیر عاشق دستے بگیر ور نہ (در سیلاب اشک غرق میشوم و میمیرم)

با حسن گفتی چرا عاشق شدی
صد جوابت ایں سوالت را ولے (از راہِ ادب جواب گفتن نمی توانم)

عقل گوید از چہ دیدی روے گندم گون او
آدم آنجا ہا بلغزید است، مسکیں آدمی (آدمی بیچارہ را چہ یارا کہ نہ لغزد)

مرد نئی تا ہمہ دل خوں نئی
لاف محبت چہ زنی چوں نئی (مرد ہمہ دل خون نئی)

بسیار خطا کردی، باز آے حسن اکنوں
روئے بزمیں آور، درویشی درویشاں (بطفیل درویشی درویشاں)

اسی طرح کے بیسیوں اشعار ہیں۔

(۸) نرد اور شطرنج کے اصطلاحات بکثرت استعمال کرتے ہیں جیسے

تخت شاہیست کہ بر فیل نہد فرزیں بند رُخ دریں عرصۂ منہ بیذق ایں شاہ نۂ
شاہ انجم بر بساطِ آسماں خانہ خانہ از رخت بگریختہ

بیل بند عشق شد بر عرصۂ دل استوار　　شاہ رُخ بنما کہ ماتست از غزائے شاہ شاہ
نرد عشقت پاک می بازم ولے ترسم ازانکہ　　کعبتین چشم غلطانی مرا بازی دہی۔ وغیرہا
بعض غزلیں از سرتا پا شطرنج کے اصطلاحات سے مملو ہیں۔ دیکھو غزل ۱۲۲، صفحہ ۲۵۶

(۹) بعض غزلوں میں ایک خاص لفظ کا التزام کر لیتے ہیں اور کل غزل اسی التزام کے ساتھ تمام کرتے ہیں دیکھو غزل ۸۹، صفحہ ۱۸۷۔ جس میں لفظ "شتر" کا التزام کیا ہے۔ بعض حضرات نے شتر اور حجرہ اور بعض نے شتر اور مو کا التزام کیا ہے انہیں کی سنت ادا فرمائی ہے۔

(۱۰) اپنے معاصرین سے زیادہ ایسی ترکیبیں اور الفاظ استعمال کرتے ہیں جو اِس زمانہ میں متروک ہیں۔ مثلاً

گفتی چو حسن بر من چوں شاد نمی آئی　　من غمزدۂ عشقم چوں شاد نمی آیم
"چوں" بمعنی "زیں" کے استعمال ہوا ہے۔

نزد تو آورد حسن قصۂ عجز و بیکسی　　تو بکمال مرحمت بیکس و عاجزش ممال
"ممال" بمعنی "مگزار"

ال سرو روان گشت ہمی نالم ازایرا　　چوں بلبل ازاں سرو رواں دور شدم باز
"ازایرا" = ازیں جہت یا بدیں سبب

عشقت رسید و ملک دل بگرفت شاہنشاہ شد　　عقلم فضولی می نمود از شغل یکسوں کردمش
"یکسوں" بجائے "یکسو" کے یا "ہرہمہ" بجائے "ہمہ" یا "جزکہ" بجائے "جز" یا "فرمودگی" بجائے "پسندیدہ" کے۔ ان کے کلام میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جنھیں بلحاظ طوالت ہم یہاں درج نہیں کر سکتے

(۱۱) لفظی رعایتوں کا ضرورت سے زیادہ خیال کرتے ہیں جس سے اکثر حالتوں میں شعر اپنے پایہ سے گر جاتا ہے:

گفتم ز باغ وصل تو بوئے بمن رسد | آواز از درِ نو بر آمد کہ بار نیست
مرا با خاتم ہمت فلک فیروزۂ آمد | بداں فیروزہ در صفت صفا پیوستہ فیروزم
بکشائے رُخ فرخ وو جِ دہن تنگ | مہرے بخریباں کن و مہرے بگدا بخش
تو بہر وصال گل زنی پر | ما زیر پر فراق بالیم
صبر از برم بجست چو آہو بصید گاہ | آں شہسوار سخت کماں را خبر کنید

رعایت لفظی کی مثالوں سے ان کا دیوان بھرا پڑا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ الفاظ کے تلفظ سے جو رعایت پیدا ہوتی ہے اس سے بھی کام لے لیتے ہیں۔

کو پیک تا پیامے از ما بگل رساند | کاندر غمِ عزیزاں تا چند خوار بودن

(۱۲) ان کے قصائد کو بجز دو ایک قصائد کے قصیدہ کہنا ہی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ قصائد کے جو حدود اساتذہ قدیم مقرر کر گئے تھے اور جو شان و شوکت اور طمطراق ان کے لیے ضرور ہے اس سے ان کے قصائد بالکل معرا ہیں۔ بعینہٖ یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزلوں میں چند اشعار ممدوح کی تعریف میں بڑھا دیے گئے ہیں اور عجب نہیں کہ ایسا ہی ہوا ہو۔

(۱۳) مثنویاں جس قدر ہیں صاف اور قصائد سے زیادہ تر چست ہیں۔

(۱۴) قطعات اور رباعیات اول تو بہت کم ہیں اور جو ہیں اُن میں کوئی خاص بات قابلِ لحاظ نہیں نظر آتی۔

کاپیاں اور پروف دیکھنے میں ہیں اُن کے جو اشعار پسند آئے انہیں

ہم لکھتے گئے تھے جو نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔

منتخب اشعار

دل شد و صبر است پا اندر رکاب — رو کہ سلطاں رفت و لشکر میرود
گفتی کہ چرا جدائی از من — ایں از فلک است از حسن نیست
گفتی کہ بخواب اندر مہماں شومت یک شب — اما تو کجا آئی چوں خواب نمی آید
در عرصات ہمچنیں روئے گشادہ اندر آئے — تا بدعا بدل شود دعوی داد خواہ تو
از حسن ایں چہ سوالست کہ محبوب تو کیست — ایں سخن را چہ جوابست تو ہم میدانی
خلق گویند دل از صبر بجا آور باز — اے دل از صبر نشانے دہ اگر جائے ہست
باز ایں دلم بسوئے دل آرام می رود — از دام جستہ باز سوے دام میرود
طرفہ سروکاریست کہ با وعدۂ معشوق — صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد
دو سہ بار با تو گفتم کہ مرا بہ ہیچ لبستاں — نہ شد اتفاق، شاید کہ بایں بہا گرانم
تلخ کردم جہانیاں را خواب — زاں دعاہا کہ مستجاب نہ بود
اے حسن یار گر خطائے کرد — ہم شکایت از او صواب نہ بود
گفتی کہ چرا حال دل خویش نگوئی — من خود کنم آغاز بپایاں کہ رساند
صبر من بیگانہ تر شد چوں تو برگشتی ز من — آشنا ہر گہ کہ برگردد چہ غم بیگانہ را
زلف از رویت نمیگردد جدا — کافراں را نیست از آتش نجات
یارب منجے برساں تا بپرسمش — کاں آفتاب شب روم از آسمان کیست
زلف تو شفیع محشرم باد — ہر چند کہ نامہ ام سیاہ است

یار یاری کند اگر خواہد   قصۂ من ہنوز براگر است
سنگ بر روئے خود زن آتشے در رخت خویش   اے حسن این سنت دیوانگان عاقل است
دوش چشم ہمہ کس در رہ تو حیران بود   چاشنیٔ خم ابروئے کسے با وے ہست
آب مژہ ما گزران شد ز سر ما   نیکو مثل است اینکہ ہم از ماست کہ بر ماست
مرا بزور گرفتی بمرحمت بگزار   کہ پادشاہ بسے صید را گرفت و گزاشت
یار آوارگی ہمی خواہد   رفتن چ بہانہ افتادہ است
ما گناہے نکردہ ایم ولے   خوئے بد را بہانہ بسیار است
دلم ربودی و ننواختی ہزار افسوس   چنانکہ دلبریت ہست دلنوازی نیست
روزم تو بر فروز شبم را تو نور بخش   ایں کار تست کار مہ و آفتاب نیست
جاں پیش کشم چو تو در آئی   در خلوت دوست جاں نگنجد
ہر چہ بغمزہ میکشی زندہ ہمی کنی بلب   چشم تو جور میکند لعل تو داد میدہد
حسن دعاے تو گر مستجاب نیست مرنج   ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کند
مصلحت نیست کہ پندم دہی اے خواجہ حکیم   ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند
فراق روئے تو بسیار شد چہ چارہ کنم   گر لباس حیاتے کہ ہست پارہ کنم
گرفتم اینکہ بہ بندم زباں ز نالیدن   تپیدن دل بیچارہ را چہ چارہ کنم
بہ شمشاد گفتم جوانی مکن   کہ ما نیز روزے جوان بودیم
دل نہادیم بہ ہر حکم کہ از تقدیر است   ترک تدبیر پسندیدہ ترین تدبیر است
اینست زرگ نغمتی صبر بحالت بلا   دام بلا قبول کن چوں زدہ دم ولا
واللہ ار تیر زنی بر جگرم ہر بارے   از جگر بر کشم و باز بدست تو دہم

اے حسن گر دل تو بشکند از لشکر غمم | عشق را مژدہ نصرت ز شکست تو دہم
گردیدن خود حرام داری | ما کشتن خود حلال داریم
مجنوں لباس عقل و دیں در عشق لیلےٰ چاک زد | پند پدر مانع نشد رسوائے مادر زاد را
عمرے حسن ملازم اصحاب درد بود | بسیار خواستہ کہ ز ایشاں شود نشد
بر دل یار حسن بود فراموش گشتہ | ایں غزل خواندہ شد آں نادرہ گو یاد آمد
گفتی حسن چرا نہ کنی توبہ از شراب | واللہ کہ توبہ کردم و مستی نمی رود
مرد نئی تا ہمہ دل خوں نئی | لاف محبت چہ زنی چوں نئی
چوں شود حالم دریں سیلاب غم | ہم شتر غلطید ہم رخت اوفتاد
گرت روم بفدا عمر دوستاں تو باد | ہزار جان گرامی فدائے جان تو باد
خوں شد دل دیوانہ ام زلفت بہ بازی ہمچناں
آخر رسید افسانہ ام شب را درازی ہمچناں
بازم ایں ساعت ازاں روئے نکو یاد آمد | گل بخندید و مرا خندہ او یاد آمد
با رُخ خوے کردہ بر بام آمدی | چوں گلِ نوخاستہ باراں زدہ
شحنۂ عشقت چہ خواہد از دلم | خیمۂ اندر دہِ ویراں زدہ
مدعی گر نشد از شوق در آتش چہ کند | ہیزم او ہمہ تر بود کجا در گیرد
رفتن باد صبا آمدن گل چہ کنم | من ترا دانم ازیں ہا ہمہ آیند و روند
طبیب علم ندارد ز درد ضربت عشق | چہ سود مند بود شربتے کہ او فرمود
تا چند حسن عشق، شراب و غم شاہد | باز آ کہ ز پیراں نہ پسندند جوانی
ہجر تو علامت قیامت | وصل تو لطیفۂ خدائی

داری تو زخم تیغ رواں از سرشک خوں — روزے میان ما و تو ایں ماجرا رود

روز غم تو مرمرا زار شکست گو شکن — من ز شکستگی خوشم گر تو شکستہ پروری

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ امیر حسن سعدی علیہ الرحمہ کے اتباع پر فخر کرتے رہے ہیں۔ اس امر کے جانچنے کے لیے کہ انہیں اس اتباع میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہم ان دونوں حضرات کی چند ہم طرح اور ہم قافیہ غزلیں پہلو بہ پہلو نقل کرینگے۔

سعدی	امیر حسن
۱۔ آں روئے بیں کہ حسن بپوشیدہ ماہ را	۱۔ اے بر فراز سرو بر آوردہ ماہ را
واں دامِ زلف دانۂ خال سیاہ را	بر ماہ کج نہادہ بشوخی کلاہ را
۲۔ من سرو را قبا نشنیدم کمر کہ بست	۲۔ دل مے بری ز ما بگواہی قد خویش
بر فرق آفتاب ندیدم کلاہ را	اے دوست راست کردہ چہ آری گواہ را
۳۔ گر صورتے چنیں بقیامت در آورند	۳۔ گویند آفتاب پرستند یک گروہ
عاشق ہزار عذر بگوید گناہ را	ما بندہ ایم آں دو رخ ہمچو ماہ را
۴۔ با دوستانِ خویش نگہ میکند چنانکہ	۴۔ اے روئے تو تمام چو مہ در ہمہ صفت
سلطاں نظر کند بہ تکبر سپاہ را	اطراف مہ رقم زدہ خط سیاہ را
۵۔ سعدی حدیث مستی و فریاد عاشقی	۵۔ بندہ حسن ز خط خوشت نسخہ کند
دیگر مکن کہ عیب بود خانقاہ را	ہر گہ کہ عرضداشت کند پادشاہ را

دیگر

سعدی	امیر حسن
وقتے دل سودائی میرفت بہ بستانہا	اے غمزۂ خونریزت تاراج بر جانہا
عیش و طرب آوردے بر لالہ و ریحانہا	کفر سر زلف تو غارتگر ایمانہا

گہ نعرہ زدے بلبل گہ جامہ دریدے گل ‌‌ ‌ بر شحنۂ عشق تو ہر روز ہمی بینم
تا یاد تو افتادم از یاد برفت آنہا ‌ ‌ در کشتن مسکیناں از خط تو فرمانہا
تا عہد بہ تو بستم عہد ہمہ بشکستم ‌ ‌ اے نرگس نو رستہ ایں نوع روا داری
بعد از تو روا باشد نقص ہمہ پیمانہا ‌ ‌ من خستہ ہر خارے تو خفتہ بہ بستانہا
تا خار غم عشقت آویختہ در دامن ‌ ‌ تا روئے نہاں کردی مہری بدہاں کردیم
کوتہ نظری باشد رفتن بہ گلستانہا ‌ ‌ عاشق بتو خوش باشد بلبل بہ گلستانہا
آں را کہ چنیں دردے از پائے در انداز ‌ ‌ بسیار ہمی گویند از حور و قصور آوخ
باید کہ فرو شوید دست از ہمہ درمانہا ‌ ‌ اے آنکہ تواں داری بے تو چکنم آنہا
گر در طلبت رنجے ما را برسد شاید ‌ ‌ اے نقش بدیع تو آرائش ہر ایواں
چوں عشق حرم باشد سہل است بیابانہا ‌ ‌ در نقش تو حیرانم چوں نقش بایوانہا
ہر کو نظرے دارد با یار کماں ابرو ‌ ‌ مانا کہ منجم را معلوم شد از اشکم
باید کہ سپر باشد پیش ہمہ پیکانہا ‌ ‌ کامسال در احکامش بینم ہمہ بارانہا
گویند مگو سعدی چندیں ز غم عشقش ‌ ‌ بر نظم حسن دیدم شہرے شدہ دیوانہ
میگویم و بعد از من گویند بدورانہا ‌ ‌ زیرا کہ نمی یابند ایں طرز بدیوانہا

دیگر

باد گلبوئے سحر خوش مے وزد خیز اے ندیم ‌ ‌ دل بہ دلبر عاقبت تسلیم کردم اے سلیم
بسکہ خواہد رفت بر بالائے خاک ما نسیم ‌ ‌ تا بروں دادم علم از عالم امید و بیم
اے کہ در دنیا نرفتی بر صراط مستقیم ‌ ‌ در کلاہ ہمت درویش تا یک ترک ہست
در قیامت بر صراطت جائے تشویش است و بیم ‌ ‌ ترک جنت خوشترست ہر چہ در جنت نعیم

قلب روے اندوده نستانند در بازار حشر	یافتم الحمد لله هم بکوے عشق دوست
خالصے باید که از آتش بروں آید سلیم	آنچه در الحمد میخواندم صراط مستقیم
غیبت از بیگانه پوشیده است و می بیند بصیر	در گلوے قمریاں از شوق طوقے کرده اند
فعلت از ہمسایه پنهانست و میداند علیم	تو ہماں خط بینی و عارف نوائے یا کریم
نفس پروردن خلاف رائے ہر عاقل بود	آب خضر اندر دہن، شربت چه آری اے طبیب
طفل خرادوست دارد صبر فرماید حکیم	آسماں زیر قدم طالع چه بینی اے حکیم
آنکه جاں بخشید و روزی داد و چندیں لطف کرد	وقت سعدی خوش که خوش میگفت بعذر ہر چه گفت
ہم ببخشاید چو مشتے استخواں بیند رمیم	وقت عذر آوردن است استغفر الله العظیم
سعدیا بسیار گفتن عمر ضایع کردن ست	زاں ندیمہا که میکردے پشیماں شد حسن
وقت عذر آوردن ست استغفر الله العظیم	آرے آخر از پشیمانی بود حرف ندیم

ہم انہیں تین غزلوں پر جو ہم نے دو نو حضرات کے دیوانوں سے بلا کسی خاص لحاظ کے منتخب کری ہیں اکتفا کرتے ہیں۔ جس قدر کلام یہاں درج ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ پرداز خیال، بندش، روانی، سلاست اور سادگی میں امیر حسن شیخ کا پورے طور سے اتباع کرتے ہیں اور انہیں سعدی ہند کا جو خطاب دیا گیا ہے وہ غلط نہیں ہے، شیخ کی تقلید کہو یا زمانہ کا رنگ امیر حسن نے ہزلیات میں بھی ایک نظم لکھی ہے جو صفحہ ۴۰۹ کلیات ہذا پر درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرید اور تائب ہونے سے قبل کی ہے۔ اسی طرح ہم ان کی اور اون کے دوست امیر خسرو کی بھی چار غزلیں جو اُن کے دیوانوں سے سرسری طور سے لی گئی ہیں پہلو بہ پہلو نقل کرتے ہیں تاکہ اس صنف شعر میں دونوں کے کلام کا اندازہ کیا جا سکے۔

امیر خسرو

شبها بروز آمد بسے کز دل نهادی یاد را
جانم ز تن آمد بروں بوئے نه دادی باد را
شد بازوئے ہجرت قوی در کشتن بیچارگاں
چنداں قصاص افزوں کنند عادت شود جلاد را
ایکه میگوئی که وقتے لوح صبرت باد برد
سالها شد تا فرامش کرده ام آں باد را
ایں همه خونابه کاشانم همے زیں روز زد
بهتریں روزے خلل اندازد ایں بنیاد را
چند گریم چوں سیه روئی عشقم از قضاست
آب کے شستن تواند داغ مادر زاد را
تا بسوئے گفت شیریں سست دل خارا و کوه
کندن از ناخن چو گل چیدن بود فرهاد را
نوک مژگان تو در دل ماند خسرو را چنانکه
در رگِ بیمار نشتر بشکند فصّاد را

امیر حسن

دی سوئے سروِ لاله رُخ پیغام دادم باد را
بنوشته خط بندگی آں سوسنِ آزاد را
تا پیش او افتد مگر اینک ز چشم دُر فشاں
درها ذخیره میکنم از بهر پیش افتاد را
مجنوں لباس عقل و دیں در عشق لیلی چاک زد
پند پدر مانع نشد رسوائے مادر زاد را
میخواستم کز دست دل امروز فریادے کنم
گریه گره شد در گلو ره بسته شد فریاد را
دی بعد فرض بامداد از دور دیدم روئے او
من در غزل خواندن شدم رخنه فتاد اوراد را
هر کس رہے دارد ولے چه سود کز خوان ازل
بوسه بخسرو میرسد تیشه زدن فرهاد را
گر عمر انیست اے حسن در پائے خوباں صرف کن
چندیں چه کهگل میزنی دیوار بے بنیاد را

دیگر

باز دل گم گشت در کویش منِ دیوانه را
از کجا کردم نگه آں شکل قلاشانه را
گاه گاه اے باد کانجا هات می افتد گذر

باز نو کردم ز سر عهدے و میخانه را
ساقیا لختے بده آں آفت فرزانه را
باز در زنجیر زلف شاهدان آویختم

زآشنایان کہن یاد دہ آں بیگانہ را
عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نشد
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را
شعلہ گو در جاں بگیر و سینہ گو ز آتش بسوز
شمع زیبا نیست کو رحمت کند پروانہ را
جاں ز نظارہ خراب و ناز او ز اندازہ بیش
ما بہ بوئے مست و ساقی پر دہد پیمانہ را
حاتمم نبود کہ فرمائی بترک نام و ننگ
زانکہ رسوائی نیاموزد کسے دیوانہ را
خسرو است و سوز دل وز ذوق عالم بیخبر
مرغ آتشخوارہ کے لذت شناسد دانہ را

چوں کنم بس می نیایم ایں دل دیوانہ را
یار بہ داند ز سرگردانی عشاق خویش
شمع بہ روشن کند جانبازی پروانہ را
جاں چو جائے عشق او شد عقل را گفتم برو
در حریم محرم او چوں کنم بیگانہ را
ماہ من از چیست کاندر کلبہ ام نائی شبے
یا مگر از گنج روزی نیست ایں ویرانہ را
در دلم صد گونہ غوغائیست گر مہماں شوی
از حضور کعبہ میسازم من ایں بتخانہ را
دل چو رفت از تو نصیحت با کہ گوئی اے حسن
مرغ چوں جست از قفس دیگر چہ ریزی دانہ را

دیگر

یارے کہ از جدائی او ایم گماں نبود
ماہیست بے دیم کہ شبے درمیاں نبود
بیگانہ وار از سر ما سایہ برگرفت
مارا ز آشنائی آں ایں گماں نبود
گل آمد و بباغ رسیدند بلبلاں
واں مرغ رفتہ را ہوس آشیاں نبود

امسال رونق گل تر آنچناں نبود
بے سرو گل بدیدہ بلبل رواں نبود
گلزار بود مجلس و قول مغنیاں
بر قول صوفیاں ہمہ خود بود آں نبود
ایں کارواں گل پس سالے رسید لیک
ماہے کہ در دل ست دریں کارواں نبود

دامانش چون گذاشت حق صحبت قدیم
گیرم که دست هیچ کس در عنان نبود

دانسته ام که از تو ببینم شب فراق
آن روز رستخیز مرا در گمان نبود

جانم بجا و من نیم از زندگان ازانکه
زو بود جمله زندگی من بجان نبود

لعل بتان جواهر غیبم نثار کرد
ورنه مرا چنین صدف در فشان نبود

رفتم ببوی صحبت یاران بسوی باغ
گوئی بباغ زان همه گلها نشان نبود

مرغ ارچه عشق نامه خود خواند با مدام
دستانش را طراوت این داستان نبود

خسرو اگر گل تو زگلزار شد منال
دانی که هیچگه چمنی بی خزان نبود

این طرز شیوهٔ حسن ست ورنه پیش ازین
چندین شکر بعرصهٔ هندوستان نبود

دیگر

گرچه از عقل و دل و دیده و جان برخیزم
حاش لله که من از شوق فلان برخیزم

چیست مطلوب تو تا از سر آن برخیزم
ور بجان حکم کنی از سر جان برخیزم

یکزمان پیش من ای جان جهانم بنشین
تا بدان خوشدلی از جان زجهان برخیزم

اندرین رشته دکانیست مرا از طاعت
گر نه سودای تو باشد ز دکان برخیزم

هوسم هست که پیش تو دمی بنشینم
وز سر هرچه بگوئی پس ازان برخیزم

یک جهان طعنه زنندم که نشینی بیکار
گر تو دستی بدهی از دو جهان برخیزم

مردم دیده مرا بهر تو در خون بنشاند
من برویت نگرم وز سر جان برخیزم

بی تو از دنیا و عقبی چو نخیزد چیزی
تو بیا تا هم ازین وهم ازان برخیزم

ناتوان گشتم ازان گونه که نتوانم خاست
ور مرا دست بگیری تو روان برخیزم

سوی گور من اگر بگذری ای سرو روان
سرو تو بنگرم از دور و روان برخیزم

از پس حشر کہ از گور بر انگیزیدم — اگر از زمزمہ عشق تو در نفخہ صور
ہم ز ہر تو بہر سو نگراں برخیزم — نیم بانگے شنوم رقص کناں برخیزم
خسروم آخر و مپسند کہ ہر دم باتو — دردے از درد بنہ بر سر من بندہ حسن
شادماں شینم و با آہ و فغاں برخیزم — تا ازیں زہد فروشی زباں برخیزم

ممکن ہے کہ غزل کے میداں میں امیر حسن اپنے دوست امیر خسرو کے دوش بدوش چل سکتے ہوں بلکہ بعض خصوصیات میں ان سے دو قدم آگے ہوں۔ لیکن قصائد، مثنوی اور دوسرے اصناف شعر، اور عام طباعی اور پرگوئی میں سچ یہ ہے کہ وہ امیر خسرو کو نہیں پہنچ سکتے جس کا اقرار وہ خود کرتے ہیں اور جس خوبصورتی سے یہ اقرار کرتے ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

خسروا از رہ کرم وپذیر — انچہ من بندہ حسن می گویم
سخنم چوں سخن خسرو نیست — سخن اینست کہ من می گویم

انصاف اور محبت کا زمانہ تھا، امیر خسرو باوجود ان تمام کمالات کے جو فطرت نے ان کی ذات مجمع الصفات میں جمع کر دیے تھے، اپنے دوست امیر حسن کے کلام کی خوبیوں سے منکر نہ تھے۔ ایک غزل کے مقطع میں کہتے ہیں۔

خسروا شعر تو اسرار حدیث است مگر — کز سخنہائے تو آم بوئے حسن می آید

اگرچہ امیر خسرو کا معیار سخن اس قدر بلند تھا کہ وہ اپنے زمانہ کی شاعری کو زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ قطعہ

کس دریں روزگار نتواں یافت — کہ سخن بافروغ میگوید
ہر کہ گوید کہ راست میگویم — راست گویم دروغ میگوید

ہ تقریباً نصف صدی گزر جانے کے بعد پردار خیال اور طرز ادا میں جو تبدیلی ہوئی اس کے لیے ملاحظہ ہو حافظ کی غزل جو
اس ... [illegible]

امیر حسن کم گو شعراء میں ہیں جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ؎

رسم حسن ہمیشہ چو کم گفتن آمدہ ست زیں بیشتر مجال نداد ایں قصیدہ را

ان کے اس دیباچہ سے جو انڈیا آفس کے نسخہ میں خود ان کا لکھا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تیرہ سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اور پچاس برس تک نظم اور نثر لکھتے رہے (۶۳) سال کی عمر تک جو کچھ انہوں نے کہا اور قابل اشاعت سمجھا وہ ۷۱۵ھ میں بمقام دہلی شایع کیا جس میں دس ہزار ابیات بتائے جاتے ہیں یہ کلیات ان کے انتقال سے ۲۲ سال قبل کا ہے۔ اس ۲۲ سال کی مدت میں انہوں نے جو کچھ کہا اس کی نسبت یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ مروجہ اور موجودہ دیوانوں میں ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس قدر ہے۔ اس کا پتا اسی وقت چل سکتا ہے جبکہ انڈیا آفس کے نسخہ کا مقابلہ موجودہ دیوانوں سے کیا جائے ظاہری قیاس یہ ہے کہ آخر زمانہ میں انہوں نے جو کچھ کہا اس نے موجودہ دیوانوں میں بہت کم جگہ پائی۔ یہ مسلم ہے کہ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ اور امیر خسرو کا انتقال ان کی زندگی میں ہوا مگر حضرت سلطان المشائخ اور امیر خسرو کا کوئی مرثیہ یا نوحہ ان کے موجودہ دیوانوں میں نہیں پایا جاتا جس سے قیاس مذکورۂ بالا کی ایک درجہ تک تائید ہوتی ہے۔

امیر حسن نے اپنے اشعار میں جن کا ذکر کیا ہے وہ حسان، خاقانی، رشید وطواط سعدی، خسرو اور حسینی ہیں۔ موخرالذکر حضرات کے سوائے، جن کا ہم کوئی پتا نہ چلا سکے باقی حضرات طبقہ شعرائے عرب وعجم کے مشہور اور معروف ارکان ہیں۔ اودھ کے شاہی کتب خانہ کے نسخہ میں غزلوں کے (۵۳۳۰) اور قصائد

کے (۴۹۰) اور رباعیات کے (۲۰۷) جملہ (۶۰۲۷) ابیات بنائے گئے ہیں۔ شاد ایڈیشن یعنی نسخۂ ہذا میں غزلوں کے (۵۴۱۱) اور قصائد کے (۲۱۲۶) رباعیات کے (۴۵۸) اور مثنویات کے تقریباً ۱۴۰۰ ابیات ہیں۔

شمالی ہندوستان کا حال ہمیں معلوم نہیں مگر حیدرآباد میں جتنی غزلیں عام طور سے حسن کے نام سے قوالی میں گائی جاتی ہیں اور جنھیں حضرات صوفیہ امیر حسن کے انتساب کی بنا پر بڑے ذوق وشوق سے سنتے اور وجد کرتے ہیں وہ امیر حسن کی نہیں بلکہ منشی غلام حسین صاحب نامی ایک صاحب کی ہیں جو حسن تخلص کرتے تھے۔ اور ملتان کے رہنے والے تھے" ان کا دیوان ۱۳۰۴ ہجری میں سراج المطابع جہلم میں طبع ہوا تھا۔ منشی غلام حسین مرحوم صوفی منش، مستعد اور صحیح المذاق شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ عراقی کی ایک مشہور غزل ہے جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے:

شراب عشق کاندر جام کردند | زچشم مست ساقی وام کردند
چو راز خویشتن کردند خود فاش | عراقی را چرا بدنام کردند

اگرچہ وہ عراقی کے دیوان مطبوعہ مطبع نولکشور میں نہیں پائی جاتی۔ اسی پر امیر حسن اور منشی غلام حسین مرحوم نے غزلیں لکھی ہیں جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں:

غزل امیر حسن

بتاں کز زلف مشکین دام کردند | جہانے زیر ہر مو رام کردند
بتقوی نام نیکو بردہ بودم | نکورویاں مرا بدنام کردند
بہشتے گشت صحن خانہ امروز | مگر ایشاں گذر بر بام کردند
من از اخلاص میخواندم دعائے | وزاں سوختم بر دشنام کردند

غم نوشیں لباں زاں تشنگاں پرس — کہ دریا ہائے خوں آشام کردند
ملایک دیگئے اندر طعن ایشاں — بر آوردند لیکن خام کردند
حسن را جائزہ جاں چاک ازاں شد — کہ دُردِ دردش اندر کام کردند

غزل منشی غلام حسین مرحوم

شراب درد کاندر جام کردند — نصیب عاشق بدنام کردند
گرہ کز طرۂ لیلےٰ کشادند — دل مجنوں اسیر دام کردند
قضا روزیکہ نقش دار بربست — سوئے منصور زاں پیغام کردند
قد رعنائے آں سرو دلآرائے — قیامت بود قامت نام کردند
ثنائے زلف و رخسار تو ایاہ — ملایک ورد صبح و شام کردند
ہلال عید میجستم کہ ناگاہ — اشارت بر لب آں بام کردند
حسن آہ و فغان و گریہ و سوز — زعشقم ایں ہمہ انعام کردند

یہی حال اس غزل کا ہے جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

دل کند سجدہ بایں طرز خرامیدن تو — دیدہ صد شکر بجا آرد ازیں دیدن تو
اے حسن بوسہ بپایش زدنت بے ادبی ست — پائے نازک نشود رنجہ ز بوسیدن تو

جس طرح ضیائے آفتاب میں ستاروں کی روشنی ماند پڑجاتی ہے اسی طرح نام آور شاعروں کے سامنے گم نام شاعر چند روز میں بے پتا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ منشی غلام حسین مرحوم و مغفور شاعری کے آسمان پر ایک روشن ستارے کیطرح چمکنے کے مستحق تھے۔ مگر امیر حسن کی نام آوری کے آفتاب نے انہیں چمکنے نہ دیا اور جو کچھ ان کی بضاعت بازار شہرت میں آئی وہ سب امیر حسن کے نام سے

تھی۔ بعینہ یہی حال ان لوگوں کے کلام کا ہوا جنھوں نے سعدی اور حافظ سے مشہور استادوں کے تخلصوں پر دست درازی کی تھی۔

امیر حسن کی تالیفات وتصنیفات | کلیات کے علاوہ جو غزلیات قصائد اور مثنویات پر مشتمل ہے ان کی سب سے زیادہ مشہور اور معروف تصنیف "فوائد الفواد" ہے۔ اس کا آغاز شعبان ۷۰۷ھ سے ہوتا ہے اور شعبان ۷۲۲ھ کو ختم ہوتی ہے اس پندرہ سال کی مدت میں جتنی مرتبہ مؤلف کو حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا اور اس بابرکت صحبت میں جو گفت وشنید ہوئی اسے مختصر اور مؤثر طریقہ سے قلمبند کرتے گئے ہیں عبارت صاف اور رواں ہے اور جو روایتیں اور حکایتیں حضرت سلطان المشایخ کی زبانی لکھی ہیں وہ دلچسپ اور نتیجہ خیز ہیں۔ ان کی یہی تالیف ہے جس کی نسبت امیر خسرو فرماتے تھے کہ کاش میری تمام کتابیں میرے بھائی حسن کے نام ہوتیں اور ان کی یہ تالیف میرے نام ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کہنے کی وجہ بقول مولانا شاہ عبدالحق کے وہ ارادت اور محبت تھی جو امیر خسرو کو اپنے پیر حضرت محبوب الٰہی سے تھی۔ ورنہ امیر خسرو کی مجموعی تصنیفات کے مقابلہ میں "فوائد الفواد" کو کیا وزن ہوسکتا ہے۔ حضرت سلطان المشایخ کے دو ملفوظات افضل الفواید اور راحت المحبین امیر خسرو کی طرف منسوب ہیں۔ صاحب سیر الاولیاء کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر خسرو اور امیر حسن کے علاوہ بعض دوسرے حضرات مثلاً خواجہ محمد مولانا بدرالدین اسحاق کے فرزند نے جو حضرت فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے نواسوں میں تھے اور خواجہ عزیز الدین صوفی نے

بھی حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات جمع کیے تھے جو علی الترتیب انوار المجالس اور تحفۃ الابرار و کرامت الاخیار کے نام سے موسوم تھے، لیکن جو شہرت اور قبولیت فوائد الفواد کو ہوئی وہ ملفوظات میں سے کسی ملفوظ کو نصیب نہیں ہوئی۔ فوائد الفواد کی تالیف کا زمانہ سخت سیاسی ہنگاموں اور عظیم الشان ملکی تغیرات کا زمانہ تھا۔ اسی عرصہ مدت میں سلطان علاء الدین خلجی نے اپنے بیٹے خضر خاں کو ولیعہدی سے معزول کیا۔ سلطان علاء الدین کا انتقال ہوا، ملک کافور نے جسے علاء الدین نے سیاہ وسفید کا مالک کر رکھا تھا، علاء الدین کے پنج سالہ بیٹے شہاب الدین عمر کو بادشاہ بنایا اور اس کے بڑے بھائیوں خضر خاں اور شادی خاں کی آنکھیں نکلوالیں۔ ملک کافور مارا گیا۔ قطب الدین مبارک شاہ بادشاہ ہوا۔ خسرو خاں کافر نعمت نے اسے قتل کیا اور خود بادشاہ بنا۔ غیاث الدین تغلق نے اس کافر نعمت بروار بچہ کو مار کر سلطنت حاصل کی۔ یہ سب ہنگامے اور شورشیں ہوتی رہیں مگر حضرت سلطان المشائخ کے دائرہ صحبت میں نہ اسکا ذکر ہے اور نہ فکر۔ یہ جماعت اپنے ذوق وشوق اور ذکر وشغل میں ایسی محو ہے کہ یہی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اس عہد اور دنیا میں ہے جس میں یہ تہلکے مچے ہوئے ہیں۔ تمام فوائد الفواد پڑھ جائیے کہیں ان واقعات کا کنایۃً یا اشارۃً بھی ذکر نہیں ملیگا جو کمال یکسوئی کی دلیل ہے۔

"فوائد الفواد" تصوف کے دلچسپ نکات اور حکایات اور حضرت سلطان المشائخ کے برگزیدہ اقوال کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ سے علاوہ سلطان المشائخ کے حالات بابرکات کے خود امیر حسن کے حالات پر بھی ایک گونہ روشنی پڑتی ہے،

۲۸ر رمضان المبارک سنہ ہر کی صحبت میں لکھتے ہیں کہ آج دولت پابوس حاصل ہوئی۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر حسب عادت کوٹھے پر تشریف فرما تھے۔ دروازہ کے پاس سیڑھی تھی جب میں زمین بوس ہوا ارشاد ہوا کہ وہیں بیٹھ جاؤ۔ مَیں بیٹھ گیا۔ دروازہ کا ایک پٹ ہر بار ہوا سے بند ہو جاتا تھا۔ مَیں نے اس پٹ کو ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑ لیا تاکہ بند نہ ہونے پائے۔ تھوڑی دیر کے بعد میری طرف دیکھا کہ میں پٹ پکڑے بیٹھا ہوں ارشاد ہوا کہ پٹ کیوں نہیں چھوڑتے مَیں نے سر زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ میں نے یہ دروازہ پکڑا ہے۔ متبسم ہو کر فرمایا کہ تم نے یہ دروازہ پکڑا ہے اور مضبوط پکڑا ہے، شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "ہر درے و ہر سرے می باشید یک در گیرید و محکم گیرید" بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دیوانہ صبح کے وقت ایک دروازہ پر کھڑا تھا دروازہ کھلا اور اس میں سے بہت سے آدمی نکلے ایک داہنے طرف دوسرا بائیں طرف ایک منہ کے سامنے چلدیا۔ دیوانہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ پریشان اور مختلف راستے اختیار کرتے ہیں اسی وجہ سے کہیں نہیں پہنچتے اگر سب مل کر ایک راستہ پر چلیں تو منزل مقصود کو پہنچ جائیں اسی طرح کی بیسیوں نصیحت آمیز حکایتیں درج کی ہیں جس نے فوائد الفواد کو خاندان نظامیہ چشتیہ کا دستور العمل اور رفتار نامہ بنا دیا ہے۔

امیر حسن کے ممدوحین امیر حسن کے ممدوحین میں سب سے زیادہ باوقعت اور قابل عزت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ ہیں۔ اگرچہ حضرت موصوف کی شان میں زیادہ اشعار نہیں پائے جاتے مگر جس طرح نظم و نثر میں ان کا ذکر کیا ہے اس سے امیر حسن کی دلی ارادت اور حقیقی عقیدت مترشح

ہوتی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کے حالات اور ان کی مقدس زندگی اور عام محبوبیت کے ذکر کا نہ یہ موقع ہے اور نہ اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسلمانوں میں شاید ہی کچھ لوگ ایسے ملیں جو اس ذات بابرکات اور اس کے فیوض سے ناواقف ہوں۔ امیر خسرو نے خوب فرمایا ہے

قطب عالم نظام ملت ودیں　　　کافتاب کمال شد رخ او
وز جنید و ز شبلی و معروف　　　یادگار سیت ذات فرخ او

حضرت سلطان المشائخ کی مجلس ایک ایسی مجلس تھی جو علماء، فضلاء اور متصوفین سے مملو تھی۔ اس مجلس کے جس رکن پر نظر پڑتی ہے وہ بجائے خود ایک کامل فرد نظر آتا ہے۔ طبقۂ علماء اور صوفیہ میں قاضی محی الدین کاشانی، مولانا وجیہ الدین پایلی، مولانا فصیح الدین، خواجہ کریم الدین سمرقندی، قاضی شرف الدین فیروزگہی، مولانا بہاء الدین، شیخ مبارک گوپاموی، مولانا نظام الدین شیرازی، مولانا بدرالدین تولہ، مولانا شمس الدین یحییٰ، شیخ نصیر الدین محمود اودھی، مولانا علاء الدین نیلی، مولانا ضیاء الدین برنی حاضر رہتے تھے۔ طبقۂ شعراء میں سے اس مجلس میں زانوئے ادب تہ کرنے والے امیر خسرو اور امیر حسن سے لوگ تھے امیر حسن جابجا اپنے اشعار میں اپنے پیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پیش تو ہر فضل کہ خوانم خطاست　　　اصل ہمہ نظم نظام است وبس

ولہ

ہر کہ رویت نگرد کے نگرد سبزہ و گل　　　اہل فردوس چہ محتاج تمنائے دگر
با تو صد سال اگر باشم و چیزے نشوم　　　بہ از انم کہ بہ ہر چیز شوم جائے دگر

گفتیم پنج بیت بیادت چو پنج گنج ما خود حسن نہ ایم غلام نظامیم

سماع کے جواز اور غیر جواز کی بحث جو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی۔ اس کا سلسلہ حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ تک جاری تھا۔ امیر حسن نے اپنے کلام میں مختلف جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مدعیاں گر شدند منکر رقص و سماع ما بسماع است رقص کناں میرویم
سبب رقص گواہی من ار شنوند من ازیں ذوق یکے رقص دگر خواہم کرد
خلق آفاق شعبہ زور اند ما گرفتار نغمہ زیریم
مصلحاں می کشند نان از طعن ما ز شوق سماع میمیریم
مطرباں را بخانہ نتواں برد خانہ در کوئے مطرباں گیریم

سماع کے متعلق ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ کے مواجہ میں جو گفتگو ہوئی تھی اسی کو نظم فرمادیا ہے۔

بخیل نز پے حرمت گز کند ز سماع کہ خوب گفت بخیل ایں لطیفہ زرمے
کہ گر حلال بود ہم شنید نتواند از اں قبیل کہ ندارد کرامت کرمے
نہ صدق بود درو کز سرود گیرد ذوق نہ آں کرم کہ بہ مطرب بہ بخشد او درمے

امیر حسن کا دوسرا ممدوح سلطان علاء الدین خلجی اور اسکا بھائی الماس بیگ المخاطب بہ الغ خاں اور علاء الدین کے بیٹے خضر خاں، شادی خاں، مبارک خاں وغیرہ ہیں۔ علاء الدین اپنے چچا اور خسر سلطان جلال الدین خلجی سے نیک نہاد اور نیکدل بادشاہ کو نہایت دغا اور بے رحمی سے قتل کر کے بادشاہ ہوا۔ مگر اس کا عہد فتوحات اور حسن انتظام اور آئین طرازی کے لحاظ سے ایک ممتاز عہد سمجھا جاتا ہے،

اس سلطان اور اس کے اراکین خاندان کے سوائے کسی اور بادشاہ کی تعریف امیر حسن سے ثابت نہیں جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ شہزادوں میں سب سے زیادہ اور عزیز ممدوح خضر خاں معلوم ہوتا ہے جو ایک زمانہ تک ولیعہد بھی رہا ہے اور حضرت سلطان المشایخ کا مرید اور معتقد ہونے سے خواجہ تاش بھی تھا اس کے غسل صحت کے ایک موقع پر لکھتے ہیں۔

زآبحیواں شست سر شہزادۂ دوراں بلے		از پے سر شستن خضر آبحیواں واجب ست

اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اس کی تہنیت بادشاہ کو دیتے ہیں۔

بباغ دولت او خضر ساں نہالے خاست		وز اں نہال نہالے دگر ببار آمد

امیر حسن کا دیوگیر جانا دار اشکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشایخ کے مریدوں میں چار حضرات فاضل اور کامل ہوئے امیر خسرو، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، شیخ برہان الدین غریب، اور شیخ حسن دہلوی ..... حضرت شیخ نے دین اسلام کے رواج اور ہدایت کے لیے شیخ برہان الدین غریب کو برہان پور اور دولت آباد جانے کا حکم دیا' اور شیخ حسن دہلوی کو مع اپنے دوسرے مریدوں کے ان کے ساتھ کر دیا۔ یہہ روایت بھی محل نظر ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حضرت سلطان المشایخ نے بھی اپنے سلسلے کے دوسرے بزرگوں کی طرح اپنے بعض خلفا کو خلق اللہ کی ہدایت کے لیے ہندوستان کے بعض شہروں میں جا کر رہنے کا حکم فرمایا ہے' چنانچہ سیر الاولیا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موصوف کے ایما سے شیخزادہ کمال الدین مالوہ اور شیخزادہ عزیز الدین

جو حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کے خاندان سے تھے۔ دیوگیر اور مولانا وجیہ الدین چندیری میں جاکر رہے۔ صاحب سیرالاولیا نے جو حضرت برہان الدین غریب کے معاصر ہیں، حضرت موصوف کے حالات بہ تفصیل لکھے ہیں مگر انہیں دیوگیر بھیجے جانے کا مطلق ذکر نہیں کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں "بعد از نقل سلطان المشائخ مولانا برہان الدین غریب چند سال درحیات بود، دست بیعت بخلق میداد، چوں در دیوگیر رفت برحمت حق پیوست" اگر وہ حسب ایمائے حضرت سلطان المشائخ دیوگیر بھیجے گئے ہوتے تو صاحب سیرالاولیا ضرور اس کا ذکر کرتے۔ علاوہ اس کے حضرت برہان الدین غریب اگرچہ حضرت سلطان المشائخ کے قدیم مرید تھے مگر خرقہ خلافت انہیں سید خاموش عم امیر خورد اور حضرت سلطان المشائخ کے خدام بشر اور اقبال کی کوشش اور سعی سے حضرت سلطان المشائخ کے وصال کے بہت قریب زمانہ میں ملا۔ جب حضرت برہان الدین غریب کا دیوگیر بھیجا جانا ثابت نہیں تو امیر حسن کو ان کے ساتھ کر دینا کس طرح صحیح تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ امیر حسن کا ۷۲۲ھ تک دہلی میں موجود رہنا خود ان کی کتاب فوائدالفواد سے ظاہر ہے۔ قیاس غالب یہی ہے جیساکہ صاحب منتخب التواریخ بدایونی لکھتے ہیں کہ امیر حسن اور حضرت برہان الدین غریب دہلی کے دوسرے باشندوں کے ساتھ سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں دیوگیر (دولت آباد) تشریف لائے اور اس وقت حضرت سلطان المشائخ کا وصال ہوچکا تھا۔ سلطان محمد تغلق جو اپنے باپ غیاث الدین تغلق کے دفعۃً انتقال کے بعد بادشاہ ہوا دنیا کے

عجیب و غریب انسانوں میں تھا نہ اس کی سخاوت، داد و دہش، ہمت، علم پروری، معارف نوازی کی کوئی حد تھی اور نہ اس کی سیاست اور خونریزی کی کوئی انتہا۔ خود نماز روزے کا پابند، مشہور خطیب، خوشنویس، شاعر، دبیر، فلسفی اور طبیب تھا۔ حافظہ ایسا قوی پایا تھا کہ جو بات ایک مرتبہ سن لیتا وہ تمام عمر نہ بھولتا تھا۔ ان اوصاف اور خوبیوں کے ساتھ اس کے بعض افعال اور اطوار ایسے تھے جن سے اس پر جنون کا شبہ کرنا بیجا نہ تھا۔ منجملہ اس کی مجنونانہ کارروائیوں کے ایک دہلی کی تباہی اور بربادی تھی۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ تمام ہندوستان کا بادشاہ ہے اس لیے اس کا دارالسلطنۃ ایسے مقام پر ہونا چاہیے جسے اطراف مملکت سے وہی نسبت ہو جو مرکز کو دائرہ سے ہوتی ہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت ہر حصۂ ملک کی خرابیوں کا بعجلت تدارک ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے کسی نے اوجین اور کسی نے دیوگیر تجویز کیا۔ دیوگیر بادشاہ کو پسند تھا اور آخر انتخاب کا قرعہ اسی کے نام نکلا۔ سلطان محمد تغلق سے دیوانہ کے لیے اتنا کافی تھا ۷۲۷ھ میں فوراً احکام صادر ہوئے کہ دہلی کے تمام باشندے چھوٹے بڑے، وضیع وشریف، امیر و غریب دہلی چھوڑ کر دیوگیر جاکر آباد ہوں جسے اب دولت آباد کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔ جو لوگ پشتہا پشت اور صدیوں سے دہلی میں رہتے اور املاک اور جائدادوں کے مالک تھے۔ ان کے لیے یہ حکم قیامت تھا، مگر حکم حاکم مرگ مفاجات سبکو تعمیل کرنی پڑی۔ اس زمانہ کی کٹھن منزلیں اور دور دراز راستے، لاکھوں آدمیوں کے چپقلش میں جس طرح

طے ہوئے ہونگے اس کا اندازہ کرنا بھی اس وقت دشوار ہے۔ سیکڑوں خاندان برباد اور تباہ ہوگئے۔ ہزاروں آدمی راستہ میں مرگئے اور اگر موقع ملا تو دوسرے ملکوں کو چلے گئے جو لوگ دولت آباد پہنچے انہوں نے ناموافقت آب ہوا اور چالیس دن کے سفر کے مصائب سے بجائے شہر کے وہاں کے قبرستانوں کو آباد کیا۔

امیر حسن تمام عمر مجرد اور اہل و عیال کے بار سے سبکدوش رہے۔ حضرت سلطان المشائخ ان کے پیر و مرشد اور امیر خسرو ان کے دوست کا انتقال ۷۲۵ھ میں ہو چکا تھا۔ اگرچہ دہلی کی یہ دو بڑی دل بستگیاں ختم ہو چکی تھیں تاہم وہ دولت آباد پہنچکر دہلی کی یاد سے غافل نہ تھے جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے ؎

مپرس کز مئے فرقت چگونہ مخمور | زدوست دور تواں شد ولے نہ چنداں دور
کجاست حضرت دہلی و خوبرویانش | یکے بہشت دروں و بروں او پر حور
اگرچہ غیبتے افتاد بر طریق مجاز | ولے بر اہل محبت محقق است حضور

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

مباد ایچ کس از دوستاں چنیں کہ منم | بکام دشمن و از جملہ دوستاں تنہا
ز دور چرخ خراب زدور حادثہ زار | ز اہل بیت غریب و ز خانماں تنہا
سفر گزیدہ ہمہ مرد ماں و من غافل | چو خفتۂ کہ بماند ز ہمرہاں تنہا

ایک دوسری غزل میں فرماتے ہیں ؎

حسن بکوئے عدم گم شدند یارانت | بگو نشان چنیں گم شدہ کجا جویند

دہلی کی تباہی کی طرف کس خوبصورت پیرایہ میں اشارہ کرتے ہیں۔

آخر نہ ترسید از دلم آں شحنۂ خونریز آہ
شہرے کہ یار آباد بود امسال ویراں از چہ شد

سلطان محمد تغلق کی اسی قسم کی سوء تدبیریوں سے ملک میں ہر طرف بغاوتوں کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ جن کے فرو کرنے کے لیے لشکروں اور فوجوں کے بھرتی کی ضرورت ہوتی تھی اور اس کے لیے شمال ہندوستان ہی کا میدان موزوں تھا۔ اس غرض سے پادشاہ کو دہلی آنا پڑا۔ دہلی اور اس کے قرب و جوار کے قصبے ویران اور سنسان پڑے تھے۔ اور وہ شہر جو چند روز پیشتر بغداد اور قاہرہ کا ہمسر اور مدمقابل تھا اس وقت دام و دد کا مسکن اور مامن بن گیا تھا۔ یہ سماں دیکھ کر پادشاہ کے دل میں خدا جانے کیا کیا خیال پیدا ہوئے ہونگے اور اپنی اس نامعقول حرکت پر کتنی ندامت ہوئی ہوگی۔ اس کا علم ہونا تو مشکل ہے مگر اتنا مسلم ہے کہ جو رعایا جبراً دولت آباد لیجاکر آباد کی گئی اُسے اجازت ہوگئی کہ جو چاہے دہلی واپس جائے اور جو چاہے دولت آباد میں رہے۔ اِس حکم نے دونوں شہروں کو بے رونق کردیا۔ کچھ لوگ دہلی آکر از سرِ نو آباد ہوئے۔ کچھ لوگ وہیں رہ گئے۔ امیر حسن اور حضرت برہان الدین غریب اور حضرات صوفیہ کی ایک بڑی جماعت وہیں رہی۔ جن کے مرقدوں سے اِس وقت دولت آباد کے گرد و نواح کے ویرانے آباد ہیں۔ امیر حسن تقریباً دس گیارہ سال دولت آباد میں زندہ رھکر اسی سرزمین کے پیوند ہو گئے۔ کُلُّ شَیْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجهَ اللہ۔ ایک غزل میں

خود کہتے ہیں ؎

بچرخ بریں میکنی تکیہ دایم | ندانی کہ چرخ بریں ہم نماند
چہ مونس ہمے گیری از ہر قرینے | کہ مونس نپایہ قریں ہم نماند
اگر بگزرد مرد کج گوئے کم داں | سخن دانِ باریک بیں ہم نماند
سخن را اگرچند سحر آفریدند | سرانجام سحر آفریں ہم نماند
ہمیں نالہ ماند بکیس حسن را | بتر سم ازاں روز کیں ہم نماند

یہ دن ۳۰ یا ۳۱ شوال سنہ ۱۳۲۳ھ میں آگیا۔ اور گلشن سخنوری کا ایک بولتا ہوا بلبل خاموش ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مسعود علی محوی۔ بی۔ اے (علیگ)
سابق سشن جج سرکار آصفیہ
حیدآباد دکن ۱۳۵۱ھ م ۱۹۳۲ء

اس کے طبع ہو جانے کے بعد جو مزید حالات حضرت امیر حسن کے ہمیں معلوم ہوئے ہیں وہ ضمیمۂ دیباچہ میں ملاحظہ ہوں۔

مسعود علی



نقشۂ مزار حضرت امیر حسن علیہ الرحمہ واقع خلد آباد ضلع اورنگ آباد
ملک محروسہ سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن

ضمیمہ دیباچہ

ہز اکسیلنسی راجہ راجایان راجہ سر کشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ کے۔سی۔آئی، جی۔سی۔آئی۔ای، صدر اعظم باب حکومت سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن المتخلص بہ شاؔد کے نام نامی اور اسم گرامی اور ان کی علمی خدمات سے ہندوستان کی ادبی دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو واقف نہیں۔ آپ کی علمی اور خصوصاً ادبی خدمات کا اگر مجملاً بھی ذکر کیا جائے تو بجائے خود ایک کتاب ہو جائے۔ یہ کتاب اگر کبھی مرتب ہوئی تو اس کے تین بڑے عنوان ہونگے۔ اول آپ کی قلمی امداد، دوسری لسانی امداد، تیسری مالی امداد۔

قلمی امداد میں آپ کی تمام تصنیفات اور تالیفات نظم و نثر داخل ہیں۔ اگرچہ آپ انگریزی، عربی، فارسی، اردو، ہندی، تلنگی اور مرہٹی زبانوں سے واقف ہیں اور ان میں بلا تکلف گفتگو فرما سکتے ہیں مگر شعر زیادہ تر فارسی، اُردو یا ہندی میں فرماتے ہیں۔ کلام کا ایک مخصوص پختہ اور بامزہ صوفیانہ رنگ ہے جس عجلت اور تیزی سے آپ شعر کہہ سکتے ہیں فی الحقیقت حیرت انگیز ہے اور جب تک کسی شخص کو ذاتی تجربہ نہ ہو وہ اس کے باور کرنے کے لیے، آمادہ نہیں ہو سکتا ایسے شخص کے لیے نثر لکھنا کیا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیفات

میں مختلف ناول، ڈراما، سفر و سیاحت نامے اور عروض و قوافی پر رسالے شامل ہیں۔

لسانی امداد سے میرا مقصد وہ ترغیب و تحریص اور دل افزائی ہے جس نے بیسیوں ہونہار بندیوں اور نوجوانوں کو ادبی میدان میں قدم رکھنے کی جرأت دلائی اور بیسیوں افسردہ خاطر شعرا کی بجھی ہوئی طبیعتوں کو اپنی محبت آمیز تعریف اور توصیف سے ابھارا اور اس ادبی مشغلہ سے غافل نہیں ہونے دیا۔

آپ کی مالی امداد سے بیسیوں ایسے مؤلف مصنف ناظم اور ناشر گنوائے جا سکتے ہیں جنھیں اپنے علمی اور ادبی مشاغل جاری رکھنے کا موقع ملا اور جن کا کلام محض آپ کی مالی امداد کی وجہ سے دنیا سے مفقود ہو جانے سے بچ گیا۔

اسی اخیر زمرہ میں امیر حسن علیہ الرحمہ بھی شریک ہیں۔ جب عالیجناب سرمہاراجہ بہادر نے انکے کلیات کے طبع فرمانے کا ارادہ فرمایا تو مجھ سے اس کی تالیف اور ترتیب کے لیے ارشاد ہوا۔ کچھ عالیجناب ممدوح کا ارشاد کچھ ذاتی شوق دونوں نے مل ملا کر بلا لحاظ ان دقتوں اور مشکلوں کے جو اس کام میں پیش آنے والی تھیں مجھے اس ذمہ داری کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

سب سے پہلا کام مختلف دیوانوں کو جمع کرنا اور ایک دیوان کو اصل قرار دیکر دوسرے دیوانوں سے اس کی تکمیل کرانا تھا۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ اس کے لیے تمام دیوانوں پر نظر ڈالنی پڑتی تھی اور جو جو غزلیں یا نظمیں اصل دیوان میں موجود نہ ہوتی تھیں وہ دوسرے دیوانوں سے نقل کرا کے اس میں شریک کرائی جاتی تھیں۔ اسی کام نے تقریبًا پورا ایک سال لے لیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

اگر اس کام میں میرے نوجوان دوست سید محمد یعقوب ۔ بی اے (نظام کالج) مدرس مدرسہ
چادر گھاٹ کی مدد نہ شریک ہوتی تو یہ کام اتنی مدت میں بھی تمام نہ ہو سکتا تھا
ان تمام مراتب کے طے ہو جانے کے بعد کارپردازان مطبع سے سابقہ تھا جن حضرات
کو ان بزرگوں سے سابقہ پڑا ہے وہی ان دل خراش محنتوں اور جگر خراش تکلیفوں
کا اندازہ کر سکتے ہیں جو اس سابقہ میں جھیلنی پڑتی ہیں۔ کلیات کے طبع ہو جانیکے بعد
ان کی تفصیل اور توضیح بیکار ہے۔

سفینہ جبکہ کنارے پہ آ لگا غالبؔ　　خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

کلیات کے ابتدائی حصہ کے پروف اور کاپیاں میں نے تنہا دیکھیں، اخیر حصے
کی کاپیاں اور پروف دیکھنے میں میرزا نظام شاہ صاحب لبیبؔ تیموری نے مدد
فرمائی مگر باوجود ان کی اس مدد کے کتابت کی بہت سے غلطیاں رہ گئیں اور ایک
طویل اغلاط نامہ لگانا پڑا، اگرچہ وہ زیادہ تر نقطوں کی غلطیوں پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ کلیات
کے چالیس پچاس نسخوں میں ان غلطیوں کی اصلاح کرا دی گئی ہے مگر تمام نسخوں میں
یہ عمل مشکل تھا جو حضرات اپنے نسخہ کو صحیح رکھنا چاہیں وہ ان غلطیوں کی خود اصلاح
فرما سکتے ہیں۔ چونکہ یہ کلیات مختلف دیوانوں سے نقل کیا گیا ہے اس لیے پانچ
سات غزلیں ایسی ہیں جو کاتبوں کی سہو نظری سے مکرر ہو گئی ہیں۔ کاپیاں صحت
کے لیے جزاً جزاً وصول ہوتی تھیں اور خود غزلوں کے الفاظ اور تعداد اشعار بھی بدلے
ہوئے تھے اس لیے اس غلطی کی اصلاح مشکل تھی۔ امیر حسن کے جتنے دیوانوں سے
اس کلیات کی ترتیب میں مدد لی گئی ان میں سے مفصلہ ذیل دیوان قابل ذکر ہیں

(۱) خود عالیجناب سر مہاراجہ بہادر کے کتب خانہ کا نسخہ جو خوشخط

چھوٹی تقطیع پر لکھا ہوا ہے۔ صفحات (۲۲۴) کاغذ کشمیری جدول کے سوائے کوئی اور نقش ونگار نہیں ہے۔ کاتب نے اپنا نام درویش حسن لکھا ہے۔ مگر نہ سال کتابت ہے اور نہ کاتب کا کوئی اور پتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ابتدائی نسخہ ہو۔ اس کا آغاز

روزہا شد کجا شدی یارا　　　آرزوئے تو میکشد مارا

اور خاتمہ

اے حسن مردانہ بر سختی عشق　　　دل بنہ کیں صاعقہ سخت اوفتاد

پر ہوا ہے۔ [illegible]

(۲) کتب خانۂ آصفیہ کا نسخہ نمبری (۱۲۱۴۹)۔ یہ نسخہ نہایت درجہ مطلا اور مذہب اور خوشخط ہے۔ تعداد صفحات (۴۵۵) کاغذ کشمیری۔ پہلے صفحہ پر نہایت عمدہ کام ہے۔ کاتب کا نام سلطان محمد ہے لیکن نہ سال کتابت درج ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کن کن کتب خانوں میں رہا ہے۔ جو مہریں اس پر تھیں وہ ظالموں نے مٹا دی ہیں مگر اس کی ظاہری شکل وصورت پکار رہی ہے کہ وہ کسی شاہی کتب خانہ کا نسخہ ہے۔ اس میں کتابت کی بہت غلطیاں ہیں

(۳) یہ نسخہ بھی کتب خانۂ آصفیہ کا نمبری ۲۹۰ ہے۔ اس کا کاتب منعم الدین الاوحدی، سال کتابت ۹۰۹ھ ہجری، خط معمولی تقطیع چھوٹی ہے اس کی مہریں بھی مٹا دی گئی ہیں۔ نمبر ۲ اور ۳ کا آغاز

اے حاکم جہان و جہاں داور حکیم
محدث ہمہ بدایع و تو مبدع قدیم

سے اور خاتمہ

لطف خدا کہ برہمہ واجب سلام تست

پر ہوتا ہے۔

(۴) عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں امیر حسن کے کئی دیوان ہیں مگر جو نسخہ نمبری (۵۹۹۶) ہمیں عنایت ہوا تھا اس کا حلیہ خود دیوان کے سرورق پر اس طرح درج ہے۔

دیوان حسن خاص ہمایون اشرف اقدس بخط شکستہ .... جلد کاغذی بابت عرض جمع کتاب خانہ عامرہ شدہ بتاریخ ۴ رمضان سنہ ۱۰۶۲ ہجری حجم (۱۹) جز، قیمت ایک ہن۔

ایک مہر کی عبارت — سلطان محمد شاہ غازی

دوسری مہر کی عبارت — ہوشدار خاں فدوی بادشاہ غازی محمد فرخ سیر سنہ ۱۱۲۵ھ

ان کے علاوہ ایک عبارت بھی اوپر نیچے لکھی ہوئی ہے جو اگر درست کرکے پڑھی جائے تو یوں ہو سکتی ہے۔

ارادت خاں بہادر المخاطب بہ اقتدار خاں

اللہ

مالک بہ معنی

مالک بصورت

بن (؟) ارادت خاں بہادر المخاطب بہ افتخار خاں

اعنی

ہدایت بہو

اس نسخے کی ابتدا ذیل کے مصرع سے شروع ہوتی ہے۔

اے رقم راندہ ابر سپید و سیاہ

اس میں صرف غزلیات اور رباعیات ہیں۔ یہ ان تمام نسخوں میں جو ہمارے زیر نظر رہے صحیح ترین نسخہ تھا۔ اس کا آخری حصہ ناقص ہے۔

(۵) یہ نسخہ بھی عالیجناب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا ہے بہت خوشخط اور مصور ہے۔ کاتب کا نام پیر حسین الکاتب الشیرازی اور سال کتابت ۹۴۳ھ ہے۔ اس کے آخر میں مثنویات ہیں جن میں سے چند مثنویاں اس کلیات میں لی گئی ہیں۔ چونکہ اس نسخہ کے متعلق صرف کتب خانہ میں معائنہ کی اجازت تھی اس لیے مزید تفصیل نہیں دیجا سکی۔

دیباچہ کے صفحہ (۶۳) کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ وہاں ہم نے یہ لکھا ہے کہ معلوم نہیں کہ امیر حسن کو کس طرح سلطان علاء الدین کے دربار میں پہنچنے اور اس کی مداحی کا موقع ملا۔ ان کی ایک مثنوی سے جو دیباچہ کے طبع ہو جانیکے بعد ہاتھ لگی اس معاملہ پر روشنی پڑتی ہے۔

سلطان علاء الدین کے امرا اور سپہ سالاروں میں ملک نصرت جلیسری بڑے پایہ کا شخص تھا۔ سلطان علاء الدین نے ۶۹۷ھ یعنی اپنے جلوس کے تیسرے سال ایک لشکر الغ خاں اپنے بھائی اور ملک نصرت کی سرکردگی میں گجرات کی فتح کے لیے

روانہ کیا۔ اس مہم میں بڑی کامیابی ہوئی اور بے شمار مال غنیمت ملا جسے یہ دونوں سردار لیکر دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ قلعہ جالور کے قریب پہنچے تو "خمس غنائم" کی طلب میں اہل لشکر پر اس قدر سختی کی کہ نومسلم مغل جو لشکر میں بہ تعداد کثیر تھے بگڑ کر باغی ہو گئے اور یہ ارادہ کیا کہ سرداران فوج کو مار کر ان مطالبات سے نجات پائیں۔ اس منصوبہ کی پیش رفت میں باغیوں کی ایک جماعت ملک اعز الدین پر جو ملک نصرت کا بھائی اور غالباً "خمس غنایم" کی تحصیل پر مامور تھا حملہ آور ہوئی اور اسے مار کر الغ خاں کے خیمہ کی طرف چلی مگر اس کی حیات باقی تھی وہ بچکر نکل گیا یہی ملک اعز الدین ہے جو امیر حسن کے حال پر بیحد مہربان تھا۔ اور اسی کی بدولت انہیں دربار علائی کے شعرا میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

ذکر تلطف ملک اعز الدین

کسے کو نعمتے را شکر گوید ‎ ‎ مزید روزگار خویش جوید
مرا ہم منعمے چوں نعمتے داد ‎ ‎ بباید کرد شکر نعمتش یاد
یکے کز برج گردونش سزد قصر ‎ ‎ سر جملہ ملوک سرورِ عصر
ستودہ سیرت و فرخندہ آئیں ‎ ‎ کریم الخلق، الحق، عز والدیں
محمد اسم و رسمش جملہ محمود ‎ ‎ وجودش خاص بہر جود موجود
چراغ دودۂ اعظم تغاںخاں ‎ ‎ ملک خوانچہ کش بزمش فلک خواں

. . . .

ازاں چنداں ملوک نزل فرمائے ‎ ‎ ہمیں یک ذات او ماندست برجائے

بزرگا، کرما، عالی نژادا | سرت در سروری پاینده بادا
کرم فرمودن خود خود بیندیش | خصوصاً در حق بیچارۂ خویش
مرازاں ژرف دریائے خطرناک | تو آوردی بروں چوں گوہر پاک
پس اندر صدر دولت راہ دادی | محل دست بوس شاہ دادی
ز سلطاں گنجم آوردی و تشریف | عطائے خود درانجا کردہ تضعیف
سرِ تختم تو بگرفتی ز خفتن | من ایں را کے توانم شکر گفتن

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امیر حسن دربار علائی میں ملک اعزالدین کی دستگیری سے پہنچے تھے۔ اور اسی سے آپ کے فوجی تعلقات کی مزید تصدیق بھی ہوتی ہے کیونکہ خود ملک اعزالدین کا تعلق فوج شاہی سے تھا۔

اخیر میں ہم اپنے ان دوستوں کے شکرگزار ہیں جنھوں نے براہ علم دوستی ہمارا اس کام میں تھوڑا بہت ہاتھ بٹایا ہے۔ بعض احباب کی رائے تھی کہ اس دیباچہ اور ضمیمہ کا ترجمہ فارسی اور انگریزی میں کرکے شریک کلیات کردینا چاہیئے تاکہ اہلِ ایران اور یورپ کے مستشرقین بھی اس سے فائدہ اٹھاسکیں، لیکن اس وقت نہ اتنی فرصت ہے اور نہ اس کا موقع۔ ان سخت خانگی پریشانیوں میں جنھوں نے دل و دماغ کو معطل کردیا تھا یہ جو کچھ ہوگیا وہی غنیمت ہے فقط

مسعود علی

۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۷

ردیف الف

یارب بکش خط کرم بر سیئاتِ مامضی | پرہیز ہا کردم ولے جاء القضا ضاق الفضا
گر دارادت سختی بر فرق جانم ریختی | جانم بنفس آمیختی نعنم بزنجیرِ قضا
گر روضہ سازی در رہم جاں در رضائے تو دہم | ہرگز برابر کے نہم صدر روضہ را با یک رضا
شاخے کہ فعلم بر زند جز فضلت آں را نشکند | از فضلت ایں او اجب کند و ز رحمتت ایں اقتضا
درماندم از بارِ گراں لب خشک چوں ماہی تپاں | زابرِ کرم سیلے براں بر کردہائے مامضی
ہمچو حسین ام خستہ تن از جور دشتے شورفن | بہ چشمِ رضا نہ بر حسن حق علیِ مرتضیٰ

۲ یارب زفرطِ نیکوئی قولم نگہدار از دوئی ۵
خود بہترین حافظ توئی فاللہ خیر حافظا

اے بر فراز سرو بر آوردہ ماہ را | بر ماہ کج نہادہ بشوخی کلاہ را

دل می بری زنا بگواہی قدِ خویشش
گویند آفتاب پرستند یک گروه
اے روئے تو تمام چو مه در همه صفت

اے دوست راست کرده چه آری گواه را
ما بنده ایم آں دو رُخ همچو ماه را
اطراف مه رقم زده خطِ سیاه را

(۳)

بنده حسن زخط خوشت نسخهٔ کند
هر گه که عرضداشت کند بادشاه را

(۹)

ساقی بیار مے که چو زر گشت کار ها
آمد بهارِ نو بده آں بادهٔ کهن
خوبان اگر بدستِ رقیباں گرو نه اند
وقتِ هوا خوش است هوا از مزاج صاف
شه آفاق جشن کند گو یا که گل
با غنچه داشت هر سر و کارے که داشت گل
سلطاں علائے دینی و دیں آنکه روزگا
تا ش محمد است محمد صفت به بیں

گل ریخت گنج زر به همه مرغزار ها
اگر یک نسیم او شگفد نو بهار ها
گردِ چمن ز بهر چه بندند خار ها
بنشانده اند از همه جانب غبار ها
از زر و سیم ساخته اند ایں نثار ها
بکشا سر قرابه که بکشا و کار ها
شاهے چو او نیافته در روزگار ها
دیں را زوال دولت او شد مدار ها

(۴)

چوں شرح بذل او ست بروں ز حسابها
سالِ نقاشش باد فزوں از شمار ها

(۷)

اے باز تازه داشته نازِ قدیم را
هر روز کرده در همه آفاق گل فشاں

در هم فگنده صد دلِ نا مستقیم را
یک صبح ره نداده ازیں سو نسیم را

گر تو بروں خرامی با ایں چنیں جمال
از ستر روئے و موئے توام وز روزگار
من هم ز قد و زلف و دهانِ تو ایں زماں
در خاک چند غلطد دُرِ سرشکِ من

از سیر مهر و ماه که پرسد حکیم را
تفسیر کرد آیتِ اُمید و بیم را
در سینه نقش کردم الف لام میم را
آخر برحمت نظرے ایں یتیم را

٥

هاں اے حسن ز محنتِ عشقش جدا مشو
دولت شمار صحبتِ یارِ قدیم را

٧

اے درد ها فزوده دلِ دوستدار را
من منتظر که روئے مبارک به بینمت
دلهائے ما خراب شد از چشمِ مست تو
ترکان غمزهٔ تو بیغو غا در آمدند
حدِ چو من سگے نبود ایں عنایتت
دارم دلِ پر آتش ز آشوب روزگار

یاری نباشد ایں که نه پرسند یار را
آئینه پیش داشته عکس کار را
والیِ ظلم پیشه فتاد ایں دیار را
روزی شکسته توبهٔ پرهیزگار را
داغے بنه که کار بیاید شکار را
خود را بسوزم اکنوں یارِ روزگار را

٦

مسکیں حسن ز وصلِ تو ماندست بے نصیب
با غم قرار داده دلِ بیقرار را

٥

اے روئے تو ماهِ محفلِ ما
ما عشقِ ترا بجاں خریدیم
از خلد و نعیم بے نیازیم

جز عشقِ تو نیست در دلِ ما
اینست ز عمر حاصلِ ما
تا کوئے تو گشت منزلِ ما

از روے تو شرم نیست مہ را | کاید ہمہ شب مقابل ما

۷

بیچارہ حسن ترا نہاں گفت
پیداست کہ کیست قاتلِ ما

۶

بہ پیش صورت خوب تو ماہ را چہ بقا
بجنب خاک درت مال و جاہ را چہ بقا

شکست کوکبہ مہ زیک بر آمدنت
چو آفتاب بروں تاختت ماہ را چہ بقا

توئی خلاصہ و بس روز و شب طفیل تو اند
تو دیر باش سفید و سیاہ را چہ بقا

دو چشم من دو گواہند عشق را تو بگو
بیک عنایتِ قاضی گواہ را چہ بقا

تو آمدی گل و لالہ بریختند از شرم
بہشت آمد ہشتِ گیاہ را چہ بقا

اگر بروئے تو جامے خورم گنہ گیری
بہ پیش آیت رحمت گناہ را چہ بقا

۸

بسوخت از تف عشقت ہمہ وجود حسن
چو آتش آمد بیچارہ کاہ را چہ بقا

۵

بارہا کہ آرزوئے تو بسیار شد مرا
دل در شمائل تو گرفتار شد مرا

بے تو نظر گماشتہ ام ہر چہار سوئے
بازم دو چشم در رہِ تو چار شد مرا

جاں دادن از فراق تو آسان نبود ولیک
ایں زیستن بہجر تو دشوار شد مرا

چنداں بہ تیغ غمزۂ تو عشق باختم
تا آخرم دروں دل افگار شد مرا

۹

یارا کسے بچارہ گری یاریم نکرد
بارے حسن بنالہ گری یار شد مرا

۷

ترک من بین و اسے از شب ساختہ مہتاب را — بر سر شکر نگہباں کردہ مشکِ ناب را
از دہان او کہ دورست از لب و دندان من — پستہ می خواہم بدنداں میگزد عناب را
عین محراب است ابرویش مسلماناں چہ شد — گر مسلمانے بمستی بوسہ زد محراب را
صبحدم آمد خیال غمزہ اش خونم بریخت — آرے آخر شب ہمیں شیوہ بود قصّاب را
یار گر حاضر شدے چندیں نرفتے سیل خوں — لاجرم بے آشنا عاجز شدم غرقاب را
من بہ دوراہ از کجا یابم کہ نبود نسبتے — با پریرویان گلبو دیو گلخن تاب را

۱۰ — عالمے را غرقہ می بینم بدریائے طلب
تو کجا یابی حسن آں گوہر نایاب را — ۷

چندیں چہ ناز آموختی آں غمزۂ غماز را — دل بُردی و جاں سوختی حد کیست آخر ناز را
ہر چند ہندوے توام چوں دزدم از لعلت شکر — در ہر کمیں بنشاندۂ ترکانِ تیر انداز را
ہرگز نہ برسد از کسے کعبہ نشیناں را نشاں — مستے کہ او قبلہ کند چوں ابروے طنّاز را
غالب نیاید عقل من بر عشق مہ رویان بلی — حدّ کبوتر کے بود کو صید گیرد باز را
سبحہ چہ در دستم دہی خرقہ چہ در پشتم نہی — بازاہداں نسبت مکن ایں پیر شاہد باز را
سازیکہ بود اے مدعی کردی ازیں مجلس بروں — با تو بہم آتش زنم ایں مجلس بے ساز را

۱۱ — ہاں اے حسن تا زندۂ دل نہ بزندانِ غمش
چارہ نباشد از قفس مرغانِ خوش آواز را — ۷

جاناں ز نقد جانِ من پیوند جانہا داترا — برجانِ ما دلخستگاں فرماں رواں باد ترا

چوں شاہ تختِ چارمیں پشت نہد سر بر زمیں
من از ہوا خواہئ تو چیزے کہ جستم یافتم
داد جوانی دادہ بر رغم ایں چرخ کہن
ساقی دل و جانم توئی آں جام جاں بخش تو کو
یک پاس با ما مے بخور اے بندۂ پاس تو من

اے خسروِ خوباں علم بر آسماں بادا ترا
تو آنچہ میخواہی ز حق یارب ہماں بادا ترا
ما را مئے کہنہ بدہ دولت جواں بادا ترا
رحمے بکن بر جانِ من رحمت بجاں بادا ترا
تو پاس داری ایں نفس حق پاسباں بادا ترا

(١٢)

ہاں اے حسن از یاد شہ جانِ حریفاں تازہ کن
مہرے بنہ بر جانِ ما شہ مہرباں بادا ترا

(٦)

کجاست آں شہ ترکاں گرفتہ ترکِ وفا
دردل چو شانہ بکنیم ہمہ بود و بند ال
چناں ز غیرتِ رویش قفا خورند بتاں
دلِ مرا اگر آوارہ شد ز خانۂ صبر
کشادِ چشم و لبش در ولایتِ خوبی

زدہ ز نرگس شوخے ہزار تیر جفا
بر دل چو آئینہ با من ہمہ طریق صفا
کہ تنگراں نشناسند روئے شاں ز قفا
درِ خدائے بسندست حسبۂ و کفی
بغمزہ دار سیاست ببوسہ دار شفا

(١٣)

حسن تو از ظرفائی زیادہ گوئے مباش
بلے فضول نبود ست صرفۂ ظرفا

(٧)

دی سوئے سروِ لالہ رخ پیغام دادم باد را
تا پیش او افتد مگر اینک ز چشم درفشاں
مجنوں لباس عقل و دیں در عشق لیلی چاک زد

بنوشتہ خطِ بندگی آں سوسنِ آزاد را
درہا ذخیرہ میکنم از بہر پیش افتاد را
پند پدر مانع نشد رسوائے مادرزاد را

میخواستم کز دست دل امروز فریادے کنم
وی بعد فرض باداد از دور دیدم روئے او
ہر کس رہے دارد ولے چہ سود کز خوان ازل

گریہ گرہ شد در گلو رہ بستہ شد فریاد را
من در غزل خواندن شدم رخنہ فتاد اورادرا
بوسہ بخسرو می رسد تیشہ زدن فرہاد را

۱۴

گر عمر اینست اے حسن در پائے خوباں صرف کن
چندیں چہ ہگل میزنی دیوار بے بنیاد را

۵

من ندانم تا چہ سازم حیلہ تا بینم ترا
گرچہ من بسیار می خواہم کہ رویت بنگرم
دردلم دردیست چوں درماں آں درد تو ئی
من نخواہم شد جدا از کوئے تو تا زندہ ام

جان برلب آمدم آخر بیا بینم ترا
باچنیں بختے کہ من دارم کجا بینم ترا
روئے درمانش نما بہرِ خدا بینم ترا
یا گشتم بر سر کوئے تو یا بینم ترا

۱۵

ترک خوباں مے نگیری ہمچو سعدی اے حسن
عاقبت روزے فتادہ در بلا بینم ترا

۵

اے نوشدہ بنام خوشت عشق نامہا
چوں وصف حسن تو بکتابے نیامدہ
تو یدہا نوشتہ ہر دم بخونِ من
رسواہی روند زکوئے تو زاہداں

ہر سال گل ز رشک تو بدرید جامہا
از شرم سر در آب نہادند خامہا
من ہر طرف ز دست تو فریاد نامہا
بر سر سبوئے بادہ بجائے عمامہا

۱۶

گہ گاہ از تو کام دلے یافتے حسن
خود کامیِ تو بُرد ازو جملہ کامہا

۷

روز ہا شد کجا شدی یارا — آرزوئے تو می کشد مارا
روئے تو دیدہ را تماشائیست — باز کے بینم آں تماشا را
زاں چو دریا کنم کنار کہ تو — دوست داری کنار دریا را
دل بفردا چہ می نہی امروز — ہمچو دی رفتہ گیر فردا را
صنع صانع نگر کہ بر چہ صفت — زیب داد آں جمال زیبا را
خط خوب تو سطر از خط عشق — عقل کے داند این معمّا را

۱۷ ہیچ یارے نکرد کار حسن
یار ایں کارہا توئی یارا ۷

از صبا بوئے تو می آید مرا — صبر در سینہ نمی باید مرا
گرچہ باغ آسایشِ ہر خاطر است — خاطر آنجا مے نیاساید مرا
تا ندیدم گلستان روئے تو — گل بدیں خار می آید مرا
گل چہ خواہم کرد چوں روئے تو نیست — بے تو روئے گل نمی باید مرا
گر دلم خوں گشت چوں غنچہ چہ شد — یکدمت صد شادی افزاید مرا
الغرض تو لب چو گل بکشا از انک — ایں غرض از غنچہ بکشاید مرا

۱۸ تا ہوا خواہِ توام ہمچوں حسن
گل صفت صد برگ می زاید مرا ۷

چہرہ نگار کرد گل چہرہ یار من کجا — باد بہار بوئے شد بوئے بہار من کجا

لوح زمیں بہر زباں از قلم قضا کنوں	جملہ نگار نقش شد نقش نگار من کجا
تاختن صبا رسید از صف صبح دمبدم	ست رکاب یاسمین چیست سوار من کجا
خود چمن از چہار پر از پے زر چو غنچہ را	دوشش کلیہ سیم زد گنجِ حصار من کجا
لشکر نوبہار را ساختہ برگ یک بیک	گل ہمہ عرض مید ہد عارضِ یار من کجا
یار بباغ داشتم خوشش دلیے بواجبی	دفتر باغ نو شدست واجب یار من کجا

۱۹

دہر اگر بوقت گل گل رخے از حسن ستد
اے فلکِ بنفشہ وش لالہ عذار من کجا

۷

دو روز شد کہ شدم زاں مہِ یگانہ جدا	ہمہ نشاط شد از من بدیں بہانہ جدا
منم بنالہ زار از جدائی دردوست	چو زار نالۂ مرغ ز آشیانہ جدا
قبول کردمے از جاں جدا شدی از تن	روا نداشتمے سر ز آستانہ جدا
زتیر غمزۂ او کشتہ ہیں شہرے	کہ ہست آں سر پیکانش را نشانہ جدا
زمانہ قصد بخوں میکند ستارہ بجاں	غمِ جدائی آں دلبرِ یگانہ جدا
چہ طالعست مرا کیں چنیں کشدم زار	غمش جدا و ستارہ جدا زمانہ جدا

۲۰

یکے رعایت حال حسن کنید کہ ماند
زیار دور ز دل بیخبر ز خانہ جدا

۶

نوبت زدند نوبت عیش است ساقیا	عیشے بروئے خویش کن و زود تر بیا
آخر رسید نوبتِ شب مے بدہ ببیں	تا نوبتِ کدام حریفست ساقیا

گر دورِ آفتاب بشد ز آفتاب مے — در تیره شب بدور قدح در فگن ضیا
بے دورِ مے زمین نکشاید دقیقۂ — گر بر سرم سپہر بگرداند آسیا
خونِ قرابہ ریختہ شد ریختہ شود — خونِ کسے کہ خرقہ بسازد زبوریا

۲۱ — خرم نگشت جز کہ بگو گردِ سرخ مے
طبع حسن کہ زرِ سخن راست کیمیا — ط

قدر یاران خود آخر نشناسی یارا — شب قدر است سلامی نفرستی مارا
لیلۃ القدر شود تیرہ شب از بے قدری — بسلامی کہ تو یاری کنی امشب یارا
دوش ہر چند کہ بہ دل از مژہ آب زدم — کم نشد آتش شوق تو دل شیدا را
چند شب چشم من از گریہ درست آب کند — نہ عجب باشد اگر آب برد دریا را
تافتہ می شود از فرکلاہت خورشید — اے کہ از رشک کمر می شکنی جوزا را
مکن امروز حساب غم آسان ممکن — وعدہ فردا کہ قیامت شمرم فردا را

۲۲ — حسن انگشت چو بر لب بروت لب نگزی
یعنی انگشت درازی مکن ایں حلوا را — ط

نیست امروز ہیچ ہوش مرا — ترک دادہ اند دوش مرا
عقل مغلوب شد ہم از یک دور — دور دیگر نماند ہوش مرا
خواجہ پندم چہ می دہی کہ گہے — آں طرف نہا نبود گوش مرا
جامۂ من بجام مے گرویست — تو بذیل کرم بپوش مرا

سرمۂ دیدۂ خرد گشت ست / گرد دکان می فروشش مرا

شب چو دیوانہ کرد نوش بے / ہر دم از بانگ نوش نوشش مرا

چہ دہم شرح جان خویش کہ کرد / گفتہ ہائے حسن خموشش مرا ۲۳ ۷

باز نو کردم ز سر عہد مے و میخانہ را / ساقیا لختے بدہ آں آفتِ فرزانہ را

باز در زنجیرِ زلفِ شاہداں آویختم / چوں کنم بس می نیابم ایں دلِ دیوانہ را

یار بہ داند ز سرگردانی عشاق خویش / شمع بہ روشن کند جانبازی پروانہ را

جاں چو جائے عشق او شد عقل را گفتم برو / در حریم قدس محرم چوں کنم بیگانہ را

ماہِ من از چیست کاندر کلبہ ام نائی شبے / یا مگر از گنج روزی نیست ایں ویرانہ را

در دلم صد گونہ غوغا یست گر مہماں شوی / از حضورت کعبہ میسازم من ایں بتخانہ را

دل چو رفت از تو نصیحت با کہ گوئی اے حسن / مرغ چوں جست از قفس دیگر چہ ریزی دانہ را ۲۴ ۱۱

اے غمزۂ خونریزت تاراج بر جاںہا / کفرِ سر زلفِ تو غارت گرِ ایماںہا

بر شحنۂ عشقِ تو ہر روز ہمی بینم / در کشتنِ مسکیناں از خط تو فرماںہا

اے نرگسِ نورستہ ایں نوع روا داری / من خستہ ہر خارے تو خفتہ بہ بستاںہا

اے خضر چہ می نازی زاں جوئے کہ دادت دم / آں گم شدگاں را جو تشنہ بہ بیاباںہا

تا روئے نہاں کردی مہرے بدہاں کردم / عاشق ہمہ خوش باشد بلبل بگلستاںہا

بسیار ہمی گویند از حور و قصور آوخ / اے آنکہ تو آں داری بے تو چہ کنم آنہا

اے خانۂ چشمِ من از طلعتِ تو روشن
یک مہ چو تو نادر دد افلاک بدورانہا

اے نقشِ بدیعِ تو آرایشِ ہر ایواں
در نقشِ تو حیرانم چوں نقشِ بایوانہا

ہرگہ کہ چو تو سروے از جیب برارد سر
چوں دامن گل بینی ہر سوئے گریبانہا

مانا کہ منجم را معلوم شد از اشکم
کاں سال دراحکامش ہینم ہمہ بارانہا

۲۵ بر نظمِ حسن دیدم شہرے شدہ دیوانہ
زیرا کہ نمی یابند ایں طرز بدیوانہا
ے

باز مستِ عشق خود کردی من دیوانہ را
کاتشی اندر زدی ہم رخت را ہم خانہ را

ترکِ دل گفتم چو میدانم کہ ترکِ عشقِ تو
ہرگز آباداں نخواہد داشت ایں ویرانہ را

صبر من بیگانہ شد از من چو برگشتی بلے
آشنا ہرگہ کہ برگردد چہ غم بیگانہ را

کلبہ ام با تو براز کاشانۂ ہشتم بہشت
کیں چنیں نقشِ بہشتی نیست آں کاشانہ را

شانہ گہ گہ با سرِ زلفت درآویزی کند
آرے آنجا ہا گرا باشد دو سر خر شانہ را

گفتیم دل را نصیحت کن نصیحتہائے سخت
سنگ بر شیشہ نیارم زد من آں دیوانہ را

۲۶ گر حسن افسانہ شد از عشق حشمت ہم خوشست
دوست میدارند خواب آلودگاں افسانہ را
ے

اینک آمد باز آں شوخ بلا انگیز ما
چشم او غمارت گر ہنگامۂ پرہیز ما

باز تا تازہ کند ریشے کہ در دل داشتم
از لبِ شیریں نمک انگیخت شور انگیز ما

زاں لبِ میگونش بر ما کاش افتد جرعۂ
تا فرو شوید ہمہ زہدِ نفاق آمیز ما

خار ہجرانش چو جانہا خستہ کرد اے باد صبح
خیز نو نو مژدہ دہ زاں غنچۂ نوخیز ما

ہر زماں خیمہ زند بر چار سوئے عاشقاں
صف مژگاں است کردہ از پے خونریز ما

نیست یارم لشکری خیمہ چہ نسبت بایدش
کان طناب عنبریں کافیست دست آویز ما

۲۷

دوش میگفت اے حسن نایم و تیغ غمزہ تیز
چوں توانی برد جاں از پیش تیغ تیز ما

۷

عزم سفر شد آں صنم نورسیدہ را
در خوں کشید ایں دل محنت کشیدہ را

اول کرا وداع کنم زیں دو دوستاں
صبر گریز پائے کہ عقل رمیدہ را

دل از برم رواں شد و آیم ز دیدہ تیز
دل را بایستانم یا آب دیدہ را

اے باغباں ز درد دل بلبلاں بترس
مگسل ز شاخ تازہ گل نو رسیدہ را

پرسی ز حال نرگس کا خر چہ او فتاد
آں طفل چشم تر شدہ دامن دریدہ را

سرّی کہ دارم از کرم آفریدگار
محرم ہمے ندارم یک آفریدہ را

۲۸

رسم حسن ہمیشہ چو کم گفتن آمدست
زیں بیشتر مجال نداد ایں قصیدہ را

۷

اے غرہ چوں ماہ نو رونق فزودہ عید را
لعل تو بکشادہ در ہے ہم فتح ہم تائید را

گر ماہ تو در پردہ شد تو پردہ از رخ بر فگن
تا از ہلال ابروت شبہت نماند عید را

گفتی کہ مہ شد روے من دعوی موجہ کردہ
باآں ہمہ از مشک تر خطے بکش تاکید را

طوق ہوائے دیگراں افگندہ از گردن برز
تحقیق عشقت یافتہ کے خوش کند تقلید را

واللہ بملک دلبری یک بت شریک تو نشد
در اعتقاد عارفاں حجت توئی توحید را

ہر خطبہ را ای خطیب ایجاز واجب دیدہ
امروز درویش بہ بیں اطناب دہ تحمید را

۲۹

آنکو بہمت سر کشد دست از دو عالم بر کشد
گر دوست میجوئی حسن یا پیش نہ تجرید را

۷

اے روئے خوبت آیتے حکم امید و بیم را
حکمے کہ میخواہی بداں استادہ ام تسلیم را

اختر شناس ار بنگرد نورِ در خسارت گہے
پیش مہ و خورشید تو پارہ کنند تقویم را

خطت مثال حسن شد با آنکہ خوش میخوانیش
از خالِ مشکیں یک دو جا نقطہ بنہ تفہیم را

در کام تو تنگِ شکر در جام من خون جگر
چہ تواں کہ پیش انما و تو حکمے شد ایں تقسیم را

تو خواستی کز طوق غم داغے نہی بر ما ولے
داغ تو بر ما باغ شد چوں آتش ابراہیم را

تا حار حسنت دیدہ ام با میم ملیح تو قریں
ہر دم مکرر میکنم در ورد خود حا میم را

۳۰

امید میدارد حسن کاندر رہ تو جاں دہد
ہم از طریقِ دوستی رغم امید و بیم را

۷

باز دل سوئے سفر می بینم آں دلدار را
نیست از یاری کہ تنہا می گزارد یار را

من کہ روئے یار خود خواہم باغیارم چہ کار
سلسبیل آتش نماید تشنۂ دیدار را

مردم چشم مرا از گریہ آفت ہا رسید
آرے آفتہا رسد اصحاب دریا بار را

بر دل زارم منہ اے ساربان بار فراق
بارکش ہم بیں براں اندازہ می نہ بار را

اینک آں سالارِ خوباں درمیان کاروان
نیست کوتاہ بگیرد کاروان سالار را

من بکارش خسته دل او بیخبر از کارِ من — محرمے باید که تدبیرے کند ایں کار را

٣١ — ے

بخت مقبل کو که در پیش حسن باز آورد
آں بتِ دیر آشتی آں ماہِ زود آزار را

نوبہار آمد علم نو کرد عشق یار را — بادِ نوروزی دگر رہ آب زد ایں کار را
نیکواں خندہ زناں چوں گل بگلزار آمدند — وقت شد اینک تماشائے گل و گلزار را
دیدہ بر جامۂ گل بار ہا داغ شراب — باز بنگر آں پریشاں بستن دستار را
آخر ایں جمعیت امروز از پے مے خوردنست — روز جمعہ کار بندا اے خواجہ استغفار را
جاں ہمے بادست چندیں گہ غلط پنداشتم — جرعۂ گو تا بشوئیم تختۂ پندار را
ساقیا جامے بدہ تا دامِ ہستی بر درم — چند زیر خرقہ پنہاں دارم ایں زنار را

٣٢ — ے

گر حسن بیروں دہد سر رشتہ از سر مے
محتسب صد بار در پا او فتد خمار را

نظر کن دو چشمِ پُر آبِ مرا — بہ بن بخش جانِ خراب مرا
دو چشمِ تو قصدِ دلم میکند — بستانِ خود دہ کباب مرا
ترا ہر دو نرگس فسوں گر فتاد — ندانم که بستست خواب مرا
حدیثے بگو تا مدارے بود — بداں جان تو خاک و آب مرا
ز تو شربتِ وصل کردم سوال — شکر مہر کردی جواب مرا
بدشنامِ مقبول خود محو کن — دعا ہائے نامستجاب مرا

۳۳ — ۷

حسن گفت خاکِ سگانت منم
بهر کس مبخش ایں خطاب مرا

اے چشم و چراغ دل آخر نظرے بر ما — وے آبِ حیاتِ جاں آخر گزرے بر ما
گر نیم شبے ناگہ طالع نہ شوی چوں مہ — جز باد کہ می آرد از تو خبرے بر ما
جز صبح کہ می راند از ما نفسے با تو — بگذر چو نسیم گل وقت سحرے بر ما
حلواے مرادِ ما بر ذوق نمی آید — بفرست ز لعل خود اندک شکرے بر ما
راہِ دلِ ما دیدی بربستہ بخار غم — از باغچہ رحمت بکشاے درے بر ما
گر باغ تو آرائی ور راغ تو فرمائی — حاکم نتواند شد جز تو دگرے بر ما

۳۴ — ۷

خوش گفت حسن با تو اندر شب تنہائی
کاے چشم و چراغ دل آخر نظرے بر ما

دل شد و دنیا شد و دیں ساقیا — گر ہمہ رفتند تو بارے بیا
جام تو بر دست چو من مفلسے — حقہ رغیب ست پر از کیمیا
تا چو قرابہ نشوی پاک دل — خرقہ نکو نایدت از بوریا
ہر چہ دہی باز ازانت دہند — کردہ ام ایں تجربت از آسیا
ایں دل گمرہ شدہ نشنید پند — دیدۂ اعمی چہ کند توتیا
باز کجا ایستد ایں آب چشم — تا ندہد از گل گورم گیا

اے حسن ایں زہد چہ آوردہ

زهد دروں رخنہ و بیروں ریا

باز عشق دوست نو کرد اندہ دیرینہ را
چشم من طوفاں برافشاند و فرونشاند ہیچ
تا خطیب عشق او بر منبر جاں خطبہ کرد
آنکہ می بینی کہ او از آئینہ آراست رو

باز داغ نو نہاد اندوہ عشقش سینہ را
از دل نا مہرباں او غبار کینہ را
راہ گم کردم عزیزاں مسجد آدینہ را
ایں سعادت بیں کہ زیور می دہد آئینہ را

۳۶ — از ازل جان حسن مست الست آمد بلے
یار دیرینہ شناسد صحبت دیرینہ را — ۷

اے خط خوش از مشک تر آمیختہ مہ را
انگندہ دل ما ہمہ در چاہ زنخداں
پیراہن یک شہر ز دست تو قبا شد
ہر چند کہ زلف تو سپاہیست جہانگیر
دیدم شب دوشینہ من و ہر کہ نظر داشت
مہ وقت گرفتن رخ تو دید و ہمی گفت

بر دفتر طاعت رقمے راندہ گنہ را
وانگاہ بپوشیدہ بسبزہ سر چہ را
یکبار چنیں کژ منہ اے شوخ کلہ را
ہر روز پریشاں نتواں کرد سپہ را
داغ دگر از رشک تو پیدا شدہ مہ را
عرضہ چہ کنم پیش تو ایں روئے سیہ را

۳۷ — نگرفت حسن در تہمت عشق تو قرارے
چہ جائے قرارست در آتش کدہ کہ را — ۷

اے ماہ خوباں یکشبے بر خویشتن مہماں کن مرا
از آفتاب روئے خود چوں صبح خنداں کن مرا

در کنج فرقت روز و شب داؤد ساں نالیدہ ام — بر تخت وصلت اے پری یکشب سلیماں کن مرا
گہ ناز و گاہے عشوہ دہ بکشاۓ زلف پرگرہ — لب بر لب من نہ بتا جاں کندن آساں کن مرا
انگند زلف کافرت اشکالہا در دین من — یکبار بنما روئے خود از سر مسلماں کن مرا
از زاہد خشک خویشتن ہستم براں اول قدم — زاں می کہ چشمت مست شد امروز غلطاں کن مرا
دارم دل آتش کدہ آخر خلیل من توئی — بر من فرود آ یکدمے آتش گلستاں کن مرا

۳۸ مسکیں حسن ہگویدت کاے وقت عشاق تو خوش — گر من از ایشاں نیستم بارے از ایشاں کن مرا ۷

آں سرو جو با سبزہ در آمیخت سمن را — از جلوہ براند اخت عروسان چمن را
در توبہ چہ جہدم کنی اے زاہد مغرور — بارے تو ببیں یک نظر آں توبہ شکن را
ما ایں وطن از بہر بتاں ساختہ بودیم — ایشاں چو نسازند بسوزیم وطن را
جاناں چو بستاں شوی از عارض خوش خط — چوں دفتر گل بشکنی اوراق سمن را
موزہ بکن از پائے کہ پا تا بہ خاصت — یک وصلہ بدست آرم پیوند کفن را
اے مدعیاں در سر آں گیسوے دلبند — دل چونکہ نہ بستید بہ بندید دہن را

۳۹ فردا ہمہ تشریف کرامت رسد از دوست — بے خانہ و جا بے سروپاے چو حسن را ۷

اے در دولت ہمہ شکرہا — روئے تو نظارۂ نظرہا
از ساغر عشق در رہ تو — غلطیدہ بہ نیم جرعہ سرہا

رفتم بہ پناہ دین و تقوی
تیر تو گذشت از سپرہا
دردِ دلِ من ہمہ شنیدند
تو بے خبری ازین خبرہا
بارے ز سگان خویشتن پرس
کاں بانگ چہ بود در سحرہا
گفتی سرے نہ چو دل بہادی
این نیز نہیم بر دگرہا

٤٠

از بے خطراں نیاید این کار
کارِ حسن است این خطرہا

٦

بر درد ما وقوف نباشد طبیب را
آہ از حبیب دست نگیرد حبیب را
ہر دم ز حد گذشت بجاں اوفتاد کار
خیز اے غلام و معذرتے کن طبیب را
جانا زکاتِ حُسن چہ می داریم دریغ
یا خود نصیب نیست منِ ذو نصیب را
زاں خط سحر پیشہ یک افسون شہر بند
بفرست تا ببندم چشمِ رقیب را
گر جمعۂ بمسجد آدینہ در روی
در ہر حدیث صد غلط افتد خطیب را
دل کز درت بماند نمی بایدت بہشت
شہر کساں قرار نباشد غریب را

٤١

بے تو حسن بہیچ وطن دل نمی دھد
بے گل جہاں خراب بود عندلیب را

٧

اے کمر بستہ بے وفائی را
بر طرف کردہ آشنائی را
تا چہ غایت جفا کشیم آخر
غایتے ہست بے وفائی را
وہ نمے بایست جدا روزے
تا صفتہا کنم جُدائی را

عقل بگریخت از محلت عشق — شہر زندانست روستائی را
زاہدے کاں دو لعل میگوں دید — معذرت گفت پارسائی را
دل چراند ہمت کہ پروانہ — جاں فدا کرد روشنائی را

(۴۲) اے حسن نیم جاں کہ ہست بدہ
چشمہ تواں کرد بے نوائی را (۵)

مبتلا گشتم من بیچارہ تا دیدم ترا — اے بلا انگیز ناگہ از کجا دیدم ترا
خوب دیدم بے خطا ناوک زدی بر سینہ ام — شکر می گویم کہ بارے بے خطا دیدم ترا
نازنیناں گرچہ میگردی طول از دیدہ ہم — یکزماں بنشیں کہ بعد از دیرہا دیدم ترا
ہر زماں گوئی کرا دیدی کہ دیوانہ شدی — سر فدا راست ہمی گویم ترا دیدم ترا

(۴۳) خسرو[۱] خوباں توئی خواہد حسن بوسے ز تو
بر گدائی آمدم چوں بادشہ دیدم ترا[۲] (۵)

ردیف (ب)

اے دل اہل دولت ایشانند ایشاں را طلب — چیست ایں جمعیت آں جمع پریشاں را طلب
گر ہمی خواہی درون ہمت را مرہمے — آں جگر پالودگان سینہ ریشاں را طلب
عشق خویش تست می دانی تو ہم خویشی بکن — عقل و حس بیگانہ صرف اند خویشاں را طلب
یک خدنگ از کیش خوباں خوشتر از صد جان تو — دین تقلیدی رہا کن خوب کیشاں را طلب

۱؎ ایک قلمی نسخہ میں مقطع اس طرح ہے۔ ۲؎ ترک خوباں من توئی ہیچو سعدی اے حسن ؛ عاقبت سوئے فتادہ در بلا دیدم ترا۔

۴۴ — ۷

باز قوم مقبلاں بیں در لباس مدبراں
اے حسن گر طالب اقبالی ایشاں را طلب

باز آ که بے تو یارمی خواندم شکیب — تو وست در غنانی و من پائے در رکیب
گر از بتانِ حور صفائے پری صفت — یک آدمی شکیب کند می کنم شکیب
در نازکی چو نارون قامتت بود — سرو سہی که بار نیارد ده نار و سیب
از پرده چوں کمانچه ابرو کشی بروں — مانند زاہداں ہمه چوں چنگ سر نشیب
اے دل اگر تو عاقبت اندیشی از غمش — بر تو غزا مست و براندیشه ات تبیب
گر حرفے از کتاب محبت گرفته — خط کش بہر دو عالم بر حکم ایں کتیب

۴۵ — ۷

بر طاعتِ حسن نشوم من فریفته
او داند و ریائے من و خوبانِ دل فریب

اینک اینک در رسید آں آفتاب — بے دلاں را در جگر افتاد تاب
روئے او آفاق را شمس الضحےٰ — کوئے او عشاق را حُسن المآب
چشم میگونش یکے نظاره کن — جاں از و مست و جہاں از وے خراب
تیر غمزه در کمیں گاهِ فریب — نیم کش کرده ز چشمِ نیم خواب
گوہرے جستیم از درج لبش — بر عقیق ناب زد لولوے ناب
راست کامروز اندر آمد ہمچو سرو — خوں کشاد از جوئے چشم جائے آب

گم شد اندر پرتوِ رویش حسن

۹	چوں ستارہ در شعاعِ آفتاب	۴۶

باده من دورے بگرداں از شراب
یک سرِ ناخن غمِ ما کم نشد
خاکیاں رانیست از مے سیریٔ
نہ خطا شد چوں تو نزدیک منے
چشم گریانم کشادہ شد بتو
جانبِ من چوں گذر کردی سبلے
مجلسِ خاص ست مائیم و تو ئی
لب بما ی دہ دل از ما می ستاں

مست کُن کز دست غم گشتم خراب
ایک سر انگشتے فزوں تر دہ شراب
گوئی اندر ریگ می ریزند آب
ذکر غیرے دُور باشد از صواب
در شمارِ من نبود ایں فتح باب
در خرابہ ہا ہم افتد ماہتاب
رہ نیابد اشب اندر چشم خواب
ہمچنیں از تو نمک وز ما کباب

۷	روزے از حکمت حسن گردن نتافت تو ہم از وے امشبے سر بر متاب	۴۷

چہ کرد با من و با روزگار من یارب
مہے چگونہ مہے کاشکار خواہم گفت
ہزار عاقل و دانا دریں طریق بخست
کنوں مُن می و معشوق و ذوق و عشق سماع
کہ گفتہ بُد کہ مرا صبر و صنعو ست و صلاح
مے شبانہ بروئے چو صبح جاناں خور

چہار روز فراق مہ چہاردہ شب
ہمیست صبح لقا بلکہ آفتاب لقب
مرا ہم از دل گم رہ ز دست شد چہ عجب
تو دانی و غم دین و رعایت مذہب
قدح بیار ز من واں دروغہا مطلب
کہ وقت صبح اثر می کند شراب عنب

۹	حسن حریف نداری تو اندریں معنی یکے عنانِ ارادت بکش بدستِ ادب	۴۸

ترک من منشیں مکن پا در رکاب
دست در جعدت زنم یا در کلاہ
پائے گرد آر از رکاب دمے بخواہ
بر رکابت روئے می مالم ببیں
چشم گریاں داریت زیر قدم
بعد ازیں مائیم و دست اندر عناں
ہر زماں لیسد رکابت را حسن
عاقبت عذرے عناں گیرش نشد

اے زپائے تو بدردِ سر رکاب
بوسہ بر پایت زنم یا بر رکاب
بار کابی گو کہ گرد آور رکاب
بخت می فرمایدت از زر رکاب
تا مرصع گردد از گوہر رکاب
کز تو جانِ ماست پا اندر رکاب
نیست نیساں تیغ تیز ہر رکاب
تا رواں کردے ازیں چاکر رکاب

۶	دستہائے او بریدہ کو گرفت در یکے بازو و در دیگر رکاب	۴۹

ردیف (ت)

دیدہ را گر با تو کار افتاد دل غمناک چیست
مرغ عاشق می شود پیراہن گل چاک چیست
ابلقِ حُسن ار بزیر زین یوسف بود و بس
عالمے گرد سمندت دست بر فتراک چیست

ہمچنیں گویند کاتش رہ ندارد در بہشت
اے بہشت عاشقاں ایں روئے آتشناک چیست

گر ز رشکِ روئے تو مہ را نشد پارہ جگر
آں نشانہائے خوں بر دامنِ افلاک چیست

مہرۂ تریاک را بسیار عزت می نہند
تو ازاں لب مہر بخشا مہرۂ تریاک چیست

۵۰ گر حسن قدر غمت نشناخت او را عفو کن
پیش عفو کامل تو جرم مشتِ خاک چیست ۷

روئے خود را ماہ میخوانی کہ میگوید کہ نیست
موئے خود را مشک میدانی کہ میگوید کہ نیست

چوں رخِ خود را بہشتِ عاشقاں کردی لقب
بر سمن سنبل چہ می شانی کہ می گوید کہ نیست

ظلمت ظلمت زلف تو چہ مشکل اندراں
روئے تو نورِ مسلمانی کہ می گوید کہ نیست

گر ترا من نرم دل خوانم کہ می گوید کہ ہست
ور مرا تو سخت جاں خوانی کہ میگوید کہ نیست

جانم از خاک درِ تو آبِ حیواں یافتست
آنکہ ہست اسکندر ثانی کہ می گوید کہ نیست

شه علاء الدین که می بینم زجهاں بخشی او
برهمه کس منت جانی که میگوید که نیست

۵۱	شاهِ صد بنده چو خاقاں حق همید اند که هست بنده پیشش صد چو خاقانی که میگوید که نیست	۷

کارے که بود با تو مرا بیشتر ز فتنه	سر رفت در هوائے تو ام در دسر رفت
دل خواست تا بپام وصال تو برزد	پا لیش بگل فرو شد یک پایه برز رفت
عاشق که جان رفته بکوئے تو باز یافت	جاں داد هم بکوئے تو جائے دگر ز رفت
شب را خیال آمده در پیش چشم من	خانه زموج خوں بخلل دید و در ز رفت
آمد مژه بسینه فرو رفت و هم چناں	آں آتشے که دیده بُدی از جگر ز رفت
با آنکه خونِ دل ز مژه رفت ما ابها	آں مردم دو دیده هنوز از نظر ز رفت

۵۲	عمرت همه بکار بتاں رفت اے حسن تا عمر قسمت کارت ازیں خو بتر ز رفت	۷

یار بودن بنفس کار من است	هر که فاسق ترست یار من است
هر چه نقش گناه می بینی	آں زنفسِ گناهگار من است
هر چه بر من ز روزگار آمد	آں ز شومیٔ روزگار من است
دل که با معصیت قرار گرفت	اثر زهد کم عیار من است
گرچه کارم فساد شد همه روز	عذر یک شب صلاح کار من است

در کنار من آب دیدهٔ من	موج دریائے بے کنار من است

٥٣

برخورد از امید خویش حسن
گر بگوئی امیدوار من است

٥

اے کہ رخت نور مسلمانیست	لعل لبت مہر سلیمانیست
زلف ترا راز دروں مو بموست	گفتم و در بند پریشانیست
شہرے ازاں زلف کہ ظلمت دراو	کفر گرفت ایں چہ مسلمانیست
بار گرانست فراقِ تو آہ	ہر چہ گراں تر بمن ارزانیست

٥٤

خشم گرفتے ز حسن عاقبت
عاقبت خشم پشیمانیست

٩

اے کہ در عالم بخوبے مر ترا مانند نیست	اہل انساں را نظیر و شبہ تو فرزند نیست
سرو گل چوں قامت و رویت ندیدم در چمن	ہمچو لعل شکر افشانت نبات و قند نیست
دیگرے را چوں گزینم بر تو اے آرام جاں	زانکہ در ملک جہاں جز با توام پیوند نیست
از سرود شادمانی و طرب بے بہرہ ماند	آں دلے کش ماہ روئے مثل تو پابند نیست
ہستم از بند دو زلفین سلاسل دار تو	ہیچ مجنونے بدیں آئیں اسیر بند نیست
یک نفس گفتم کہ ایں شوریدہ را تسکیں کنم	اے دریغا کیں دل مسکین می خرسند نیست
شاہ خوبانی نگارینا ترا زیبد ازانکہ	ہیچکس را در جہاں ایں فر و ایں اورند نیست
ہر کرا شد دولت وصلت میسر یک زماں	ہمچو او اندر جہاں مسعود و دولتمند نیست

۵۵ — ۹

آه بیچاره حسن بگذشت از چرخ نهم
هیچ آگاهی ز مشتاقاں که می نالند نیست

دل نهادیم بهر حکم که در تقدیر ست — ترک تدبیر پسند ست و همیں تدبیر ست

خانهٔ عافیت امروز مسلم نشود — بام او خار گرفتست و درش زنجیر ست

عمر آں نیست که چل سال بغم خوردن رفت — عمر آں شش مه طفلیست که اندر شیر ست

دمِ سازیست که زیر و زبرش آهنگ است — هر چه ایں سوئے بم است آں سوئے دیگر زیر ست

کجیِ مطلق از اجزائے کماں چوں نبرد — اثرِ راستیِ ضرب که اندر تیر ست

اے بتذکیر گذشته گنهت یاد آور — اکه هماں یاد گناه تو ترا تذکیر ست

ظالماں را نشود پند بزرگاں مانع — گور کن را شب آدینه چه دامنگیر ست

سر نخوت چه برآوردهٔ اے سرو بلند — پنجهٔ مرگ بخوں پنجهٔ بید انجیر ست

۵۶ — ۷

ایں جوانی همه در حشو سر آورده حسن
وقت تقبیل حواشی بساطِ پیر ست

آنکه او بر درِ عشاق سرے نهاد ست — عشق هر جا که درے هست برو بکشاد ست

دوست داغے که نهاد ست نمی دانی چیست — مُهرِ مهر است که بر سینهٔ ما بنهاد ست

غمزه چوں ناوک و ابرو چو کماں زلف کمند — همه اسباب بلا بر دلِ ما آماد ست

دوش قمری به قفس قصهٔ در دم میخواند — حالِ افتاده ندانند مگر آں کافتاد ست

دل بدوران غمش هیچ شبے شاد نخفت — ایں سیاه روز ندانم که چه طالع زاد ست

باز دستے به قمارِ غمِ او خواهم برد — خرقه در باخته ام داو پسیں سجاد ست

۵۷	دل سکیں حسن آتش دیگیست بلے ایں ہمہ جوش درونست کہ بیروں داد است	۶

وہ چہ روزست ایں کہ برمن جور یار از حد گذشت
ناچشیدہ جرعۂ زاں لب خمار از حد گذشت
پیش ازیں ہر روز می نالیدمے از روزگار
جور او ہمچوں جفائے روزگار از حد گذشت
درد چنداں شد کہ دل را احتمالِ آں نماند
بارکش لابد فسرد ماند چو بار از حد گذشت
ماہ رویا روزہا ہجران تو مارا بکشت
ماہِ نو بنمائے زابرو کانتظار از حد گذشت
چوں حساب رقعۂ شطرنج غمہائے ترا
ہیچ پایائے ندیدم ویں شمار از حد گذشت

۵۸	چیست جانا بردلِ خاکی من چندیں غبار آخر اے ابرِ کرم رحمے غبار از حد گذشت	۷

دل بہ یکبارگی از بار جفایت ریش است
طبع بدخوئے تو ہم بر سرِ خوئے خویش است
شب ہجراں بتراز روزِ قیامت گیرند
بہترین روز مراآں بتریں شب پیش است

این چه کیش است که چوں تیر فرستی بر من
هیچ مانده نشوی تا یکے اندر کیش است

دمبدم درد همے خیزد ازیں دل آرے
هوس نوش لباں بر رگ جاں چوں نیش است

دوستاں حال دل ریش چه پرسید از من
اینک آں خوں دو دیده اثر آن ریش است

گر بیابید گلیمے بشراب آلوده
بمن آرید که آں خرقهٔ ایں درویش است

(۱۱) (۵۹)

اے حسن خلعت درد ے که تراهست بدوش
کم مپندار که از ملک دو عالم بیش است

تا یک گره ز بند قبائے تو وا شد است
چندیں هزار پیرهن از غم قبا شد است

تا لعل شکرینت بجاں بخشی آمد ست
بر چشمهٔ حیات بسے ماجرا شد است

امروز خود غبار قدوم مبارکت
در چشم روشنان فلک توتیا شد است

مقصود ها ز طوبی خطت برآمد ست
امید ها ز کعبه رویت روا شد است

شیشه درونِ سینه گرفتست باده را
آرے میان شیشه و باده صفا شد است

یاراں بنائے عشرت کردند استوار
هر رخنه که هست به بنیاد ما شد است

تا در دیار عشق غریب اوفتاده ایم
گریه است و بس همیں که با آشنا شد است

نز دوست شکوه است مرا نے ز دشمناں
روز بد منست که بر من بلا شد است

گوئی کہ روزِ بد را ہم روزِ بد رسید | ورنہ چرا بصحبت من مبتلا شد ست
حال خرابیٔ دلِ پرخوں چہ پرسیم | یک روز خود بیا و بہ بیں تا چہا شد ست

(۶۰)

جاناں ترا گہے غم حال حسن نبود
جم را چہ غم کہ مورچۂ زیرِ پا شد است

(۷)

ساقی قدحے کہ شب بکا ہست | دور تو و رائے دور ما ہست
عقلم بامید جرعۂ خاص | اندر قدم تو خاک راہ ست
اے عقل بگرد عشق کم گرد | درویش نہ مرد بادشا ہست
جاناں ز در خودم چہ رانی | جانِ ہمہ راہماں پنا ہست
اے ترک عناں بقتل[1] دادہ | از تو بتو ام گریز گا ہست
زلفِ تو شفیع محشرم باد | ہر چند کہ نامہ ام سیا ہست

(۶۱)

تو قبلہ وقت شو حسن را
ورنہ ہمہ طاعتش گنا ہست

(۶۰)

جائے کہ توئی اے مرمن جانِ من آنجاست
بیچارہ دل پرغم و ویران من آنجاست
من بلبلم اما ز گلستانِ رخت دُور
شاید کہ بنالم چو گلستان من آنجاست
تو عزم سفر کردہ و ناکردہ ز من یاد

[1] ربودہ از عقل

کاں غمزدۂ بیکس حیران من آنجاست

گویند خراب سرو ساماں شدۂ تو
من چوں نشوم چوں سرو سامان من آنجاست

من قصہ بخون جگر خویش نوشتم
آنجا ببرائے باد کہ سلطان من آنجاست

از سعی طبیباں نرود درد دلِ من
گو رنج مبینید کہ درمانِ من آنجاست

۶۲ | ۷

از یاد تو زندہ است حسن ورنہ بمردے
میگفت کہ بیجان شدم و جان من آنجاست

ساقی دم صبح مشکبار ست
با بوئے می و ہوائے رویت
چشمت سوئے ما نمیشود باز
از مستے چشم تو خرابم
ہر چند کہ بیقرارم از تو
از غصۂ روزگار جاں رفت

غائب نشوی کہ با تو کار ست
مارا ہمہ وقت نو بہار ست
جاناں مگر از منت غبار ست
آں ترک ہنوز در خمار ست
آں غم کہ ز تست برقرار ست
اے جان من ایں چہ روزگار ست

۶۳ | ۸

اے چارہ گر امید ہا تو
بیچارہ حسن امیدوار ست

آہ کامشب ساربان را اتفاق محملست
راہ چوں خواہیم دیدن این زمان سویش ہنوز
ہر دو کامے کرد چشمم چشمۂ خونے رواں
داغہا داریم بر روئے دل از دستِ غمش
روئے او دیدن مرادے را تواند بود وجہ
آں خطِ خونریز بر رخسار خوبش گوئیا
دوستاں گویند کاخر دست و پاۓ ہم بزن

ہر دم بغم زحال درد مندان غافلست
آفتاب اندر حجاب کوہ و مہ در محملست
حال رفتن چوں بود دین از خود بخشیں منزلست
زنگیاں را داغ بر رویست مارا بر دلست
عقدۂ زلفش کشادن مشکل اندر مشکلست
محضرِ عالم بنزد بادشاہ عادلست
چوں کنم چوں دست زیرِ سنگ و پایم در گلست

۶۴

خیز چوں پروانہ و آتش زن اندر رخت خویش
اے حسن ایں سنت دیوانگان عاقلست

۷

ساقیا مے دہ کہ مست آں یار من باز آمدست
زہر چوں ورزم کہ آں توبہ شکن باز آمدست
بادۂ گلگوں بدہ تا سوئے گل گشتے کنیم
یار من چوں گل بگلگشت چمن باز آمدست
راحت دل بود یا جاں بود الحق ہر چہ بود
اینک آں راحت بجاں و جان بتن باز آمدست
سجدہ ام واجب شد و جاں بازیم پروانہ وار
قبلۂ عشاق و ماہ انجمن باز آمدست
پُر حذر باشید از خم کمند و زخم تیر

سرو چه اندازد و ماه غمزه زن باز آمدست

ای که در وصف غلامانش همی بینی مرا
نیک بختم من که بخت نیک من باز آمدست

۶۵

دوست بازی بود از دست حسن جسته کنون
صید کم ناید چو در دستِ حسن باز آمدست

۵

روی گل بین صفت روی کسی با او هست
دیده روشن کن از و بوی کسی با او هست

بعد ازین دست من و زلف بنفشه چکنم
شکلی از حلقهٔ گیسوی کسی با او هست

نظر از نرگس تو می نتوانم برداشت
سحری از غمزهٔ جادوی کسی با او هست

دوش چشم همه کس بر مه نو حیران بود
چاشنی خمِ ابروی کسی با او هست

۶۶

خوش فتاد دست حسن با گل لعلت آری
رنگی از اشک تو و بوی کسی با او هست

۷

آن دیده که بر حال منش هیچ نظر نیست
بی دیدن او چشم مرا نور بصر نیست

از شربتِ وصلت همه سیراب شدستند
من کشتهٔ آن چشم که بر ماش نظر نیست

رنجاند و از رنج دلم هیچ نترسد
داند که دعاهای مرا هیچ اثر نیست

بیچاره دلم شمع صفت در غمِ هجران
شب نیست که از روز دگر سوخته تر نیست

چندین چه بهمخواب کند نرگس مستت
آری ز خرابی حریفانش خبر نیست

یک بوسه زدم بر قدمش جان ستد از من
گفتا دگری زن چکنم جانِ دگر نیست

۶۷

در باز حسن در رہ او یک دل و صد جاں
بارے تو بریں باش اگر ہست و گر نیست

۷

فسون و فتنہ کہ چشم تو دلربا آموخت
نہ از برائے خود از بہر جانِ ما آموخت

بریخت خال تو خونہائے خلق در عجبم
ز ہندوے تو کہ ایں ترکی از کجا آموخت

سبق تو بردہ ز ہر ہمہ خطا کاراں
زہے معلم تو کت ہمہ خطا آموخت

ہمیشہ غرق بخوں بود مردم چشمم
شبے خیال ترا دید و آشنا آموخت

کسے کہ لطف ز بانش بمردہ جاں میداد
برفت و معجزہ خود لب ترا آموخت

دلم ز زلف تو واللیل خواست یاد گرفت
نظر بروئے تو افگند و الضحیٰ آموخت

۶۸

حسن دو چشم ترا مست ناز می خواہد
قبولِ طاعتِ خود را ہمیں دعا آموخت

۷

مارا بجز تو در ہمہ آفاق یار نیست
مشفق ترا ز غم تو دگر غمگسار نیست

دامن چو گل ز سرشک چو لالہ مژہ چو ابر
مارا ہوائے عشق کم از نو بہار نیست

روزے بدیدہ چینم خاکِ رہِ ترا
شب نگذرد کہ بر دلم ایں خار خار نیست

گفتم ز شاخ وصل تو بارے بما رسید
آوازے از در تو بمآمد کہ بار نیست

گفتی برو بکوئے دگر کس قرار گیر
در عہد نامۂ من و تو ایں قرار نیست

تا آسماں برآورم ایوانِ آرزو
لیکن بنائے عمر چنیں استوار نیست

۶۹

ناز تو پیش باشد یا نالۂ حسن
ایں ہر دو را کہ نام گرفتم شمار نیست

۷

مرا در کوئے عشقت خانۂ ہست | ز دُرد درد تو پیمانۂ ہست

روان شو این طرف اے گنج خوبی | بگویم کلبۂ ویرانۂ ہست

اگر یاران تو نظارہ خواہند | بگو در کوئے ما دیوانۂ ہست

میانِ عقل و عشق اصلاح نتوان | ز مار و باغبان افسانۂ ہست

نگردم گردِ شمع وصل لیکن | ز دیوانِ غمت پروانۂ ہست

منم فردا و کنج خلوت خاص | عوام خلق را کاشانۂ ہست

۶۰

حسن جائے تو اندر چشم خود کرد
ہم اینجا باش خالی خانۂ ہست

۷

اے میانِ مفلسان گنجی نگہبان تو کیست | آن ماۓ تو ہمہ آنا بگو آن تو کیست

گر گلی ما را بشارت دہ کہ گلزارت کجاست | ور بہشتی ہم بشارت دہ کہ رضوان تو کیست

ہم تو با شیرینیِ لب شور بخشی یا نمک | اے جہانے بر در خود خواندہ ہمخوان تو کیست

چشم از عشق دو چشم کافرت خونست آہ | تا گرفتار دو زلف نا مسلمان تو کیست

خلق گوئے گفت و گو اندر میان افگندہ اند | چون تو چوگان کشیدی مرد میدان تو کیست

اے دل از سینہ کباب آوردی از دیدہ گلاب | تو نمی گوئی و میدانم کہ مہمانِ تو کیست

۶۱

اے حسن تا چند خواہی داشت دردِ دل نہان
ہر کرا جانیست میداند کہ جانانِ تو کیست

۷

اے بند عشق ہیچ ولے را کشاد نیست | شاداں مباد ہر کہ بدیں مژدہ شاد نیست

از دار و گیر عشق بتاں اشک من نگر
چوں لشکر گریختہ کش ایستاد نیست

نے بانگ مرغ میشنوم نے صدائے کوس
با ایں شب مراد مرا بامداد نیست

بے زر مراد چوں طلبم من کہ روزگار
یک روز بر مراد من نامراد نیست

گفتم شبم ببستی یک بوسہ گفتۂ
گفتا کہ ہر چہ گفتہ ام امروز یاد نیست

اے نیکواں چہ شد کہ نداد ید داد من
یا اندراں جہاں کہ شمائید داد نیست

(۷۲)
رواز بلائے عشق چہ می تابی اے حسن
من یاری از کہ جویم چوں اعتقاد نیست
(۷)

از تو مرا بوئے و مثالے بس است
وز رخ رنگینت خیالے بس است

گر شب من خواہے چوں روز عید
از خم ابروت ہلالے بس است

خط چہ کشی از پے خوں ریز من
بر لب چوں نوش تو خالے بس است

دست بفتراک تو نتواں زدن
صدق تعلق بدوالے بس است

دستۂ ریحاں چکنم از بہشت
از سر کوئے تو سفالے بس است

خندہ زناں ہر نفسے اندر آئے
جلوۂ گل از پئے سالے بس است

(۷۳)
از خود و از غیر منال اے حسن
فضل خداوند تعالے بس است
(۵)

یا ساقی [illegible] سنبلی [illegible]
زا [illegible] ل [illegible] ابر [illegible]

[illegible] ساغر [illegible] پنہاں [illegible]
[illegible] م کہ [illegible] یا [illegible]

بزرگاں مست را بیچارہ گفتند — نکو گفتند از و بیچارہ ترکیست
ولے ہشیار از و بیچارہ تر زانک — نمیداند کہ ایں بیچارگی چیست

(۷۴)

حسن گر سروری خواہی دریں راہ
بزیر پائے مستاں بایدت زیست

(۷)

تنم کا سلام حیراں کردۂ اوست — بنائے زہد ویراں کردۂ اوست
اگر بیدل کند مارا چہ تالیم — ہزاراں شخص بیجاں کردۂ اوست
نہ من تنہا شدم حیراں رویش — ہمہ آفاق حیراں کردۂ اوست
سر گیسو بحجت می برو زانک — ہمہ عالم پریشاں کردۂ اوست
دلم گم شد دریں مجلس کجا رفت — لبت گیرم کہ پنہاں کردۂ اوست
من اندر کیش آں ترکم کہ ہر بار — دل صد پارہ قرباں کردۂ اوست

(۷۵)

اگر تو کافرش خوانی ہمی خواں
حسن بارے مسلماں کردۂ اوست

(۷)

ہر کجا مرکب ترا گذرست — خاک آں رہ مرا چو تاج سرست
جائے جملہ روندگاں کعبہ ست — کعبہ رہ روانت خاک درست
دی کہ ایں جانب ت گذر افتاد — روشنم شد کہ عمر در گذرست
عالمے بر در بہشت روند — من چہ دانم بہشت پیش درست
ما کجا نور طلعت تو کجا — شب پرہ زآفتاب بیخبرست

هم کریماں قبول فرمایند | تحفهٔ اهلِ فقر ما حضر ست

۷۶

حسن اینجا چه می فشانے جاں
کہ نثارِ عظیم مختصر ست

۷

یا رب ایں ترک جفا پیشه ما از چه گل ست
آں نهال دلِ ما خود بصفت نابدر است
کسے از راستیٔ خویش نبود ست خجل
آنکه اندر سرش از آتش خود بادے ہست
خونِ دل می چکد از دیدهٔ من در گریه
دل گرفتارِ بلائیست که پایانش نیست

که زرخش قبلهٔ خوباں خطا و چگل است
کانچه بینی ز سرش تا بقدم جمله دل است
سرو پیش قدش از راستیٔ خود خجل است
چه خبر دارد ازیں لطف که در آب و گل است
بارگِ دیده همانا رگِ دل متصل است
وین ندانند مگر آنکس که گرفتار دل است

۷۷

حاش لله که حسن دم زند از جور بتاں
هر چه آں قوم کنند از طرفِ ما خجل است

۵

خوبے که گنجِ نیکوئی آماده یافتست
خوبی و چابکیش خداداده شبهه نیست
ایں نعمت جمال که او دارد اے دریغ
افتاده مانده بود دلم بر درش بسوخت

از خط و لب نه مرد و بیجاده یافتست
وانکس که یافتست خداداده یافتست
شکرے بر آنکه نعمت آماده یافتست
او قدرِ دل چه داند افتاده یافتست

۷۸

خون حسن همیخورد از ناز و نوش باد
خونے که خوشگوار تر از باده یافتست

۷

باغ بہشت وصف جمالِ محمدست
ختم رسل صفات کمالِ محمدست

نون والقلم ہدیۂ از لوح خلق او
طٰہٰ اشارتے زجمالِ محمدست

کرسی کہ ہفت تخت فلک پایہ قدر اوست
یک پایۂ زجاہ وجلالِ محمدست

آغاز عید شادی و اتمام صوم غم
موقوف ابروئے چو ہلالِ محمدست

زاں شد فلک زتختہ خاک ایں چنیں بلند
کیں حرف خم گرفتہ چو دالِ محمدست

ہست ایں نعم نوالۂ از خوان او یکے
جملہ نوا لہا ز نوالِ محمدست

۷۹

آزاد شد دل حسن از بند ہر غمے
کو بندہ محمد و آلِ محمدست

۷

روئے خوبت بینم امشب آں شب است
باتو خوش بنشینم امشب آں شب است

روزہا زہر فراقم داد دہر
از شکر گل چینم امشب آں شب است

صوفیانہ بردرت از ہر دو کون
خلوتے بگزینم امشب آں شب است

دست لطفت خارم از بستر برفت
گل بود بالینم امشب آں شب است

طلعتِ تو ماہ من خواہد شدن
خندہ ات پروینم امشب آں شب است

اے خیال ابروت معراج من
قاب قوسین بینم امشب آں شب است

۸۰

با حسن گفتی شبے جاں بخشمت
جان من مے بینم امشب آں شب است

۶

ترک من ترک خوئے بد نگرفت
ہیچ خوئے ز روئے خود نگرفت

هم بداں بدرے کہ رفتہ باند — یک بہ آموزی خرد نگرفت
آفتاب رخش ممالک حسن — خود گرفت از کسے مدد نگرفت
کیست کو شهر بند عشق نگشت — خانہ در منزل لحد نگرفت
دی در آمد بعادتِ زد و گیر — کس نبودست کش نزد نگرفت

۸۱	حسن از خان و ماں پر دل برداشت درد دل برگرفت بد نگرفت	۷

ترک من دی کمند می انداخت — بند بندم بہ بند می انداخت
هر کجا دردناک تر زخمے — بر دل دردمند می انداخت
در شکار آمده ز غمزه و زلف — تیر می زد کمند می انداخت
کس چه داند کز آں دو در یکدم — چند می بست و چند می انداخت
او همی رفت و مه بر آتش مهر — از ستاره سپند می انداخت
جزع و لعلش بدامن عشاق — زهر می ریخت قند می انداخت

۸۲	مر حسن را ز ناز بے حد خویش جاں بحد گزند می انداخت	۷

ترک دلبندم که دل در دام اوست — دل چه باشد جاں فدائی نام اوست
دامنم از اشک پر عناب کرد — جادوئے ہائے کہ در بادام اوست
تا لب خونیش دیدم لعل فام — گوئیا ایں دیده غرق جام اوست

دیدی آں منقار خوں آلود کبک — ایں ہمہ خوں خوردنش درکام اوست
راحت جاں گفتمش دشنام داد — راحتے گر ہست در دشنام اوست
داد پیغامے کہ می کش سے شبے — مایۂ دولت ہمیں پیغام اوست

(۸۳)
تا حسن را مست معنی کردہ اند
ہفت دریا جرعۂ از جام اوست
(۷)

ترک من ملک ملاحت ملک تست — خطۂ خوبی بنام تو درست
عقل من تا خط شیرین تو دید — تختۂ ناخطی خود پاک شست
حلقۂ در گوشش کردی بہر حسن — حسن خود از حلقہ در گوشان تست
وہ چہ خوش مے آئی و خوش میروی — خون خلقے را کمر بربستہ چست
دل از اں چاہ زنخداں برکشم — گر نگیرد زلف تو ایں کار سست
گر رضایت در مسلماں کشتن است — کافر ست آں کو رضائے تو نجست

(۹۴)
دانہ شد اشک حسن ہم بر نداد
اے بسا دانہ کہ کشتند و نہ رست
(۹)

زہے دلبر کہ دلہا از تو شاد ست — مرا روییت ورائے ہر مراد ست
دلم را گر فلک درد و غم افزود — بروے شادی افزائے تو شاد ست
دل یک شہر شد روزیت خوش باش — ہنوز از روزت ایں خود بامداد ست
مکن ظلم اے صنم چوں زود سیراں — گرت آں صحبت دیرینہ یاد ست

خطا گفتم جفا و ظلم کن ظلم	که ظلم تو مبارکتر ز داد ست
بس از دیری چو پیش آمدستی	بده باده که بی آن عمر باد ست
کلید شادی و قفل غم اینک	برو کایام در بند کشاد ست
قرابه در سلام آورد ساقی	دمی بنشین چه جای خیرباد ست

۸۵

حسن را جهد کن کز غم رهد باز
که غم را روز و شب با او جهاد ست

۹

غرهٔ روی تو ماهی دیگرست	نقش تو از کارگاهی دیگرست
خط مکش بر روی کامل حسن خویش	کین آن ماهست ماهی دیگرست
مه چو جوزا از کمربندان تست	رو که آن سر را کلاهی دیگرست
چند نوعی در عقوبت داریم	یا بجز عشقت گناهی دیگرست
گرچه خود ترکان غمزت کین کش اند	زلف مشکین کان سپاهی دیگرست
جور کمتر کن که از بیداد عشق	هر مظالم دادخواهی دیگرست
از تو جستم هم بتو جستم پناه	زینهاری را پناهی دیگرست
عقل می ورزیدم اینجا عشق گفت	توشه دیگر کن که راهی دیگرست

۸۶

شیر دل خواندن حسن را لطف بود
نی سگ خود خوان که جاهی دیگرست

۷

گوهر جانم نثار لعل تست	مهر جسم در زینهار لعل تست

پیش لعل تو کہ باشد لعل کاں	کاں یکے جزیہ گذار لعل تست
تا شکر شد چاشنی گیر لبت	چشمۂ خضر آب دار لعل تست
اشک خونیں را بدیدہ جا کنم	چوں کنم کاں یادگار لعل تست
جوہر جاں ہیچ جا پیدا نشد	راست گویم شرمسار لعل تست
کیست کار دانچہ رفت از عمر باز	ایں ہمہ امروز کار لعل تست

(۸۷) حفہ چشم حسن یاقوت بار
جملہ یاقوتش نثار لعل تست (۶)

باز در خود گم شدم تدبیر چیست	آیت عشق ترا تفسیر چیست
عشق تو از ما چو بے مقدار بود	ما و کنج صبر تا تقدیر چیست
دشمناں ہر سوئے در کار آمدند	دوستاں ایں کار را تدبیر چیست
اے صنم روزت نزارم می کنند	گر نہ زارم نالۂ چوں زیر چیست
وصل و عدہ کردی و عمرے گذشت	عمر را تعجیل میں تاخیر چیست

(۸۸) گر رضا ندہی کہ بوسم پائے تو
اے حسن خاک درت تقصیر چیست (۵)

شب فراق مرا بے رخ تو روشن نیست	چراغ جان مرا جز وصال روغن نیست
دریں شبے کہ ہمہ آتش ست در ہمہ جا	چہ آتش ست کہ از فرقت تو در من نیست
برات را شب قسمت نہند قسمت من	چہ بخت تیرہ چہ دانم چہ بود روشن نیست

ز گنج شادی ہر قوم قسمتے بردند	منم کہ قسمت من تاکنوں معین نیست

۸۹	دراز ماندہ شب عید وصل نیشے کن کہ بے تو ایں شب را قدر نیم سوزن نیست	۸

گیسوئے تو بند ہا کشادہ   آرے شب عید را عس نیست

ایں بیت را در خواب گفتہ بودم چوں روز شد در خاطر گشت کہ ایں بیت در وصف گیسوئے مشکبار مصطفےؐ درست می آید شش بیت دیگر نظم کردم۔

اے خواجہ بدولتم ہوس نیست	ایں دولت بندگیت بس نیست
بے یاد تو مرغ را نوا نے	بے نام تو صبح را نفس نیست
من شمع غمم تو صبح شادی	جز پیش تو مردنم ہوس نیست
آں پایہ ترا کہ عرش سالیست	چوں بوسہ دہم کہ دسترس نیست
حلوائے پسین انبیائی	ایں طرفہ ترا کہ پیش و پس نیست
گیسوئے تو بند ہا کشادہ	آرے شب عید را عس نیست

۹۰	بر بیکسی حسن بخشائے آں ظالم نفس گرچہ کس نیست	۷

تا خط جاں فزائے تو گرد لب آمدست	جانے دگر بنقد دریں قالب آمدست
روئے کشادہ داری و خطے کشیدہ نیز	گوئی کہ آفتابے در عقرب آمدست
نے نے لب تو کاہش جانہا فزود از انک	جان من از خطت چو خطت بر لب آمدست

رویت جهان حسن و خطت شب تو خود بگو
تا چشم من ز روئے چو خورشید شد تہی
در دل ز تاب عشق تو یارب چه آتش ست

روز یکه خوش رود که جهان را شب آمدست
روئے من از سرشک پر از کوکب آمدست
کز وے زبانها همه در یارب آمدست

(۹۱)

تا غبغب تو دید حسن در ضمیر او
اندیشهٔ مجو صفت غبغب آمدست

(۶)

عالمے از لب او در شور ست
عقلم از عشق تو برمے ناید
چاه شیریں زنخدانش نگر
همه دل چین سر زلف تو برد
خیمه بر طرف چمن خواهم زد

عقلم از ستر صبوری عور ست
پشه با پیل کجا در زور ست
که از و جمله جهان در شور ست
نام غارت چه سبب بر غور ست
خانه بے صحبت خوباں گور ست

(۹۲)

در حضورت سخن بنده حسن
دست جمشید و حدیث مور ست

(۷)

یار که صد یاری از و خاستست
روئے خوش و بوئے خوش و خوئے خوش
خود نتوان یافت پنهاں آب و گل
جوئے بهشت ست دهانش ببیں
گشت خطش فتنه براں رخ ببیں

تازه نهالیست که نو خاستست
همچو گل اندر همه توٗ خاستست
گرچه صبا در تک و پو خاستست
تا چه نبات از لب جو خاستست
فتنه همه از رخ او خاستست

ك بضم اول و ثانی مجهول بمعنی ته باشد - مولف ـ تخ...

راست قدش بر صفت سرو خاست | چشم بدش دور نکو خاستست

۹۳ نادره حسن آمد و نادر ترانک
ہمچو حسن نادره گو خاستست ۷

دوش ما بودیم تا صبح از حضور یار مست
گوش از گفتار مست و دیده از دیدار مست
فکر مجلس ذکر ساقی دوست ساغر عشق مے
فہم مست و وہم مست ادراک مست اسرار مست
جرعۂ مے زاں نصیب کائنات آمد چہ شد
وحش مست و طیر مست و مور مست و مار مست
از نمے آں جرعہ رست از صد سینہ صد نہال
بیخ مست و شاخ مست و برگ مست و بار مست
شیر گیر ایں قدح بو دست منصور آنکہ شد
مرد مست و بند مست و رشتہ مست و دار مست
خواست مطرب کایں سخن در چنگ گوید چوں کند
قول مست و صوت مست و زخمہ مست و تار مست

۹۴ خاک آں جرعہ شوا ے بندہ حسن کز بوئے او
طفل مست و پیر مست و بندہ مست احرار مست ۵

انصاف میدہم کہ چو روئے تو روئے نیست
گل در مزاج لطف چو تو نرم خوئے نیست

غنچہ بصد نقاب ہمی پوشد از تو روئے
داند کہ با تو روئے نمودنش روئے نیست

میگفت لالہ ہست مرا رنگی از رخت
او را مجال رنگ چہ باشد کہ بوئے نیست

صبح ارچہ ساخت از شب از روز دفترے
ہم نسخہ اش مقابل آں روئے و موئے نیست

۹۵	خاکی دلم غبار دلت ہیچ در نیافت سنگ آزمودن الحق کار سبوئے نیست	۷

تا خطت ریختن خون مسلماں آموخت
چشم خونریز تو گوئی کہ دو چنداں آموخت

شاد باش اے لب شیریں چہ خط خوش دارد
زلف تو گرچہ خط آموخت پریشاں آموخت

مقری تو لب خونیں تو مے دید آخر
کافرے را چہ غرض بود کہ قرآں آموخت

گفتیم دل بجدائی نہ و صبرے در پیش
ہر گز ایں پیشہ در ایام تو نتواں آموخت

سحر ہائی کہ بدشواری ازاں آموزند
آں ہمہ غمزہ جادوئے تو آساں آموخت

غمزۂ تست کہ خستمت شکارے زدنش
آں شکاری زدن از تیر الغاں آموخت

۹۶	حسن امروز نوائے دگر آموخت مگر دوش نو نالہ از مرغ سحر خواں آموخت	۷

بنمائے روئے خود کہ بیک رو نمودنت
ماہِ نوی تو۔ بر فلکِ نیکوئی کہ بدر
ہستیم نیست شد ز تو چوں مہ بآفتاب
گویند پشت ایں طرفست آفتاب را
بر قہر من ہنوز بدنداں گزی لبت
بہرِ دلم کنی ہمہ زخسم زبان عجب

قوت گرفت قاعدۂ دل ربودنت
کاہش گرفت روز بروز از فزودنت
بہ زانکہ رو سیہ زیم از دو ربودنت
از شرم روئے می نتواند نمودنت
چوں سوختیم باز نمک چیست سودنت
جز بر سرم نباشد تیغ آزمودنت

۹۷ افسانہ شد حسن ز تو یاری ندید او
گر رغبتے بود بفسانہ شنودنت ۷

باغ را آں صورتِ زیبا کجاست
سرو را گرچہ ز نو خیزان باغ
روے او ماہست ماہِ عید نے
ماہ را حقہ پر از لولو کہ دید
شورش دریا و جوشش بر حقست
دوشش دل در پائے زلفش جاں فشاند

سرو را آں قامتِ رعنا کجاست
پایہ بالاتر شود بالا کجاست
جنت الفردوس را ہمتا کجاست
عید را لبتّو پر از حلوا کجاست
آنچناں دُر در ہمہ دریا کجاست
ایں محل دل را بود ما را کجاست

۹۸ کیمیائے وصل او بس چوں حسن
جستجوئے میکنم اما کجاست ۷

ماہ چنیں رو کہ تو داری نداشت
مشک ختن بو کہ تو داری نداشت

ل لبتو۔ مرتبان سفالین کوچک را گویند۔ مؤلف

غنچه بصد پرده بپوشید روے
زانک چناں رو که تو داری نداشت

ماهِ نو اندر همه روئے فلک
ایں خم ابرو که تو داری نداشت

تهنیتے گو که بچندیں جمال
چشم چو آهو که تو داری نداشت

کعبه که سرها همه در طوق اوست
حلقهٔ گیسو که تو داری نداشت

گیسوئے او حلقهٔ از آهن است
سلسله از مو که تو داری نداشت

۹۹

هیچ کسے شد حسن از خوئے تو
هیچ کس ایں خو که تو داری نداشت

۷

بنده را تدبیر جز تسلیم نیست
سرّ تو اندازهٔ تفهیم نیست

ره اگر بر تیغ یا بر آتش است
هر کرا همره تو باشی بیم نیست

اخترم روشن شد از خاکِ درت
ایں سعادت در همه تقویم نیست

نور رویت را تجلی خواند عقل
نیّرِ اعظم بدیں تعظیم نیست

در چراغِ اشک خوں از روئے زرد
وجه زر پیدا کنم گر سیم نیست

چوں کنم سلطانِ عشق ار حکم کرد
حکم سلطاں را به از تسلیم نیست

۱۰۰

نکتهٔ عشق از تو آموزد حسن
گرچه درسِ عشق را تعلیم نیست

۹

لعلت از کانست یا خود از نبات
خط تو خضرست یا آبِ حیات

گر به پیشش لعل تو لافے زنند
سنگ در کاں گیر و چوب اندر نبات

سرو گفت استادہ ام در بندگیت ‌ راستی بر قولِ خود دارد ثبات

اے رخ تو بر بساطِ آسماں ‌ شاہِ انجم شد بچارم خانہ مات

طُرہ از رویت نمی گردد جُدا ‌ کافراں را نیست از آتش نجات

مشتبہ کردست قبلہ چند بار ‌ طاق ابروئے تو ام عند الصلات

از دہانت نیم دشنامے ببخش ‌ واجب آمد گنج خوبی را زکات

عارضت ہر سال یکشب در جہاں ‌ دادہ وجہ روشنائی را برات

۱۰۱

گر تو وعدہ میکنی بر من وفا
چوں حسن جاں بخشمت بعد از وفات

۱۱

ساقیا آں جام جاں پرور کجاست ‌ کز درون و از برون یکسر صفاست

راحت از بادہ طلب نے ز آسماں ‌ وعدہ ہائے آسماں پا در ہواست

چرخ را در اصل چوں خلقت کج است ‌ دور کج را فعل کج آید نہ راست

گردشِ ایں آسیا نظارہ کن ‌ جور بر دانہ فروشش از آسیاست

جُرعہ کز دست تو افتد بر زمیں ‌ خاک او ہفت آسماں را خوں بہاست

آں رکوعِ بلبلہ با ذکرِ قُل ‌ زاں سجودے بہ کہ تسبیحش ریاست

بوریا پوشاں شما افسونِ خویش ‌ ہر چہ میخوانید بر ما بوریاست

مدتے باشد کہ ما ہم صحبتیم ‌ گر بصحبت ہا اثر باشد کجاست

زہدتاں فسق از دلِ ما کم نہ کرد ‌ فسقِ ما محکم تر از زہد شماست

زانچہ گفتی وہمی گوئی ہنوز ‌ توبہ کن توبہ پذیرندہ خداست

(۱۱۲) ای حسن تکیه بریں خذلاں مکن
از خطا حجت ہمی سازی خطاست (۹)

منم یارب سرِ زلفِ تو در دست
به بند زلف تو جاں بود در ہم
فلک در کارِ من یک عقده نارد
دلم ز ابروئے تو وا مانده چوں شد
چو سر در کردی اندر کلبهٔ ما
تو چوں طالع شدی جاں تازه تر شد
چه خوش وقتیست وقتِ صبحگاہاں
زبا روشن شد کیفیت صبح

سرم چوں زلف زیر پائے تو پست
تو زلف افشانی او زیں عقده ہا رست
ولی ہیدارد ابروئے تو پیوست
بگو شیشه ز طاق افتاد و بشکست
کنوں در بر ہمه عالم تواں بست
چو صبح آید نشاط از سر کند مست
گل اندر پیش و گلگوں باده در دست
میانِ صبح و کیفیتے ہست

(۱۰۳) حسن دولت ز اہلِ صبح میجو
بدیں نوع از شب محنت تواں رست (۷)

بانا ایں یکے نہال تو از بوستان کیست
یارب منجمے برساں تدبیر سمتش
دل خوں شد از کرشمهٔ ابروئے دلبراں
دانم که ہست کشتهٔ چشمش چو من ہزار
شہرے بخوں دیدهٔ خود غرق شد تمام
اے باد پیک سوسن تازه تو لی اگر

واں گل که سبزه میکند از گلستان کیست
کاں آفتاب غیب روم از آسمان کیست
واں تیر ہا شناخته ام از کمان کیست
آں چشمهٔ حیات ندانم که جان کیست
آں ترک نیم مست خوئے آلوده آن کیست
ورنه چنیں پیام لطیف از زبان کیست

۱۰۴

نظم حسن چو دید فلک باز ماند و گفت
رحمت غریب می نگرم از دکان کیست

۷

مرا از زلف تو موئے بند است — فضولی می کنم بوئے بند ست
زراحتہا کہ ہست اندر دو زلفت — دو عالم را سر موئے بند ست
چہ لشکر میکشی بر قلب عشاق — صف مغلوب را موئے بند ست
زغمزہ جنگ تر کانہ چہ آری — ہم از خال تو ہندوئے بند ست
من از روئے سلامت را نہ بینم — سلامے از نکو روئے بند ست
حسن گر طالب حبل المتین — زخوباں تار گیسوئے بند ست

۱۰۵

وگر محراب خواہی بہر طاعت
از ایشاں طاق ابروئے بند ست

۷

اندر غم تو ام سر و ساماں چہ حاجتست — چوں درد م از تو باشد درماں چہ حاجتست
جانا فدائے دوستی تست جان من — عاشق بدست زندہ بود جاں چہ حاجتست
عشاق روئے تو بتماشا نے روند — مرغ بہشت را بگلستاں چہ حاجتست
یک چشم زد لب تو دہد عمر جاوداں — چندیں حدیث چشمۂ حیواں چہ حاجتست
ہر کہ بتو رسید رسیدش ہمہ مراد — کشتی تشنہ رسیدہ را نم باراں چہ حاجتست
خیز اے رقیب بر در خوباں چہ نشستۂ — در ہائے آسماں را درباں چہ حاجتست

۱۰۶

حاجت گہ حسن در راحت رسان تست
امید گر ز درت برسد آں چہ حاجتست

۷

ساقی بیار باده که جانم به بندِ تست	مستِ تو بیدلے که بجاں مستمندِ تست
امروز ما و سایهٔ بید و سماع و مے	همسایه را بگو که نه هنگام پندِ تست
عاشق ز دیده گریهٔ خونیں کشاد باز	اے شوخ ایں بلا ز لبِ نوش خندِ تست
اے نقش خوب باز تو شکایت نمی کنم	بر ما هر آنچه میرود از نقش بندِ تست
کردم نثار اشک و خجل مانده ام هنوز	کاں لعل ها نه در خورِ نعلِ سمندِ تست
چندیں برائے حکمِ سیاست شتاب چیست	آهسته ترک گردن و پا در کمندِ تست

۱۰۷	گفتی حسن بلند سخن شد روا بود کاں عندلیب عاشق سرو بلندِ تست	۷

آں نقش کارگاه لطافت ز کار کیست	واں سروِ جوئبار جوانی بهار کیست
مارا کنار اوست مراد از همه جهاں	تا امشب آں مرادِ جهاں در کنار کیست
دید اشک من عناں بکشید و بگفت هم	کیں لعلِ تر و لؤلؤ تازه نثار کیست
مست آمدست تاختن آورده بر دلم	واں ترک شیر گیر کسے شهسوار کیست
جانا بوقت کشتنم ار پرسشے نرفت	بارے یکے بپرس که ایں کشته یار کیست
گفتی کدام سنگدل از عهد تو نگشت	اے سست عهد هم تو بگوئی که کار کیست

۱۰۸	زنهار بر حسن نکنی جور اے فلک بر تو مقرر است که در زنهار کیست	۷

چوں جمال تو هیچ بستاں نیست	چوں تو گل در همه گلستاں نیست

مہ کہ او نور می دہد چندیں
ان چہ زلفت وظلم کردن او
تو بیا گر دلم رود گو رو
خط کشیدی و من شدم عاشق
دوش دیوانۂ چہ خوش می گفت

در حضور رُخ تو چنداں نیست
ما ہمہ میکشیم و پایاں نیست
رنج من از دست از جاں نیست
راستی عشق و مشک پنہاں نیست
ہر کرا عشق نیست ایماں نیست

۱۰۹

اے حسن ایں چہ می نویسی باز
قلم آہستہ دار فرماں نیست

۹

اے ز جام لبت جہانے مست
دلکے داشتم چو شیشہ صاف
چشمت از ظلم زلف آگہ نیست
خال تو بر رُخ جہاں افروز
با تو ایں خال و زلف گفتن نیست
تو ازاں عالمے کہ بر در تست
گر نہ بیند ور بہ بیندت
غنچہ گیرم کہ رُخ فرو پوشد

رفتم از دست گر نگیری دست
زلف میگونت زور کرد و شکست
حال شب را خبر ندارد مست
ہندوے آمد آفتاب پرست
روے انصاف چند باید خست
سر ہجدہ ہزار عالم پست
گفت و گوئی تو تا قیامت ہست
دہن بلبلاں کہ خواہد بست

۱۱۰

از حسن گر کس است خواہد خلق
او نخواہد مگر ترا پیوست

۹

ہر کہ در عشق پا نیفشرد دست

سر خود در حساب نشمر دست

هر که عشقش نسوخت ناپخته است — موم کاتش نیافت افسردست

بے نسیمِ شمائلِ خوباں — گلستانِ حیات پژمردست

دل که صبرش ز دست بیروں شد — دست فریاد بر فلک بردست

نوحه گر را که باز خواہد داشت — خاصه اکنوں که مادرش مردست

ترک من ہیں کمند ناز کشاد — ان چه دامِ فریب گسترد ست

دوش گفتم که چندم آزاری — ہم بریں یک سخن بیازر دست

بنده را حد ایں عتاب نبود — با بزرگاں ہمیں قدر خردست

(۱۱۱) عاقبت سر فدا کند حسنش — زانکه مردانه پا بیفشردست (۷)

آں شوخ دبستاں که گلستانِ دلِ ماست — اطراف گل از سبزهٔ سیراب بیاراست

آں ترکِ خطآورده کما ہیست گرفته — روزے که کمر بند و خورشید بجوزاست

خطے که بگردِ قمرِ خویش کشیدست — در فہمِ عطارد نرسد کاں چه معماست

گر دیدهٔ مارا ز سرِ ما بدر آرد — والله که ہنوزش بسر و دیده ما جاست

دیوانهٔ او شد دلِ ما و گنہے نیست — ایں آتشِ دیوانه ہم از خانهٔ ماخاست

ے بگذرد آب مژهٔ ما ز سرِ ما — نیکو شکست آنکه ہم از ماست که بر ماست

(۱۱۲) بسیار غزلہائے دل آساست حسن را — آرے سخن سوختگاں جمله دل آساست (۹)

دل در ہوس تو دردمند ست — گر مرحمتے کنی بپسند ست

صد رہ بجہد دلم ز دستت — آں زلف دراز پائے بندست

از زلف تو سر چگونہ تابد — آں صید کہ عاشق کمندست

از شادئ گرد گشتنِ تو — آں رقص نگر کہ در سپندست

کشتی بکرشمہائے ابروت — اے ترک کمانت بس بلندست

با بندہ سخن چہ تلخ رانی — زاں لعل کہ خواجہ تاش قندست

از ہیچ تو دل پسند یارے — آں پاسخ سروِ ناپسندست

سردئ تو ام زیاں ندارد — سرمائے بہار سودمندست

(۱۱۳) درماندہ حسن چو پند نشنید — ایں یک سخنش ہزار پندست (۶)

آں شوخ براں وعدہ کہ می داد نماندست — و اندر دل بیدادگرش داد نماندست

اے باد بگویش کہ نہ نامہ نہ نسیمے — گر پیک نداری چہ شود باد نماندست

صد بار بگفتی کہ ز یادم نہ روی تو — بدبختی من کاں سخنت یاد نماندست

در بر دل من تاختن آرد تو بگویش — یک خانہ دراں ناحیہ آباد نماندست

بشکست خزان غم تو باغ وجودم — آں سرو کہ دیدہ بدی آزاد نماندست

(۱۱۴) چوں عمر سرآمد حسن از عشق عناں تافت — کہگل چہ کند خانہ کہ بنیاد نماندست (۷)

نگارِ من کہ جفا را وفا گرفت و گذاشت — رہ تجبر و رسم رضا گرفت و گذاشت

گرفت گیسوئے خود پس گذاشت تا برمن
ہزار دل چو دلم دوخت چشم او آں دم
بتا تو بی که دورنگی دلت بیکباره
رعونتے که مرا در سر است ہم با تو
مرا بزور گرفتی بمرحمت بگذار

چنیں که کابروُ دزدیده چرا گرفت و گذاشت
که تیر غمزهٔ خود سوئے ما گرفت و گذاشت
درون سینه طریق صفا گرفت و گذاشت
بخواہم آید و یک روز پا گرفت و گذاشت
که پادشاه بسے صید را گرفت و گذاشت

۱۱۵

دل ضعیف حسن را که زلف تو بگرفت
گرفت و بست بزنجیر یا گرفت و گذاشت

۷

دوستاں در سرم امروز ہوائے دگر ست
روشنائی دگر یافتم اندر دم صبح
اے تنگ دل که تو از دادن جاں میترسی
از من و تو سخن اہل حقیقت ناید
من خود آتش کدهٔ محنتم و دلبر را
خط مشکینش دل خوں شده را درہم کرد

گل امید مرا بوئے وفائے دگر ست
درگه خواستگاں صدق و صفائے دگر ست
مردن اندر نظر دوست بقائے دگر ست
مرغ آں باغچه را بانگ و نوائے دگر ست
دمبدم در حق ایں سوخته رائے دگر ست
زلف درہم شده اش باز بلائے دگر ست

۱۱۶

چند پیچی حسن از عقدهٔ زلف خوباں
کیں سر رشته که جنبید ز جائے دگر ست

۷

بازم از چشمهٔ ایں چشم که باراں بار ست
در جدائی تو شرمندهٔ ہمسایه شدم

بار عشق تو گراں تر شد و باراں بار ست
که ز نالیدن زارم ہمه شب بیدار ست

بلز شوق تو زد اندر من خاکی آتش
یا رضائے تو تواں راه ریاضت رفتن
گششئے از طرف رحمت خود کن روزی
هر که در کوئے تو نشد عافیتش خواهد بود

گرچه آبش زنی آتش من گلزار ست
ورنه هر تار ازیں خرقهٔ من زنار ست
طلب همچو توئے از چو منے دشوار ست
هر که در خلد رود عاقبتش دیدار ست

۱۱۷

اندک اندک صفت حسن تو برخواند حسن
اندکے گر بپذیری تو همان بسیار است

۵

اے ماه بیا که روز عید ست
عیدے که حضور تو نباشد
قربانت شوم که بر در تو
بر خاک رهت کنم تیمم

غوغائے فراقیاں بعید ست
دور از همه حاضراں وعید ست
قربانی را هزار عید ست
هر جا که قدم نهی صعید ست

۱۱۸

گفتی که حسن مؤدب آمد
او خادم شیخ بوسعید ست

۷

دل که درو چاشنئ سوز نیست
حال صلاحیت صبرم مپرس
غمزهٔ خوباں صفت جاں می درد
ترکش آں ترک جگرخواره را
اے دل ناپخته بعشقش بسوز

محرم اسرار دل افروز نیست
آنچه که دی داشتم امروز نیست
عقل دریں معرکه پیروز نیست
نیست خدنگے که جگردوز نیست
خام بود هر که درو سوز نیست

ابجد عشقش تو چه دانی که چیست	عشق چون قرآن صبی آموز نیست

۱۱۹	دم مزن از صبح وصال ای حسن چونکه شبت را اثرِ روز نیست	٧

دل بداغِ یارِ من بهتر چو با من یار نیست
خوشش دلے دارم که در وے جز غمِ دلدار نیست

بر درش با آنکه نبود بار یارے بگذرم
کاشکے این بار خود گوید که بگذر بار نیست

گر زند هر جانبے چون آفتابم تیغ تیز
گو بزن از جانبِ من ذرهٔ آزار نیست

بس خوشست این مجلس ار یارم درآید خوشترست
آنکه شیرین جوئے شد با جوئے شیرین کار نیست

تشنهٔ دیدار یارم چند گوئی از بهشت
من نه باشم در بهشتے کاندرو دیدار نیست

وصل میگوئی قدم از کوے هستی باز کش
کیمیا در حقهٔ غیبت در بازار نیست

۱۲۰	انچه من دارم درون سینه از سر حسن چون برون اندازمش کاندازه گفتار نیست	٧

تا دل بکمند تو گرفتار بماندست	نقش تو دریں دیدهٔ خونبار بماندست

عقلے کہ بہ نیک و بد من داشت تصرف
یاراں گلستان وصال تو رسیدند
ایں خرقہ کہ یکروز بریں سوختہ دیدی
پنداشتہ بودم کہ زہرت اثرے ہست
گر مخلص جائیست کہ تیرش بدل نشست

در نوبتِ خوبیٔ تو یکبار بماندست
دامان من آویختۂ خار بماندست
سالیست کہ در خانۂ خمار بماندست
آثار نماند از من و پندار بماندست
ہم ذوق نظر ہست کہ سوفار بماندست

۱۲۱

برگفت حسن رو تو ازیں بیش کہ گویند
گوینده رواں گشتہ و گفتار بماندست

۷

لعل لب تو مدد جان ماست
اے کہ کشیدی مژه چوں دور باش
جعد ہمی پیچی و جاں می بری
با ہمہ آمیزش و با ماست ناز
خوے تو گیرم کہ ہمہ آتشست
گر نہ نمائیم رخ ہیچ عید

کفر سر زلف تو ایمان ماست
دبدبہ بدل گفت کہ سلطان ماست
ایں ہمہ پیچاک تو برجان ماست
ایں نہ زخوی تو ز حرمان ماست
روئے تو آخر نہ گلستان ماست
ایں قدرے گوے کہ فرمان ماست

۱۲۳

ہر چہ کہ ہست آن حسن آن تست
وہ تو نگوئی کہ حسن آن ماست

۷

یعلم اللہ کہ مرا دوش از غمت خواب آمدست
خواب چوں آید کہ چشمم غرق خوناب آمدست

خواب را ظالم ہمے گویند افسانہ است ایں
چشم خواب آلود تو ظالم تر از خواب آمدست

ہیچ کس را از نکو رویاں نہ بینی دل سپید
گوئیا کو گرد سر خست ایں کہ نایاب آمدست

دل با بروئے تو پیوست آں ہم از دیوانگیست
دور کن از خوں وضو کردہ بمحراب آمدست

خوشتر از خطِ دبیراں شد سوادِ زلف تو
خوش تواں خواند ارچہ درغایاتِ اطناب آمدست

پیش تو خواہم شوم کاں زلف را تا بے دہم
زاں مثل ترسم کہ در حق رسن تاب آمدست

۱۲۳ — بر در عشقت کشاید بار معنیہا حسن
گرچہ مصراعیست آں نیز اندریں باب آمدست — ۷

ترا بکام دلم ہیچ دلنوازی نیست
چہ چارہ سازم کت رسم چارہ سازی نیست

دلم بہ بردی و ننواختی ہزار افسوس
چنانکہ دلبریت ہست دلنوازی نیست

ہوائے زلف توام داشتست سرگرداں
وگرنہ راہ امیدم بدیں درازی نیست

مرا چو قبلہ توئی در نماز گر ازما
جز ایں سخن شنوی اں سخن نمازی نیست

طریق سہل مپندار عشق بازی را
حقیقتست غم عاشقی مجازی نیست

مگر بتو نرسیدست کاں بزرگ چہ گفت
میان ما و شما عشق ہست بازی نیست

۱۲۴ — ۷

حسن چو در صفت عشق آمدی زسر برخیز
کہ بے سریست دریں راہ سرفرازی نیست

ماہ من چوں طرہ از رخ برگرفت	عاشق شوریدہ کار از سر گرفت
مطرب عشقش نوائے ساز کرد	پردہ از روئے سلامت برگرفت
آتشے در دل نہاں می داشتم	عاقبت دیدم کہ ناگہ در گرفت
عقل گر پا بر سر عالم نہاد	عشق خوباں پا بہ بالا برگرفت
غوطہ زد ہر کس کہ اندر بحر عشق	ایں یکے غرقہ شداں گوہر گرفت
بت پرستی را ہدایت روئے داد	بت رہا کردو در بت گر گرفت

۱۲۵ — ۵

در حسن ہم ایں صفت بینم کہ او
دل بداد و دامن دلبر گرفت

جانم فدات اے پری آدمی سرشت	سلطان ہفت چرخ بتو عہدہ نوشت
رخ چوں در بہشت برو خط چہ میکشی	اے ظلم پیشہ خار منہ بر در بہشت
گل را صفت کنم مہ و خورشید را کرا	اے آنکہ خوب خوب بہ پیش تو زشت زشت
تخم امید کشتم و تو ابر رحمتے	مگذر بکشت زار کہ زارست حال کشت

۱۲۶ — ۹

بخت آں بود کہ بر دل سنگیت بگذرد
یاد حسن شبے کہ نہد سر بہ نیم خشت

گرچہ روے خوش تو گلزارست	خار خار غمت جگر خوارست

یوسف من بهائی خویش بگوئے — که همه عالمت خریدارست
بوالعجب مذهبیست مذهب عشق — هر که توبه کند گنهگارست
نفسے میزنم بدشواری — گله کردن هم از تو دشوارست
دل ببردی و بر شکستی نیز — کار ما دل شکستگان زارست
ما خطائے نکرده ایم ولے — خوئے بد را بهانه بسیارست
مست بازار حسن تو هر روز — تیز تر ایں چه روز بازارست
تا که شد حلقه زلف میگونت — کعبهٔ مادکاں خمارست

(١٢٧) نالها میکند حسن چه کند — بلبلے در قفس گرفتارست (٧)

سروے که سایهٔ کرم از من دریغ داشت — صبح سعادتست دم از من دریغ داشت
یارب همیشه بر سر من پائیدار باد — آں ابر رحمتے که نم از من دریغ داشت
بکشاد تیر غمزه ولیکن نزد مرا — آں تیر غمزه را بدم از من دریغ داشت
گشتم ز فرق تا بقدم حلقه چوں رکاب — آں شهسوار من قدم از من دریغ داشت
گفتم سگ خودم خواں چوں داغ مینهے — داغم نهاد و آں کرم از من دریغ داشت
من صد نوائے زار کشیدم ز دل چونے — او یک نوازش قلم از من دریغ داشت

(١٢٨) فالے همے زدم من از روئے چوں حسن — فال حسن نگر که هم از من دریغ داشت (٧)

دلم ببردی و سامان کار پیدا نیست — کدام دل که ز دست غم تو شیدا نیست

گر تو حل کنی ایں مشکلات نامۂ خود
دلم بیاد تو فارغ سر شد از غم کونین
رسید لشکر درد و گرفت کشور جاں
تمام عمر مرا صرف شد بغواصی
مرا زجائے تو ہر جا نشاں ہمی پرسند

وگرنہ روح قدس مرد ایں تمنا نیست
درآں دیار کہ فرمان تست غوغا نیست
ہنوز گرد شہنشاہ عشق پیدا نیست
درے ہمہ طلبم کاں بہیچ دریا نیست
کجاست جائے تو آنجا کہ جائے را جا نیست

(۱۲۹)

حسن بکنج دل عاشقانت میجوید
محل گنج نہفت است آشکارا نیست

(۷)

باز گردِ کوئے یارِ بے وفا خواہیم گشت
او بلا سوز ست و ما گردِ بلا خواہیم گشت

یار اگر چوگاں زند تا حال ما ابتر کند
ما چو گوئے وقف میدانِ رضا خواہیم گشت

چند مدح مصلحاں گوئیم و قدح مفسداں
تو چہ پنداری کز ینہا پارسا خواہیم گشت

از نوائے عشق گر بانگے بما خواہد رسید
تا قیامت ما براں بانگ نوا خواہیم گشت

دوش عہدے شد کہ اندر رقصِ ما گردیم بیش
مطربا یک صوت ما خوش برگو کہ ما خواہیم گشت

روزِ محشر گر بپا خاک سے خواہند کرد

ذره وار از مهر خوباں در هوا خواهیم گشت

130 هرچه از معشوق تشریف جفا خواهیم یافت
چوں حسن از دیده مشغول دعا خواهیم گشت 9

ان گل که بوئے خویشتن از من دریغ داشت
بادے ز عرصۂ چمن از من دریغ داشت

یعقوب وار نرگس چشم سفید کرد
وانکه نسیم پیرہن از من دریغ داشت

محض خیال باشد امید وصال یار
چوں او خیال خویشتن از من دریغ داشت

دیدار جستنش سخن بے محل بود
او در همه محل سخن از من دریغ داشت

اندر نظارهٔ ذقن و زلف عنبریں
در چه فرو شدم رسن از من دریغ داشت

من خود بطوع و رغبت خود میشوم اسیر
آں ترک را که تاختن از من دریغ داشت

بکشا تیر غمزه و لیکن نزد بمن
آں بو و آرزوئے سن از من دریغ داشت

گفتم بزیر دامن درد خودم بپوش
زیں درد مردم و کفن از من دریغ داشت

131 من عشق تا بهاشش فرستادم اے عجب
و یک قصیدهٔ حسن از من دریغ داشت 7

بیا ساقی که گل مهمان باغست
میم ده کز همه شغلم فراغست

نشان توبه از من کمترک جوے
که امروزم هوائے جوے باغست[1]

اگرچه شسته ام دل از بتاں پاک
ولیکن از زخم شاں صد جائے داغست[2]

اگرچه خسته ام از باده چوں باد
هنوزاں بادها اندر دماغست

نه اهلِ خرقه نه اهلِ خرابات چه بینی اندرونم پرِ طاؤس	حدیث من حدیث کبک و زاغست برونم سر بسر پرِ کلاغست

۱۳۲	حسن دل را ز تف درد می سوز که آں شبهائے عاشق را چراغست	۷

چند با ما دل گراں کردش اگر از سنگ نیست
چند ازیں زخم زباں گر اتفاق جنگ نیست

نالۂ ما دِ غمِ تو بگذرد از اوج چرخ
چرخ را با هفت پرده حدّ ایں آهنگ نیست

عقل ما سر می نهد بر پائے عشقت چوں کند
مور مسکیں را ز تعظیم سلیماں ننگ نیست

کعبۂ وصل ار چه هست از ما بصد فرسنگ دُور
گر تو همره میشوی والله که یک فرسنگ نیست

خیز تا با سبزه و گُل ذوق گیریم از سماع
غلغلے از نائے بلبل بس بود ار چنگ نیست

جُز سیه کاری نکردی تا سیاهت بود موئے
چوں سپیدت شد کنوں بعد از سپیدی رنگ نیست

۱۳۳	چند بینی اے حسن در گل رخان سبز خط چوں نکو تر بینی آں آئینه ها بے زنگ نیست	۹

مے دوشینہ درین کار کردست
خرد رخت فضولی بار کردست

بیا ساقی مے گلگوں پدید آر
کہ گل را صبحدم ہشیار کردست

چہ منت می نہد بر من مؤذن
مرا مرغ سحر بیدار کردست

در آمد اینک آں مستِ شبانہ
کہ با ما عربدہ بسیار کردست

اگرچہ دوشش از می توبہ می کرد
ولے یک دو قدح در کار کردست

خصومت با دلِ اُدگار من داشت
ندانم از کجا افکار کردست

چہ خونہا ریزد آں لب خاصہ اکنوں
خطِ خونریزہ با خود یار کردست

دلا چندیں چہ نالی آخر از وے
کہ ایں شوخی نہ اوّل بار کردست

۱۳۴

حسن منکر نیارد شد ز عشقت
کہ پیش عالمے اقرار کردست

۷

اے دوست ترا بر سرِ وقتم گذرے نیست
از حالِ دل بیخبرانت خبرے نیست

گفتی بگلستاں رو و در لالہ و گل بیں
چیزے کہ مرا با تو بود با دگرے نیست

اے من سگِ کوے تو مزن سنگِ جفایم
زاں روکہ مرا جز درِ تو ہیچ درے نیست

زاں می کہ لبت خورد نصیبِ منِ مسکیں
کمتر مکن از جرعہ اگر بیشترے نیست

پرہیز میسر نشد از زخم کہ زد عشق
جیلت چکنم تیرِ اجل را سپرے نیست

اے خواجہ عاقل تو دلِ خویش نگہ دار
بر دل شدگاں عیب گرفتن ہنرے نیست

۱۳۵

سر در سرِ سودائے بتاں کرد حسن باز
اے خاک براں سر کہ بر و دردِ سرے نیست

۷

خط تو تا برات حسن بنوشت — گل تو پرده بر عارض فروہشت
ز تر در غنچه پنہاں شد گل آرے — ز روے خوب رو پنہاں کند زشت
ز روے روشنت آتش جُدا ماند — از انست ایں سیه روئی در انگشت
نیابد صبحدم از عاشقاں صبر — نیاید ہیچ وقت از لولیاں کشت
غریبے گفت مضمونِ دل خویش — یکے آں حرف تضمیں کرد بنوشت
شبم از دولت او خوش گذشتست — زغم بستر بده زاندوه بالشت

۱۳۶

حسن خاک درت از دیده تر کرد
مگر زاں گِل نہی در گور او خشت

٩

غمت امروز غمگسار منست — عشق تو عیش روزگار منست
گر ندارم ز محرماں روزی — شب تاریک راز دار منست
ہر نفس پیرہن درید صبح — اثرِ نالہاے زار منست
تا بخاکش نه افگنی زنہار — دلِ پُر خوں که یادگار منست
چرخ در خونِ من کمر می بست — چشم شوخ تو گفت کار منست
گر اسیرم کنی و گر بخشی — اختیار تو اختیار منست
گر تو یک روز در میاں آئی — ہمه مقصود در کنار منست
ہمه عالم اگر خزاں گیرد — رُوے خوبے تو نوبہار منست

۱۳۷

گر حسن را نمی کنی یاری
وقت آخر بگو که یار منست

٧

اے ترک تند رفتہ زما یکزماں باسیت	برآب چشم ما نظرے کن ازاں باسیت
رفتی و مے نہ ایستد آبِ رواں زچشم	آخر یکے نظارہ آبِ رواں باسیت
اے بر ہلاک کردہ عنان ورکاب گرم	یک شہر دست میزند بر عناں باسیت
خواہی کہ مہ بکاہد بر بام خود برآ	ور رخ سرو خواہی در بوستاں باسیت
پروانہ وار در قدمت اوفتادہ ام	تو شمع عاشقانی و در کار شاں باسیت
اے آنکہ آمدی بسر کشتہ ہائے خویش	گر ہست اتفاق دعا یکزماں باسیت

(۱۳۸) در کارِ دلبراں حسنؔ از دیدہ دل بنہ
ورنیز کارے افتد باجاں بجاں باسیت (۵)

زفتنہ در دلِ سنگیں تو چہاست کہ نیست
بمہر کردی دعوے خدا گواست کہ نیست
جمال داری و نازو کرشمہ چہ تواں گفت
زنیکوئی ہمہ ہست وہمیں وفاست کہ نیست
درِ تو کعبۂ مقصود داد خواہانست
برائے آں ہمہ[عـہ] بازو برائے ماست کہ نیست
ہمہ غمست و ہمہ درد حاصل عشاق
ازیں متاع وریں قافلہ چہاست کہ نیست

(۱۳۹) کنوں کہ جائے گرفتی دروں جان حسنؔ
ببین کہ داغ غم تو کدام جاست کہ نیست (۷)

عـہ برائے ہر ہمہ باز است و بازماست کہ نیست

از روئے خوب خوے مخالف غریب نیست	نرمی ز طبع سلسلہ مویاں قریب نیست
جاں می دہم در اندہ جاناں و شاکرم	کاں کز حبیب در گلہ باشد حبیب نیست
اوصاف عشق و معرفت از مدعی مپرس	محجوب راز ہیچ چراغے نصیب نیست
بلبل بباغ شد چہ غم از بانگ باغباں	اگر یار یار باشد ہم رقیب نیست
چندیں چہ می کنند ز نالیدنم عجب	اگر کوہ از فراق بنالد عجیب نیست
اصلاح طالع من و درمان درد من	اندازہ منجم و حد طبیب نیست

۱۴۰ — آوارہ شد دلِ حسن اندر ہوائے دوست / آوارگی ز حال غریباں غریب نیست — ۷

کو دیدہ کز فراق رخ تو پر آب نیست	کو دل کہ در کشاکش عشقت خراب نیست
روزم تو بر فروز و شبم را تو نور بخش	ایں کار نیست کار مہ و آفتاب نیست
اے محتسب تو خیمہ بخمار خانہ زن	بگذر ز ما کہ مستی ما از شراب نیست
آں میزباں کہ کاسہ مہیا ہمے کند	گو ہیچ لقمہ خوش مزہ تر از کباب نیست
گفتی ترا چہ سوز و چہ شورست در سماع	ایں زاں سوالہاست کہ آنرا جواب نیست
بے حلقۂ کمند سر زلف نیکواں	گر کعبہ میرویم دعا مستجاب نیست

۱۴۱ — ہر دُر کہ در خزانۂ دل داری اے حسن / آنرا بسلک کلک کشیدن صواب نیست — ۷

دلبر ما یگانہ افتادست	شورے اندر زمانہ افتادست

عـه گو ہیچ کاسہ خوش مزہ تر از رباب نیست ۱۲

قصۂ ماکہ مے برد در پیش / اینکہ بر آستانہ افتادست
اے سلامت گزیں سپر کردار / تیر ما بر نشانہ افتادست
مؤذن اندر صلاے حی علے / صوفی اما شبانہ افتادست
یار آوارگی همی خواهد / رفتن حج بہانہ افتادست
چند گوئی ز خانۂ کعبہ / کار با خصم خانہ افتادست

۱۴۲

یکے از بندگان اوست حسن
کہ ز خوباں یگانہ افتادست

۷

دل غمت را زکر جهائے آلہی دانست / خاک پائے تو بہ از افسر شاہی دانست
مبتلائے کہ بدو داغ بلائے تو رسید / آں بلا مملکت نامتناہی دانست
جز رخ و زلف ترا در دل خود نقش نہ بست / ہر کہ حرفے ز سپیدی و سیاہی دانست
جان من بندگیٔ روے ترا کرد اقرار / خط خوب تو براں دید و گواہی دانست
اے رخت آفت شہر آمد و آشوب سپاہ / قصۂ ما و تو شہری و سپاہی دانست
بس نماندست کہ صحبت ز میاں برخیزد / قدر من بندہ بداں ورنہ بخواہی دانست

۱۴۳

بحسن انچہ رسید از بد و از نیک ایام
نے ز تو نے ز خود از حکم الٰہی دانست

۷

با سر زلف تو مارا سر و سودا ے ہست / وصل ہر چند محالست تمناے ہست
دیدہ گر از رخ خوب تو ندید آسائش / سینہ را از غم دیرینہ دل آساے ہست

نگذاری کہ سرت گردم و پایت بوسم — آخر ایں کار مرا ہیچ سر و پائے ہست
لب تو خواستم از غمزہ زدی نیش آرے — ہر کجا فرض کنی خارے و خرمائے ہست
خلق گویند دلت راز کجا صبر آمد — اے دل از صبر نشانم دہ اگر جائے ہست
اے کہ نظارہ دیوانہ نکردی ہرگز — قدمے رنجہ کن ایں سوے کہ رسوائے ہست

۱۴۴

دمبدم تیرہ مکن روز حسن را امروز
آخر اندیشہ کن امروز کہ فردائے ہست

۷

اے کشیدہ چو یکے سرو سہی بالا راست — راست بر شکل نئی لیک نئی با ما راست
قدِ خوبانِ جہاں راست تراز قدِ تو نیست — آرے ایں خلعتِ غیبت بداں بالا راست
زاغ را گرچہ نہد کبک گہ رفتن کژ — نتواند کہ نہد پیش تو ہرگز پا راست
تا ز ابروے کژ خویش کماں ساختۂ — من ہدف کردہ ام اندر دل خود صد جا راست
اے کمر بستہ چو جوزا و شرہ کردہ چو تیر — گوئی آں تیر عطارد شد و آں جوزا راست
فکر خال سیہ ات می پزم اے جاں چہ کنم — چو ببازار نمی آیدم ایں سودا راست

۱۴۵

بر حسن ہیچ گہے زرم ندیدم دل تو
وہ دل سخت تو دل نیست کہ سنگِ خارا ست

۷

شب گذشتہ مرا از غمت چناں بگذشت — کہ موج اشک من از اوج آسماں بگذشت
حدیث درد چہ گویم کہ شرح ممکن نیست — در طبیب چہ پویم کہ کار ازاں بگذشت
بر آستین جفا بر ممال بیش کہ کارد — باستخواں برسید و ز استخواں بگذشت

حکایتِ دلِ بیمار من چہ می پرسی
نہ زیر پائے تو مردم نہ بر سر کویت
بخدمتت نرسیدیم و عمر آخر شد

تو دیر ماں بسلامت کہ آں فلاں بگذشت
دریغ عمر عزیزم کہ رائگاں بگذشت
زکعبہ دور فتادیم و کارواں بگذشت

۱۴۶

حسنؔ زحرف بلا خواست تا کہ درگزرد
ولیکن از خطِ تقدیر کے تواں بگذشت

۹

چہ رویست آنکہ گوئی نوبہارست
بنقدا مروز با او در بہشتم
اگر ہر دو جہاں از یا در آیند
خرد معزول و عشق اندر تصرّف
ہمہ عمر از لب میگون معشوق
اگر قصدے کند زلف چو مارش
بوسم نامۂ خود روز محشر
گرم چوگاں زند بر سر بزں گو

غلط کردم بہشت روزگارست
مرا بانسیۂ فردا چہ کارست
چہ غم چوں پایۂ عشق استوارست
عس بیرون و دزد اندر حصارست
مرا مستی و حاسد را خمارست
شکایت چوں کنم او یار غارست
کہ از خطِ سیاہش یادگارست
نہ ایں گو از براے آں سوارست

۱۴۷

حسنؔ از چشمِ شوخش گوشۂ گیر
ہنوز آں ترک مست اندر شکارست

۷

اے چوں مہ نو آیتے از نور سعادت
گل برگ بریزد چو تو آئی بتماشا

چوں حسرت من حُسن تو ہر روز زیادت
بیمار نمیرد چو تو آئی بعیادت

گر میل کند نرگس مست تو ببستان — ما و لب میگون تو نه زهد و زهادت
این عقل من و عشق تو دانی بچه ماند — روباه که با شیر زند لاف جلادت
از زخم تو نالیدن و مرهم طلبیدن — نقصان ادب باشد و سستی ارادت
روزے که تو در کشتن من دست برآری — من سوے تو انگشت برآرم بشهادت

۱۴۸ | اے اختر مقبل نظرے بر حسن انداز — وین جمله نحوست بدلش کن بسعادت | ۷

درد عشاق را دوا دگر ست — داغ معشوق راحت جگر ست
دل فدا کردم آں کمان کش را — زخم تیرش سعادت سپر ست
یار یاری کند اگر خواهد — قصهٔ ما هنوز بر اگر ست
در قیامت که حشر خلق بود — هر که عاشق نبود او حشر ست
ما ببوئے نگار زنده شدیم — حشر ما خود قیامت دگر ست
ساقیا صاف اگر نماند چه شد — دُرد پیش آر این چه درد سر ست

۱۴۹ | دعوئ زهد کرده بود حسن — سخن مدعی چه معتبر ست | ۷

سر زلف تو تا به پیچیده ست — کار این مبتلا به پیچیده ست
آں نه زلف ست روزگار منست — که ز سر تا بپا به پیچیده ست
دل بگیسوت چوں رسن بازے — بکمند بلا به پیچیده ست

طرۂ گردِ رُخ تو پنداری	گرد گنج از دہا بہ پیچیدست
ترک من عشق سخت بازوے تو	گردنِ صبر ما بہ پیچیدست
بازکن فرش ناز کایں درویش	زبد چوں بوریا بہ پیچیدست

(۱۵۰) خواست جد ترا حسنؔ بدعا
گرب در دعا بہ پیچیدست (۷)

دل کہ باز آوردہ بودم ہم [1]بدلبر باز گشت
مرغ جانم ہم بداں سرو سمن بر، باز گشت

گل بدعوائے رخش دامن کشاں آمد بباغ
از خجالت ہمچناں با دامنِ تر باز گشت

گفت مشاطہ روم رویش ہمیارائیم چہ ماہ
آفتابے دید بر بامے ہم از در باز گشت

دوش سلطانِ خیالش در دیار ما رسید
قلب ما بشکست منصور و مظفر باز گشت

اے طبیبِ من کجا رفتی یکے گرد دلم
باز گشتے کن کہ آں [2]بیمار از سر باز گشت

از لب میگونش یک جرعہ بمشتاقاں رسید
زاہد صد سالہ از سبحہ بساغر باز گشت

بیخبر آمد حسنؔ یک شب بکوئے یار خویش

---

[1] ہم بداں در باز گشت [2] بیچارہ

۱۵۱	آستانش بوسه داد و بیخبر تر باز گشت	۷

غم و اندیشۂ ما بے تو کم نیست	گرت اندیشۂ ماہست غم نیست
دل پر خون و جان خستہ داریم	بدار الملک عشق این جنس کم نیست
خرد با عشق خوباں بر نیاید	بلے درویش مرد محتشم نیست
ترا دیدم دل از جاں برگرفتم	کہ عشق و عافیت ہر دو بہم نیست
دلا صبر از ستم برکار می دار	رہ عشاق بے خار ستم نیست
اگر سر چوں قلم بر خط لیلیٰ	نہد صد بار بر مجنوں قلم نیست

۱۵۲	حسن گنج سلامت گیر و بنشیں ترا اندازۂ ایں رہ قدم نیست	۵

ہتم کہ با دل من یار بود ازاں برگشت	دل شکستہ بگشت ارچہ دلستاں برگشت
جہان حسن بداں بے وفا تعالی اللہ	چرا و بگشت تو گوی ہمہ جہاں برگشت
بوجہ طعنہ بگفتم جفا مکن چو فلک	ہمیں قدر کہ فلک گفتنش رواں برگشت
زبخت خود گلۂ با زمانہ مے کردم	زمانہ نیز بہ بخت من ایں زماں برگشت

۱۵۳	حسن بگرد کنوں گرد دوستیٔ کسے کہ دوست ہر چہ ترا وعدہ کرد ازاں برگشت	۱۱

عالم عشقت جہانے دیگر ست	آستانت آسمانے دیگر ست

عقل را از دفتر عشقت چہ علم — آں ورقہا را نشانے دیگرست
دوزخ اندر راہ مشتاقانِ تو — ہر شرارے بوستانے دیگرست
عالمے پُر شد ز خاموشئ من — بے زباناں را زبانے دیگرست
ہرگزم در باطن من جا نبود — خلق ظاہر را گمانے دیگرست
عشق ابروے تو خونِ من بریخت — وہ کہ آں تیر از کمانے دیگرست
با بلاہائے تو عادت کردنیست — عافیت اندر جہانے دیگرست
درد و راحت در جہاں بسیار بود — درد تو راحت رسانے دیگرست
جاں بدیں یک بیت داد آں بزرگ — آرے آں گوہر زکانے دیگرست
کشتگان خنجر تسلیم را — "ہر زماں از غیب جانے دیگرست"

۱۵۴ — اے حسن سودات زحمت میدہد
وہ کہ آں رخت از دکانے دیگرست — ۷

نز تیغ بلا ترسم و نز تیر ملامت — باید کہ ازیں ہر دو تو باشی بسلامت
اندیشہ مکن کز دل ما کشف شود راز — قارورۂ ما نشکند از سنگِ ملامت
در دیدن رویت اگرم منع کند خلق — بر دیدہ نہم منت و بر خلق غرامت
نو بہ مطلب از من مسکیں کہ در آفاق — ہرگز گنہِ عشق نیاورد ندامت
در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے — تا بر سرِ من سایہ کند روزِ قیامت
میگفت صلات خوشے امروز مؤذن — چوں قامت او دید زباں ماند ز قامت

ایں طرفہ طریقت کہ دیدیم حسن را

۱۵۵	می بر کف و بت در نظر و لاف کرامت	۵

مراں کا سودہ دل بے تو کسے ہست
الا اے ساربان محمل مراں تند
نالم گرچہ زارم می کشد یار
اگرچہ در دلم رہ کردی اے یار

اگر بے خانماں خواہی بسے ہست
نگہ کن کز ضعیفاں وا بسے ہست
ہماں قاتل مرا یاری رسے ہست
چنیں یکسر میا اینجا کسے ہست

۱۵۶	بیا دریاب اے ساقی حسن را کہ در جام مراد او خسے ہست	۷

نیست روزے کاں لب خونخوار او خونریز نیست
فتنۂ عشقش کم از غوغائے رستاخیز نیست
نیست پایم را گریز از پیش چشم مست او
با سر گیسوش ہم سامان دست آویز نیست
نسبتِ بالائے قدش مکن با ہیچ سرو
سرو را بالا خوش است امّا بلا انگیز نیست
عشق بازاں دیگرند و عیش سازاں دیگرند
انچہ در فرہاد می بینیم در پرویز نیست
چند گوئی از ہوائے نیکواں پرہیز کن
ہرچہ بیماریٔ عشق است اندراں پرہیز نیست

ے عشق

از خدا امیدمی دارم کہ فردا روزِ حشر
دستِ من[۱] ندہند مکتوبے کہ عشق آمیز نیست

۱۵۷	تیغ جلادی چہ آری از پئے قتلِ حسن ہیچ تیغے چوں سرِ مژگاں خوباں تیز نیست	۷

دلبرے دارم کہ غمخوارِ منست
دل بہ او دادن ہمیں کارِ منست

من بدل بردن چرا رنجم ازو
گرچہ دل بردستِ دلدارِ منست

گلرخا! بے تو نخواہم باغ و گل
داغ و دردت باغ و گلزارِ منست

چند زیرِ پیرہن گردی نہاں
ایں ہم از بختِ نگونسارِ منست

لعلِ خونین ترا ازاں دوستم
کاں شفائے چشمِ خونبارِ منست

گر سگِ کوئے خودم خوانی شبے
باشد آں شب روزِ بازارِ منست

۱۵۸	گیسویت را یاد دادم از حسن گفت می دانم گرفتارِ منست	۷

اگرچہ پائے من از دستِ تو بزیرِ گل است
ہنوز دست بداماں عہد متصل است
خلاف کردی و بدکردی و خطا کردی
بیا کہ ہرچہ تو کردی ازیں طرف بحل است
مرا کہ قبلۂ جانم توئی چہ سر کار آید

[۱] نامۂ ندہ بدستِ من۔

بتے کہ درختن و لعبتے کہ درچگل است
دلِ مرا بتو کارے فتاد چہ تواں کرد
شنیدۂ مثلِ مرد ماں کہ کارِ دل است
دریں جہاں و دراں با محبت تو خوشم
ہوائے عشق بہر جا کہ ہست معتدل است
اگر تو بر گلِ گورم گذر کنی روزے
ببوے خوں بشناسی کہ ایں کدام گل است

۱۵۹	حسن اگرچہ نکردست در وفا تقصیر بدیں گناہ کہ بے تو ہمے زید خجل است	۷

دل بفتراک یکے بستم و چندیں سال است
رُخ چو بغداد بیاراستہ و زلف چو شام
من اگر والۂ آں حُسن دلاویز شوم
من کیم در ہمہ عالم کہ نہم پائے طلب
نالۂ زار کہ کردے دلم آں نیز گذشت
ترک خونریز مرا کشت طبیباں چکنند

کو عناں تافتہ ویں سوختہ در دنبال است
آیتت ساقی زرین زلف مبارک فال است
عجبے نیست کہ یک فتنۂ رویش خال است
اندراں کوئی کہ سرہائے سراں پامال است
وہ کہ بیمار من امروز بسے بد حال است
گر کسے زندہ کند کار ہماں قتال است

۱۶۰	در غمش جاں بلب آمد چہ تواں کرد حسن من بریں حال و زاں سوئے ہنوز اہمال است	۷

مشکے کہ کشید او ہمہ ملک ختن نیست
سروے کہ رواں کرد در اطراف چمن نیست

ہر گاہ کہ خندد گل دلہا بکشاید
آں غنچہ از باغ بہشتست دہن نیست

می گفت نگنجد سخن اندر دہن من
در تنگی آں تنگ شکر جائے سخن نیست

بندد دل دیوانۂ ما در رسن زلف
آں کیست کہ دیوانۂ آں بند و رسن نیست

اے خواجہ منجم چہ شد آخر خبرے دہ
زاں اختر مسعود کہ در طالع من نیست

برداشت ز من دست غمش پردہ عصمت
دانست کہ ایں مردہ سزاوار کفن نیست

١٦١

پیغام فرستاد کہ رو توبہ کن از عشق
گو بر دگرے حکم کن ایں کار حسن نیست

٦

دولت ما گل نکرد محنت خار از کجاست
راحت مے ناپدید رنج خمار از کجاست

یار ز من رخ نتافت گفت نیاز زردنست
وہ اگر آزار نیست نالۂ زار از کجاست

نزک من آخر بدار غمزہ خونریز را
گر تو نہ تیغ زن سینہ فگار از کجاست

لب طلبیدم ز تو زلف برافشاندیم
مہرہ بکف نامدہ آفت مار از کجاست

گفتہ بدی با توام ہست غبارے عجب
آب حیات بلطف در تو غبار از کجاست

١٦٢

چشم حسن گر نہ بجست بر سر کوئے تو خوں
برد ز دیوار تو نقش و نگار از کجاست

٧

ندانم چوں شود اے دوست حال دوستدارانت
مگر دولت کند یاری کہ یاد آید زیارانت

ازاں میگوں لبت روزے نشد یک جُرعہ ام روزی
توخونم نوش کردی نوشش بادا و گوارا نت

جفا جوئی اگر بینی بجمع خرقہ پوشانم
دعا گویم اگر بینم میان بادہ خوارا نت

تو چوں غمزہ زناں پیدا شوی بیچارہ عقل و دیں
کہ حدِ ایں سپرہا نیست دفع تیر بارا نت

کسے بودے کہ بر سر لشکرِ خسرو خبر بردے
کہ اندر شہر شورے خواست از شیریں سوارا نت

تو اے شاہِ بتاں گیسو بدستم دہ مگر باشم
بدیں درگہ یکے از جملۂ زنجیر دارا نت

۱۶۳	حسن را در غمت یکدم نمی باشد قرار آرے بریں رفتست پیوستہ قرار از بیقرارا نت	۷

اے شوخ ترا در لبِ شیریں چہ شرابست
کندر ہوسش ایں دل صدپارہ کبابست

مستست بیا و لبِ میگون تو شہرے
شہرے کہ چنیں مست نیابیش خرابست

نندیشم اگر راہ بریں دیدہ کُنی لیک
اندیشہ ہمینست کہ ایں رہ ہمہ آبست

گفتی ز بتاں سوختۂ کیست کہ داند
دانیم و نگوئیم[1] کہ ایں را چہ جوابست

اے شیخ میا پہلوئے من در صفِ طاعت
بگذر کہ مصلائے مرا داغ شرابست

اے دوست گلے چند بدیں سوختگاں بخش
زیں باغ بہشتی کہ ترا زیر نقابست

۱۶۴	واللہ کہ حسن بے تو نخواہد گل و گلبن بے روئے نکو دار چناں دار عذابست	۷

[1] نداینم

لب شیرینت را شکر غلامست
اگر ساقی تو خواہی بود مارا
مہ نو بر فلک بینند خلقے
شب ہفتم کہ مہ نیمہ نماید
برت چوں سیم و زلف تست چوں عود
اگر جہاں بخواہی صوفیاں را

اگر شیریں توئی شکر گدا است
کہ می گوید کہ می خوردن حرامست
من آن مہ را کہ بر بالائے بامست
اگر تو روئے بنمائی تمامست
طمع بر ہر چہ خواہم بست خامست
ازاں حلوا خبر دہ تا چہ نامست

(۱٦۵)

عزیزان از حسنؔ صحبت مجوئید
شما رحلت کنید او را نقامست

(۵)

کو دلے کز دست تو صد پارہ نیست
سر عشقت از دل عشاق پرس
خوار گشتم در غمت، طرفہ تر آنک
آفتاب از کوہ جلوہ می کند

یا بشمشیر غمت آوارہ نیست
عقل را زحمت مدہ ایں کارہ نیست
اندریں غم جز غمم غمخوارہ نیست
با سراپایانِ ایں نظارہ نیست

(۱٦٦)

با حسنؔ گوئی کہ بے من صبر کن
صبر بے تو حد ایں بیچارہ نیست

(۷)

مرا در غمش پارسائی نساخت
خرد منکر از عشق و عشق از خرد
بمیگوں لبش خرقہ در باختم

فسوں خوانی و خود نمائی نساخت
دو بیگانہ را آشنائی نساخت
قدح نوش را پارسائی نساخت

ے خرد منکر عشق و من از خرد

دل و دین و جان پیش کش کردمش | توانگر بدین بے نوائی نساخت
چہ آرام اے دوستاں از طبیب | کہ آزردہ را مومیائی نساخت
شکایت ز خورشید تو جیہ نیست | اگر بوم را روشنائی نساخت

۱۶۷ — بتر سید از قتل خوباں حسن
گدا طبع را پادشائی نساخت — ۷

گر پردہ برکشائی ازاں روئے چوں بہشت
روشن شود براہلِ نظر حال خوب و زشت
تقدیر حق وجود تو چوں خواست آفرید
صد جان و دل نہفتہ دراں آب و گل سرشت
تا قامتِ تو شاخ گلت دید باغباں
در باغ شد ز بیخ برافگند ہرچہ کِشت
واللہ اگر تو فردا ہمرہ نباشیم
گر سر بُری مرا ننہم پائے در بہشت
رضواں اگر بہ بیند خشت درت کند
جملہ نگار خانۂ فردوس خشت خشت
کاغذ ز گریہ تر شد و خامہ ز آہ سوخت
شرح فراق خویش بتو چوں تواں نوشت

چندیں حسن برشتۂ جاں دل چہ بستۂ

ا؎ صد تو نیست ۲؎ بزم

(۱۶۸) سہل است گر گسست چہ شد مرتش نرشت (۷)

چشمے کہ در نظارہ آں سرو قامتست — در ہر گلے کہ بیند بروے غرامتست
برروئے آب میروم از موج اشک خویش — سوقی کہ عشق باز و صاحب کرامتست
شب در خیال دوست نباشد برابرم — آں شب مرا برابر روز قیامتست
من در نماز وقت خوش از یاد قامتش — سقری ہنوز منتظر وقت قامتست
ہرگو نہ بر معاملۂ عشق کار کرد — روز حساب حاصل کارش ندامتست
دوش از خرابیٔ دل تنگم خبر رسید — دل گو خراب شو چو دلستاں سلامتست

(۱۶۹) بار نیست از ملامتیاں بر دل حسن
کارے بجاں فتادہ چہ جائے ملامتست (۷)

از خطش سایہ بر سمن بد نیست — سبزہ ہمسایۂ چمن بد نیست
آں بنفشہ کہ خط خطاب ویست — رستہ پیراہن سمن بد نیست
خال بر عارضش نگہ کردم — شحنۂ زنگ برختن بد نیست
دیدم آں زلف ولں زنخداں را — ترسم ارچہ ولے رسن بد نیست
ہر بدی کاید از نکو رویاں — یعلم اللہ کہ نزد من بد نیست
من بیاد بتاں نکو سخنم — چوں بگوئی کہ ایں سخن بد نیست

(۱۰۷) گر کس ایں نکتہ را خلاف کند
اتفاق تو اے حسن بد نیست (۷)

جز من که دیدانکه بلائے فراق چیست
آسوده را خبر چه از انک اشتیاق چیست

ہر دل که چوں چراغ نمی سوزد از فراق
اورا چه روشنست که سوز فراق چیست

خواهم زحق بر آمد آں رشک آفتاب
کیں ہفت شمع باز دریں ہفت طاق چیست

در کلبه‌ام بس است ہماں صورتِ لطیف
چندیں ہزار نقش دریں نه رواق چیست

با آفتابِ وصل چو حاصل نشد قراں
سیارهٔ دلم را ایں احتراق چیست

گر فرصتے دہی بتواں یافت کام خویش
ہاں اے غمِ فراق بگو اتفاق چیست

۱۷۱

خلقے غریق نعمت وصل اند اے حسن
جز من که داند اینکه بلائے فراق چیست

۶

از تفِ عشق شعله دروں آمدن گرفت
دود از درون سینه بروں آمدن گرفت

کردم بسے براں لب شیرینت چشم سرخ
اینک ز نوک ہر مژه خوں آمدن گرفت

کشتیٔ ما بشرط سلامت کجا رسد
موج از چہار سوئے دروں آمدن گرفت

ہرگز نیامدے بدل من خیال مرگ
از دولتِ غم تو کنوں آمدن گرفت

روزے برائے طیبت تشبیه قد خویش
گفتم الف نویسم نوں آمدن گرفت

۱۷۲

شب کا مدی شنیدن شعر حسن ز دور
گفتم پری مگر به فسوں آمدن گرفت

۶

گر ترا خشمے است در سر سر کشم پیش سنانت
ور بجاں خوش میکنی دل جاں دہم بر آستانت

حال مسکیناں نپرسی زاہ مظلوماں بترس
وہ چہ حیلہ سازم اے جاں با دل نامہربانت
گر بزلفت دست بازم[1] سر بپیچد کمند
ور ز لعلت بوسہ خواہم تنگ می آید دہانت
یک نسیم سنبل تو ہر دو عالم زندہ کرد
باش تا گلہائے دیگر بشگفد از گلستانت
اے بوئے تو شگفتہ نو بہار آفرینش
من ندیدم چوں تو باغے آفریں بر باغبانت

۱۴۳	گرچہ از ناز و رعونت چوں حسن بر دستِ ہجر رائگانم می فروشی ہم خریدارم بجانت	۷

سروے چو قد تو در چمن نیست — مشکے چو خطِ تو در ختن نیست
ہر پیرہنے کہ می درد گل — بوئے تو بہ ہیچ پیرہن نیست
بر چوں تو کسے دگر گزیدن — کارِ دگریست کارِ من نیست
دایم سخن از لب تو گویم — شیریں تر ازیں سخن سخن نیست
از عربدہائے من چہ رنجی — دیوانہ بدست خویشتن نیست
جاں پیشِ خیال تو فشاندیم — مارا سرِ بے تو زیستن نیست

۱۴۴	گفتی کہ چرا جدائی از من ایں از فلکست از حسن نیست	۷

[1] یازم

اے دلم را تا قیامت با تو پیمانے درست
نیست از دستِ غمت در ہیچ تن جانے درست

گر ز در بیروں خرامے ایں چنیں دامن کشاں
خلق مسکیں را کجا ماند گریبانے درست

گر کسے پرسد چہا دارید از ملکِ جہاں
یک دلِ صد پارہ داریم و پیمانے درست

تا شکستی زلف کافر کیشِ ظالم پیشہ را
آں شکستہ با کسے نگذاشت ایمانے درست

نار اگر با خندہ شیرینت لافے مے زند
در دہانِ او نہ مانم نیز دندانے درست

ترک من تا تیر غمزہ راست کرد از ہر طرف
میکشم پیوستہ من از سینہ پیکانے درست

۱۷۵	گر برغبتؔ بشنوی یک روز بیتے از حسنؔ تحفہ آرد پیشِ تو ہر روز دیوانے درست	۷

ساقی شبِ ما شب دراز ست
می دہ کہ در امید باز ست

رویت بگریم و سجدہ آریم
در مذہبِ ما ہمیں نماز ست

شہنامہ چہ خواست کرد محمود
او عاشق قصۂ ایاز ست

با وصلِ تو ام نساخت کارے
ایں کار بدست کارساز ست

ازنازنمی کنی بمن روئے اززلف و رخ تو عشرتم را	روئے کہ تراست جائے نازست شمع روشن شب درازست

۱۷۶	تاشیوۂ تست سربسر ناز تدبیر حسن ہمہ نیازست	۷

اشکم زتیغ غمزۂ خوباں رواں ترست
صبرم زگنج وصل عزیزاں نہاں ترست
سیل سرشک بارنمے ایستد دمے
ہر روز ایں گلیم کہ دارم گراں ترست
جانا دل مرا بجہاں نیست خانۂ
ویں عقل خانہ سوختہ بےخان ماں ترست
گرد از مہ و ستارہ برآور کہ دمبدم
ازطالعے کہ داشتۂ کامراں ترست
گہ گہ سلام خشک زتو می رسید یار
امسال آن مزاج کہ دیدم چناں ترست
ازچشم تو بزلف توجستم پناہ لیک
ہندوئے تو زترک تو نامہرباں ترست

۱۷۷	اندر ہوائے عشق تو حال حسن نگر او پیر می شود سخن او جواں ترست	۴

اے ترک بادہ نوش خرد جرعہ چین تست
دینم ہمے بری مگر ایں شیوہ دین تست

ہر گل مراز باغ رخت ہست صد بہا
اول ہماں بنفشہ کہ بر یاسمین تست

ایں دل کہ ما بساعد سیمینت بستہ ایم
تو ہمچنیں مشمار کہ در آستین تست

۱۷۸

اے شاد نیکو ان دل ماکے رسد بما
جملہ خزینہا چو بمہر نگین تست

۷

ردیف ج

اگر بدیدن آثار رحمتی محتاج
خطے چو مشک ترش ہیں بگرد صفحۂ عاج

کنوں کہ ختم شدش بر بتاں نبوت حسن
ز زلف تیرہ برانگیخت لیلۃ المعراج

بیا کہ بے تو خرابیم چوں تنِ بے سر
تو بر تن ہمہ سر باش و بر سر ہمہ تاج

بجست و جوے تمنا کنم غلو نکنم
چو واقفی تو بحاجت چہ حاجتست لجاج

سپہ کشیدن نوفل بداں نمی ارزد
کہ عشق باختن قیس را کند تاراج

ستادہ ایم بریں در نظر برحمت تو
چو قصہ دادہ بسلطاں جماعت محتاج

۱۷۹

سلامت از دلِ دیں حسن چہ میجوئی
نہ دِیہ ماند نہ دہقان چہ واجبست خراج

۷

اے کہ پیوستہ بود ابروئے تو با ما کج
وعدہ ہائے تو چو زلف تو ز سر تا پا کج

الف قد تو از قد الف راست ترست
ابرویت راست چو نونست و برو طغرا کج

ای قدِ خوب تو چون دین مسلمانان راست
دل چو بر گشت ز من هم من ازو برگشتم
بنشیں میر حسنی حکم کریمانہ بکن
بے نیازی خدا کار ہمہ راست کند

طرۂ کافر تو ہمچو خطِ ترسا کج
تیغ کج را نتوان کرد نیام الا کج
کعبتینی کہ نشست است بجنب ما کج
ورنہ از کوشش فرعون رود دریا کج

۱۸۰

در رہِ عشق چو رُخ راست روانند ہمہ
اے حسنؔ تا تو چو فرزیں نروی آنجا کج

۷

ردیف د

آں قوم کہ مے حرام گیرند
بر یاد لب تو جام گیرند
گر سوختہ نیست دردی آشام
بے آتشِ عشق خام گیرند
عشاق تو مقبل اند و مردود
تا زیں دو مرا کدام گیرند
گر سرو دریں زمیں نروید
بالائے ترا تمام گیرند
صیاد مرا یکے بیاموز
دولت بکدام دام گیرند
رخش از درِ دل برون میفگن
حاجت خواہاں لگام گیرند

۱۸۱

وصفِ تو حسنؔ اگر پذیری
اورا ملک الکلام گیرند

۶

رخت را در صفت مہ می تواں کرد
صفاتش را یکے دہ می تواں کرد

بہا در منزل وصل آے امشب — حدیث ناز در رہ می تواں کرد
نظیر تو توئی وین نکتہ امروز — ز آئینہ موجہ می تواں کرد
مرا از روئے تو روئے گلہ نیست — سپاس الحمد للہ می تواں کرد
دعائے در رخ تو می تواں گفت — نیائشے در سحرگہ می تواں کرد

۱۸۲ حسنؔ را بر معانی نشاہ کردند
زاقبال ملک شہ می تواں کرد ۷

آں کبک شکر خندہ رفتار دگر دارد — سروش بخرامیدن ہنجار دگر دارد
ہم سبزہ کشد بر گل ہم مشک کشد برمہ — خوباں ہمہ در کارند او کار دگر دارد
جان و دل من دارند مہر تو چو جان در تن — کافر بود ار جز تو دلدار دگر دارد
درویش کہ می ورزد مہر رخ گل رنگش — در خانہ بہر کنجے دینار دگر دارد
مسکیں دلم از زلفش ایماں نبرد دانم — گو در خم ہر موئے زنار دگر دارد
ہر ذرہ کہ در عالم گشتست خریدارش — آں یوسف عہد ما بازار دگر دارد

۱۸۳ گفت ہمہ بشنیدی حرفے ز حسنؔ بشنو
کاں بلبل باغ تو گلزار دگر دارد ۷

سرمست بیں کہ لبہا خوشتر ز نوش دارد — قصدے کہ دارد اول بر عقل و ہوش دارد
از عشق چشم مستش گشتم خراب مطلق — ایں بادۂ محبت یارب چہ جوش دارد
تا خط اوست بر رخ مایم و آہ و نالہ — تا ہست سبزہ و گل بلبل خروش دارد

هم جنس خود چو طوطی در آئینه ببیند　　نتواند آنکه خود را یکدم خموش دارد
روئے چو شاه انجم پوشد بزلف شبگوں　　هم شهر حے تواں زد باآنکه توش دارد
دل بر تو گفت فردا زارش کشم بگوش　　باشد برائے کشتن امشب بگوش دارد

(۱۸۴)　　(٩)

گم گو حسن ازیں پس اسرار خوبرویاں
ایں درچه میکشائی دیوار گوش دارد

سخن وراں که حدیث سمن براں خوانند　　حدیث تو چو درافتد ورق بگردانند
اگر شمایل موزونت را کنند صفت　　هزار سال یکے از هزار نتوانند
بتان چین و همه چیز شاں نگه کردم　　تو دیرماں که بچیزے بتو نمی مانند
بروزگار تو صورتگران هفت اقلیم　　قلم شکسته و در صورت تو حیرانند
بمکتبے که دروں میروی همه طفلاں　　بغیر سورهٔ یوسف دگر نمی خوانند
اگر ملائکه گفتند در بشر سخنے　　رخ تو دیده ازاں گفتها پشیمانند
شراب حسن تو در جام وصف کے گنجد　　کساں که جامے ازاں خورده اند میدانند
من از جهاں به یکے شادم اے مسلماناں　　جماعتے که دو گویند نامسلمانند

(۲۸۵)　　(٦)

حسن گلے زگلستان سعدی آورد ست
که اهل معنی گل چین ایں گلستانند

الوداع اے دل که دلبر میرود　　روح بخش و روح پرور میرود
ماه ساں منزل بمنزل ره گرفت　　خور صفت کشور بکشور میرود

در پیش وہم سبک رو رفتہ بود[1]	اوز وہم من سبک تر میرود
گرچو زر گویم سخن ہم سود نیست	چوں سخن امروز در زر میرود
دل شد و صبر ست پا اندر رکاب	روکہ سلطاں رفت لشکر میرود

(۱۸۶) در حسن بنگر کہ از حسنِ وفا
دل نہ و دنبال دل بر میرود (۵)

الغنشار[2] اے دل کہ دل بر میرسد	ماہ اندک سال من در میرسد
بخت میخواندم ز روے دوستیش	بخت ہیں ناخواندہ بر سر میرسد
خود کہ می گوید کہ گل رفت او رسید	گر نکو رفت او نکو تر میرسد
ہست ساغر کلّہ بازار عشق	کلّہ رنگیں کُن کہ ساغر میرسد

(۱۸۷) اے حسن بے وقت توبہ میکنی
توبہ بشکن وقت گل در میرسد (۷)

ماہ من کز مہر دل را دل نوازی میکند
خال او ہندوست امّا ترک تازی میکند

غمزۂ خونریز او بازیچۂ چشم دلست
ترک وانگہ مست و دیگر تیغ بازی میکند

در کمر گاہش چہ گہ گہ می برد گیسوش دست
تا چہ دستست آں کہ آنجا[3] ہا درازی میکند

[1] بستہ ام [2] زر بار [3] ایں کہ ہر روز ے

میکنم جاں پیشکش در بندگیٔ او تمام
گر بہ نیمے بوسہ ام بندہ نوازی میکند

ترک من غازیست اما بس مسلماں کش فتاد
آنچہ کافر را نشاید کرد غازی میکند

یک نسیم طرہ اش تازہ ترست از صد بہار
چوں صبا ہر سال برگل برگ سازی میکند

۱۸۸	گر حسن در پاش می افتد زمانے چوں زمیں آسماں سیرت ہمہ جا سرفرازی میکند		۴

دوش آں ماہ بہنگام سحر خاستہ بود
ماہ من عید بتانست مبارک عیدے
مہ چو در چار دہ شب از رخ او تافتہ شد

سحر از روئے چو خورشید خود آراستہ بود
عیدبیں کز جہت روزہ سحر خواستہ بود
در شب پانزدہ دیدم قدرے کاستہ بود

۱۸۹	جز دم شکر دگر دم نزند بندہ حسن کہ بخندیں شب از نیساں سحرے خواستہ بود		۵

امروز صبح ماچہ مبارک دمیدہ بود
آں سرو بود یا گل یا باغ نوبہار
خالش بزیر چشم چو ہندو رہ ہمہ
بہائے او نشانہ خوبہائے تازہ داشت

کاں شوخ را بدل شدگاں دل کشیدہ بود
یا قطرۂ ز ابر بہاری چکیدہ بود
بنزد کہ در حمایت ترکاں خزیدہ بود
زلفیں را چہ گوئی سرہا بریدہ بود

ناگه طلوع کرد چو صبح از حجاب شب من خواسته زخواب و غم بر سر آمده	بختم خود این سعادت در خواب دیده بود نو گشت این مثل که مه اینجا رسیده بود

۱۹۰

القصه در شمائل خوبش حسن بدید
هر قصه کز لطافت خوباں شنیده بود

۷

مستے که می بیاد لب یار در کشد فسقے که توبه باشد پایان کار او من خاک آں کسم که نهد سر بخط جام جور جهاں کمش قدح عشق کش ازانکه سیکن به تیغ عشق مرا سینه شاخ شاخ اے شهسوار حسن در آتا که چشم من	رخت وجود از تن آلوده بر کشد بهتر ز طاعتے که به پندار در کشد بر جرم ساقیاں قلم عفو در کشد عشقت ازیں جهاں بجهانے دگر کشد آں شاخ گل بود که سر اندر سپر کشد بهر نثار نعل تو لعل و گهر کشد

۱۹۱

کو نعل رخش تو که حسن هر و مش چو داغ
در آتش دل افگند و بر جگر کشد

۷

دلم قبله همیں روئے تو دارد رو امیداری آه سوزناکم رسولت را بجاں گردن نهادم گراز حالم کسے پرسد بگوئی مرا اندازهٔ عشق بتاں نیست	اگر بگزاریش زو ور که آرد چرا از آسماں آتش نبارد اگر بر سینه‌ام با خنجر گذارد دلے دادست و جانے می سپارد سگے پیشانی شیراں چه خارد

زہے بخت ار توانم مرد بہشت	کہ بے تو زندگی لطفے ندارد

۱۹۲ — اگر طالع شود یک شب چو ماہے / حسن ہر شب ستارہ نمی شمارد — ۷

خراماں در رسید آں سرو آزاد	ز سرو آورنجتہ زلفے چو شمشاد
نشاندہ خال بر روئے دلاویز	نشانے از حبش دادہ ببغداد
ندانم یا پری بود ست یا حور	بدیں خوبی نباشد آدمی زاد
بچیں تا نسخۂ بردند زاں روئے	ز شاگرداں خجل ماندست استاد
سر اندر کلبۂ ام در کرد یارب	کہ دادش از فرامش گشتہ ہا یاد
بہ بستر بودہ ام در خواب نوشیں	کہ شور آں لب شیریں در افتاد

۱۹۳ — حسن دست از لب شیریں کشش ہاں / مزن بر پائے خود تیشہ چو فرہاد — ۷

عید یار بہ روز با خوش بود	بادہ در دست و یار درکش بود
شب آں روز را چہ شرح دہم	دور ازیں روز ہا شبے خوش بود
چرخ نرد مراد ما می باخت	نقش پرویں دراں میان شش بود
شیشۂ صاف و اندر او مئے ناب	آب گوئی خلاف آتش بود
زار ہا دل بزخمہ خوش کردہ	جز کمانچہ کہ در کشا کش بود
دوستاں را برائے یک دیگر	مژہ جاروب و دیدہ مفرش بود

۱۹۴	سگِ آں آستاں حسن بود ست گرچہ سگ بود آدمی وشش بود	۸

گر سرو من از خانہ یکبار بروں آید
گل در ہمہ بستاں ہا بے خار بروں آید

از غمزۂ او تیرے بنشست مراد دل
آں تیر کہ پیکانش دشوار بروں آید

ہستم سگِ کوئے او اما چہ سگم آں سگ
کو ہم قدمِ شیراں از غار بروں آید

در خلق نقیہے کا فتد ذکر لبِ شیرینش
از حجرۂ ہر صوفی خمّار بروں آید

گر شوق سرِ زلفش از اہلِ صفا جوئی
اندرتہِ ہر خرقہ زنّار بروں آید

جانے ست دریں سینہ مشغول بیار خود
روزے کہ بخوانندش با یار بروں آید

ہر راہ روے گو شد در راہ انا الحق گم
سررشتۂ تدبیرش از دار بروں آید

۱۹۵	کو دوست کہ بر وارد از پیش حسن ہستی باشد کہ ازیں زنداں یکبار بروں آید	۷

روئے چو صبح نو بر نور قمر می خندد
لب شیریں تو بر تنگ شکر می خندد

یار گاہے کہ تبسم کند آں دانی چیست
درج یاقوت کہ بر لعل و گہر می خندد

لبِ لعل تو بداں لطف و طراوت گوئی
برگ لالہ است کہ بر غنچۂ تر می خندد

روئے خنداں تو دیدست مگر گل در خواب
کہ چناں تازہ و خوش وقت سحر می خندد

جائے خند است کہ در پیش تو میخندد نار
تو شکر خندی و او خون جگر می خندد

سر افلاک بنظارہ دندانت بگشت
کیں چہ پروین ست کہ بر شمس و قمر می خندد

۱۹۶

دی زمانے کہ تو در روئے حسنؔ خندیدی
خلق گفتند کہ از شادی زر می خندد

۹

منم از یار جدا ماندہ و دل دادہ بباد
وقت آنست کہ آہے کنم و فریادے
گفتی آں یار ہمہ عمر گہے یاد تو کرد
دل شیریں نخور و نیم جوئے غصہ اگر
نامرادی جہاں بر دلِ خود خوش کردم
چشم او عین بلا گشت و مرا ناوک درد
حق بدستم بود ار دم نزنم در غم او
داد چوں خواہم ازاں شاہ کہ دوراں عشق

ایں چہ روز ست کہ دشمن بہ چنیں روز مباد
وہ کہ نہ طاقت آہست و نہ زور فریاد
من نہ پندارم و واللہ کہ نمی آید یاد
جان شیریں دہد اندر غمِ شیریں فرہاد
اگر او را زمن دل شدہ اینست مراد
ہم ازاں چشم رسید ست کہ چشمش مرساد
غم او ہمدم جانست بروں نتواں داد
پست کرد ست چو دیوار دلم را در داد

۱۹۷

حسنؔ ار خون دل از دیدہ فتادت سہلست
دل بتقدیر خدا نہ چہ تواں کرد فتاد

۵

یاد تو جمعیت جان پریشاں بس بود
چشم ہر ناظر بمنظورے منور کردہ اند
سنبلہ بر مہ چہ میسائی و سنبل بر سمن
گفتیم چوں زلف من ہر سوے میلے افتدت

درد تو دار وے جمعے سینہ ریشاں بس بود
توتیائے گرگ گرد راہ ایشاں بس بود
زیور خوباں ہمیں خوبی ایشاں بس بود
گر عتابے میکنی ایں یک پریشاں بس بود

تا حسنؔ معشوق خویشت خواند از خویشاں برید

۱۹۸	عشق خویشاوند شد پیوند خویشاں بس بود	۵

دوش جاناں تا سحر با جانِ من دمساز بود
کردم آہنگ درش تا خاکِ راہ او شوم
شاہ را دیدم دعا کردم اجابت یافتم
لعل میگونش مرا زد طعنہا چوں سنگ سخت

ہر قدر مارا نیاز اندر سرِ او ناز بود
آں رہے بر اہل و آں آہنگ ہم برساز بود
پاسباناں خفتہ و درہائے رحمت باز بود
اے عفا اللہ می نخوردہ ایں چنیں سنگ انداز بود

۱۹۹	درخمِ معنی حسن را شیرہ نور یخت عشق شیرہ از خمخانہ مستے کہ در شیراز بود	۷

دوش دستم بسر گیسوئے آں ماہ رسید
سالہا دل شب گیسوئے ترا جست و نیافت
چشمِ تاریکِ من از طلعت او شد روشن
مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
یک سحر آہ زدم از سرِ نومیدی خود
خواستم کو برسد منت غیرے نبود

ہر چہ دل خواستہ بود دست بدخواہ رسید
ایں شب تیرہ ام آخر بسحر گاہ رسید
دیدہ از پرتو آں روئے بیک ماہ رسید
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید
ایں ہمہ دولت امیدم ازاں آہ رسید
آنچہ می خواستم المنۃ للہ رسید

۲۰۰	حسن امروز سر اندر قدمِ یار آورد اے خوش آں بیدق مقبل کہ بدیں شاہ رسید	۷

ما قصہ نوشتیم بسلطاں کہ رساند

جاں ساختہ کردیم بجاناں کہ رساند

مرغان غریبیم اسیر قفس هجر	ما را ز قفس باز به بستاں که رساند
حال من مسکیں بدل آرام که گوید	درد دل موراں به سلیماں که رساند
بوئے سر آں زلف دریں کلبه آرد	پیراهن یوسف سوے کنعاں که رساند
گیرم چو سکندر همه جائے رسدم دست	پایم بسر چشمهٔ حیواں که رساند
گفتی که مرا حال دل خویش بگوئی	من خود کنم آغاز بپایاں که رساند

(٢٠١)

جاں می طلبد یار و حسن منتظر آنک
ایں مژدهٔ جاں بخش بجاناں که رساند

(٧)

مرا هوائے گل از روئے یار یاد دهد	نسیم صبح ز بوئے نگار یاد دهد
تنم ز روئے براند اخت پرده نیست کسے	که بلبلاں را از نوبهار یاد دهد
بیک نظاره ازو قانعم کرا زهره	که ذکر بوسه کند یا کنار یاد دهد
بر اوج منظرش آں فاخته نکو بنشست	مگر بنالد و زیں دوستدار یاد دهد
سگِ درش شده ام سالها چه باشد گر	شبے در آید و آں روزگار یاد دهد
کجاست مطرب پارینه تا حریفاں را	سرود گوید و ایام پار یاد دهد

(٢٠٢)

حسن بگو غزل خوش بود که خوش خوانے
بدیں بهانه ترا پیشِ یار یاد دهد

(٩)

هر دل که در حمایت آں دلربا رود	کارش همه موافق کام و هوا رود
دلهائے عاشقاں همه همراه دلبر ست	خوش لشکرے که در پئے بادشا رود

خوش وقت آنکہ صبحدمے یار دربرش
خواہم کہ دست بوسم و درپایش اوفتم
اے مردم دو دیدہ یکے گرد ما برآئے
داری تو زخم تیغ رواں ما سرشک خوں
باران رحمتی تو و ما در دعائے تو
قاصد تو بازگرد کہ امکاں ندارد آنک

خنداں چو گل درآید و خوش چوں صبا رود
ترسم کہ جاں میانۂ ایں دست و پا رود
باشد کہ گرد راہ تو در چشم ما رود
روزے میان ما و تو ایں ماجرا رود
رحمت بران زباں کہ براو ایں دعا رود
پیغام ما بداں حرم کبریا رود

۲۰۳

گفتی حسن چہ بردر من جائے ساختست
او جز در تو جائے ندارد کجا رود

۷

کرا گویم کہ شبہائے فراق دوست باز آمد
تنم چوں شمع ہر شب تا سحر کہ در گداز آمد
سر زلفش کہ دور افتاد باز از دست امیدم
دگر بارم یکے اندیشۂ دور و دراز آمد
قبول خاطر عاشق بود ہر چہ از نگار آید
پذیرائے دل محمود شد ہر چہ از ایاز آمد
بجز دلدار نپسندم دگر اینست تدبیرم
بحمد للہ کہ تدبیر پسندیدہ دراز آمد
اجازت داد دوشم تا میان او ببر گیرم
طمع بسیاری کردم ولے با ہیچ باز آمد

جمال او تجلی کرد بر صحن چمن گوئی
کہ سبزہ در سجود افتاد سرو اندر نماز آمد

۲۰۴
حسن دریوزہ وصل بتاں را از در دلہا
نیازے میکند از نو ہمانا نو بناز آمد
۶

کسے کہ دل بچو تو شوخ خود مراد دہد
چو تو نہال بہر خانۂ کہ بنشانند
بنہ ز خاک در خویش بر سرم کلہے
چو جام وصل کشی سوئے من اشارت کن
تو آنچناں نۂ کز تو بیکسانت آید باد

مراد خویش چوں امید من بباد دہد
بجائے میوہ بلاہائے خانہ زاد دہد
کہ آں کلہ خبر از تاج کیقباد دہد
کہ جرعۂ بغریبان نامراد دہد
مرا کسے نہ کہ بر خاطر تو یاد دہد

۲۰۵
بہ ہیچ وقت نگردید گعبتین حسن
چنانکہ مہرۂ امید را کشاد دہد
۷

باز فصل گل رسید آں گل رخ ما کے رسد
سرو ہم بالا کشید آں سرو بالا کے رسد
ہر کس از شاخ امید خویش بر ہا خورد و من
انتظار میوۂ خود میکشم تا کے رسد
آرزو دارم کہ حلوائے خورم از لعل او
او شکر را تنگ بر بستست حلوا کے رسد

من کنار از موج اشک خود چو دریا کرده ام
یارب آں دُرِّ گرانمایہ بدریا کے رسد

گفتی اے قاصد کہ آں مہ در فلاں منزل رسید
جائے او جان منست ایں گو کہ اینجا کے رسد

آں یکے میگفت فردا خواہد آمد وقتِ صبح
خواب از چشمم برفت امشب کہ فردا کے رسد

۲۰۶

باز میگوید حسن ایں بیت از دوریٔ اُو
باز فصلِ گل رسید آں گلرخ ما کے رسد

۷

دوشینہ چہ شب بود کہ دلدار در آمد | گوئی کہ مسیح از درِ بیمار در آمد
تاریک شبے داشتم و تلخ حیاتے | ناگاہ یکے شمعِ شکر بار در آمد
بس عاشقِ بیدل بیک پرتو آں رو | جانش بسرا پردۂ انوار در آمد
بس عابد زاہد کہ بیک جنبش آں زلف | از خرقہ بروں رفت و بہ زنار در آمد
پار آنکہ بُد استادِ دلستان طریقت | امسال بشاگردی استاد در آمد
یک خانہ گرفتم بسر کوئے سلامت | غوغائے غمش از در و دیوار در آمد

۲۰۷

یک چند بروں شد حسن از مجلس مستاں
دید آں لب میگوں و دگر بار در آمد

۷

ترکِ من گر پردہ[۱] برگیرد جہاں غارت شود | ور بخندد رخت دین و نقدِ جاں غارت شود
ماہ ہر شب بارخِ زیباش بازد نرد لاف | چوں سحر شد مہر ہاش از آسماں غارت شود

۱ طُرّہ

دل بگشت از عہد من عیش ہمہ آوارہ شد — ہر کہ نقد قلب زد لابد دکاں غارت شود
عقل را ضبطے نماند از دل بروں افتاد راز — شحنہ چوں مغلوب شد دِہ در زماں غارت شود
بر درِ ہر خانہ دی در شہر کردند ایں ندا — ہر کہ عاشق گردد او را جان و ماں غارت شود
یار ترسا شد ولے ترسم کہ مشتے بے نمک — شورے انگیزند و حلوا درمیاں غارت شود

۲۰۸

غوریانہ غارتے کن لشکر مصریش را
بارگی باید حسنؔ تا پیستاں غارت شود

۷

ہر کہ ز اصحاب سخن نبود سخن داں کے شود — آنکہ از گردے گریزد مرد میداں کے شود
ایں کہ ابر از آسماں بارد اگر بارد گلاب — آنچہ خارستاں بود ہرگز گلستاں کے شود
خوف "من لحببت" در اسرار منزل خواندہ اند — تا خدا ندہد ہدیٰ کافر مسلماں کے شود
در رہِ حق عارفاں را ہست خلوت خانہ — آنکہ محرومست از آں رہ محرم جاں کے شود
اہل دل دُر اندر افشانی ز درج معرفت — آنکہ دُر چیں دزد باشد او دُر افشاں کے شود
از سخن دزدی نیارد شد کسے صاحب سخن — دیو اگر انگشتری دزدد سلیماں کے شود

۲۰۹

از فضول حاسداں فضل حسنؔ مخفی نماند
آفتاب اندر پر خفاش پنہاں کے شود

۷

آں سرو قدانے کہ چو گل خندہ زنانند — بس سنگدلانند اگر سیم تنانند
در وعدۂ وصل ارچہ ہمہ تلخ مزاجند — در دادن دشنام چہ شیریں سخنانند
کشتہ شدگان لب خونخوارۂ محبوب — تا روزِ قیامت ہمہ رنگیں کفنانند

چندیں چہ زخانہ طلبی دل شدگاں را
از چاہِ زنخدانِ بتاں در گذرائے دل
درجعد شکن بر شکن افتادہ چہ پیچی

کاں قوم خرابی طلب بے وطنانند
مغریب بداں ہوئے کہ مشکین رسنانند
ہشدار کہ آں طائفہ توبہ شکنانند

۲۱۰

منکر حسن آں ذوق شکر خندۂ خوباں
کز غمزۂ خونیں ہمہ شمشیر زنانند

۷

دلم خوں کرد دلدارم، چنیں دلداریٔ دارد
دریں اندوہ کز عمرم مراجاں دادن آسانست
رقیباں چارۂ کارم ہمیسازند ہموارہ
سگ کویت اگر خصمی نمود اہلِ خصومت را
ندید ایں چشم من یکروز روئے عیش لیکاں شب
دلم بربستر عشقت بیاد وصل و داغ غم

بصد غم میکند خوارم چنیں غمخواریٔ دارد
طریق صبر می ورزم ولے دشواریٔ دارد
ولے بختِ من بیچارہ ناہمواریٔ دارد
باہمہ کنش یاراکہ باما یاریٔ دارد
زشادیٔ خیالت عزم شب بیداریٔ دارد
گہے زندہ است و گہ مردہ چنیں بیماریٔ دارد

۲۱۱

حسن راحال درہم شد طبیباں زیک مرہم گو
علاج تو چہ کار آید کہ زخم کاریٔ دارد

۷

دردے کہ دراو دوا نگنجد
وصلت بدعا چگونہ خواہم
مستانہ زنیم سر بپایت
عشق آمد و عقل رخت بربست

جز در دل مبتلا نگنجد
چوں نام تو در دعا نگنجد
در طاعتِ ما ریا نگنجد
یک شہر دو بادشا نگنجد

جاں چیست چو ما یگانہ گشتیم | بیگانہ میاں ما نگنجد
با تو غمِ اہل بیت نتواں | یک قافیہ در دو جا نگنجد

(۲۱۲) (۶)

جائے تو ورائے وہم و فہمست
آنجا حسنؔ علا نگنجد

انوار تو در نظر نگنجد | آثار تو در خبر نگنجد
عشق تو چو حورائے پری رُخ | در حوصلۂ بشر نگنجد
راہِ تو رہِ مجرّداں است | با مُرغ تو بال و پر نگنجد
گفتی ز در دگر سخن گوئے | آنجا سخن دگر نگنجد
خاک درِ تو چہ چشم داریم | آں سرمہ دریں بصر نگنجد

(۲۱۳) (۷)

من بندہ حسنؔ چگونہ گویم
حرفے کہ بگفت در نگنجد

اوصاف تو در زباں نگنجد | اسرار تو در بیاں نگنجد
سودائے لب تو چوں تواں پخت | کاں لقمہ دریں دہاں نگنجد
گر نسبت گل کنم بروئیت | گل در ہمہ بوستاں نگنجد
در وصف رخت کنم بخورشید | خورشید در آسماں نگنجد
جاں پیش کشم چوں تو در آئی | در خلوتِ یار جاں نگنجد
عشقِ تو درونِ جانِ درویش | ملکیست کہ در جہاں نگنجد

٢١٤

با من تو یکے شوی حسن گفت
نا اہل دریں میاں نگنجد

٦

بازامروز به میخانه گذر خواهم کرد	شنعت شورش دوشینه زسر خواهم کرد
وجه عیش و طرب از روے بتاں خواهم ساخت	خرقهٔ هستی ازیں نقش بدر خواهم کرد
سبب رقص گواهی من ار نشنودند	من ازیں ذوق یکے رقص دگر خواهم کرد
ملک معنی ز دلِ زنده دلاں خواهم جست	علَم از عالم ایں طائفه بر خواهم کرد
از سر زلف بتاں بند قبا خواهم ساخت	وز خم گیسوے شاں بند کمر خواهم کرد

٢١٥

نیکواں هر چه کنند اے حسن اندر حق تو
بد مکن دل که ترا نیز خبر خواهم کرد

١٠

حکایت شب هجراں یار نتواں کرد	شکایت ستم روزگار نتواں کرد
بداں که یار زما دوری اختیار کند	بجائے او دگرے اختیار نتواں کرد
سپاس دارم اگر در غمش هلاک شوم	برائے غم گلهٔ زاں نگار نتواں کرد
دوائے درد دل از کس نمیتوانم خواست	چرا که راز نهاں آشکار نتواں کرد
کنار کرد بیکبار خوابم از دیده	که در میانهٔ دریا قرار نتواں کرد
نخست زر ز دم از دیده پس شدم عاشق	که مایه تا نبود هیچ کار نتواں کرد
اگر چناں که چنیں دل ز خلق خواهی برد	بگرد کوئے تو دیگر گذار نتواں کرد
بوصل میدهدم وعده غمزه ات لیکن	بقول مردم مست اعتبار نتواں کرد

مگر ترا بکنار آورم شبے ورنہ		بوسہ از دہنت اختصار تواں کرد

۲۱۶	ز آب دیدہ حسن راکنار جیحوں شد سزائے او بہ ازیں در کنار تواں کرد	۵

زچشمت چشم آں دارم کہ از چشم نیندازد زکات چشم چشمے کن بسوئے چشم از رحمت رواں گردید بے چشمت زچشمم چشمہائے خوں زچشمت چشم برگیرم چو چشمت گوشہ گیرم		بچشمانت کہ چشمانم بچشمان تو می نازد اگہ چشم رابجز چشمت دگر چشمے نمی سازد اگر چشم تو چشم راز چشم خود نیندازد کہ با چشم تو چشم من تو گوئی چشم می بازد

۲۱۷	حسن تا دید چشمت را بچشمت ہر زماں چشمے بچشمک میزند چشمے اگر چشم تو بنوازد	۷

ماہ من از مشرق جمال برآمد عشق تواں باخت برابروئے معشوق خوئے چو ستارہ زرخ بروں زدہ گوئی صبحدمے فال نیک جستم از افلاک خسرو عادل علائے دنیا و دیں بخت چو زد سکہ عمر و مملکتش را		اخترم از خانہ و بال برآمد عید تواں کرد چوں ہلال برآمد کوکب ماہ باکمال برآمد طالع شاہ خجستہ فال برآمد قرعہ دولت ہزار سال برآمد ہر دو طرف نقش لایزال برآمد

۱۱۸	ورد حسن شد فرید فضل و جلالش آں ہمہ از فضل ذو الجلال برآمد	۷

روئے گل از ہوا نمے دارد — پشت شاخ از صبا خمے دارد
مرغ ہر بامداد نالۂ زار — از چہ دارد مگر غمے دارد
باغ بنگر دروں و بیروں خوش — ہمچوں من وقت خرمے دارد
گرچہ امروز فاختہ بر بام — صدق و سجع دمادمے دارد
ساقیا خیز و مے بدہ کہ حسن — سر ایں گفت و گو نمے دارد
دلش آسودہ از غم عالم — تا چہ آسودہ عالمے دارد

۲۱۹ — کعبۂ دیں علائے دنیا انک
ہر کفے ہمچو زمزمے دارد — ۷

باز گل روئے خویشتن بگشاد — بلبل مست را سخن بگشاد
دل مرغاں بسبزہ آرامید — چشم نرگس بیاسمن بگشاد
صبحدمے وزید بادے خوش — گل گریبان پیرہن بگشاد
بت من چوں بباغ شد گوئی — درے از خلد بر چمن بگشاد
باز خندہ زناں چو رفت بشہر — گریہ از چشم مرد و زن بگشاد
راز عشقت نمی کشادم من — چکنم آب چشم من بگشاد

۲۲۰ — حقہ در کہ بستہ بود لبش
ہمہ از دیدۂ حسن بگشاد — ۶

دل من جز ترا نمی خواہد — بے بقایت بقا نمی خواہد

حاجئی کو طواف کوی تو برد	حج خود را روا نمی خواهد
آنکه بیمار نشتر عشق است	رنج خود را شفا نمی خواهد
ما دعا میکنیم لیکن بخت	حاجت ما روا نمی خواهد
من همی خواهم و تو میخواهی	چکنم چون خدا نمی خواهد

۲۲۱	حسن ار جان دهد ترا بپذیر می به بخشد بها نمی خواهد	۷

باز گل از باغ رفت باد صبا میرود	آب دو چشمم روانست آب چرا میرود
خیل چمن میرود آمدنش از چه بود	بر من ازین رفتنش وه که چها میرود
رفتن او چون که دید وان قد بالای او	سرو بشمشاد گفت این چه بلا میرود
اے گل دلها دمے عیش من از روے خویش	تازه چو گل کن که عمر همچون صبا میرود
ناله شد از حد برون درد نرفت از درون	تا تو نباشی طبیب درد کجا میرود
دوست رسید و فزود حسرت ما آنچه بود	آمدنش چون گلست آمد و وا میرود

۲۲۲	هر چه ز تو میرود بر حسن آن شاکر است حمل وفا میکند گرچه جفا میرود	۷

درد ما را هم او دوا داند	کوست درمان هر که درماند
دل دیوانگان بگیسوی اوست	کیست کان سلسله بجنباند
تحفهٔ ما فسانه و نمی خواند	آنکه در مکتبش فرستاند

لشکر عشق او بلائے خداست	ایں بلارا کہ باز گرداند
گر بدریا دراِفگند مارا	سوز ما شور او فروشاند
عقل ما مرد عشق او شدنی	گربہ باشیر پنجہ نتواند

۲۲۳

حسن از پیش چشم او بگریز
ترک مستست و تیغ میراند

۷

دلا بے وصل جاناں چوں تواں بود	گر او جانست بے جاں چوں تواں بود
مرا گو بند صابر باش بے دوست	چو بے او بودنتواں چوں تواں بود
حدیث عشق ما صحرا اگر فتست	بکنج خانہ پنہاں چوں تواں بود
چو گل درجلوہ شد بلبل ہمیگفت	کہ اکنوں بے گلستاں چوں تواں بود
اگر نبود نمکدان لب تو	بخوان خلد مہماں چوں تواں بود
چو آید پاکشاں زلف چو زنار	دراں خانہ مسلماں چوں تواں بود

۲۲۴

حسن معشوق آں دارد زخوباں
بگو آں خود کہ بے آں چوں تواں بود

۷

گر خط شبگونت گرد ماہ برآید	از دل تفتہ ہزار آہ برآید
شحنہ شہر ار کند تفحص خوباں	ہر طرف آواز دادخواہ برآید
دوش چو طالع شدی شمع بکشتم	شمع چہ حاجت بود چو ماہ برآید
ور برہے بگذری بسایۂ قدت	طوبے دیگر میان راہ برآید

مصلحتم را نظر بمرحمت نست	کار رعیت بلطف شاه بر آید
گر بچکد بر زمیں ز برگ گلت خوے	صد سمن از بیخ ہر گیاہ بر آید

۲۲۵	سوئے زنخدانت بر کلالہ مشکیں تا دلِ مسکیں حسن ز چاہ بر آید	۷

بوئے راحت در ہمہ عالم نماند	آدمیت در بنی آدم نماند
چند پرسے از نکو نامے از انک	نیک نامے در ہمہ عالم نماند
ماندہ ام با یک دل صد جاے ریش	چوں کنم کاندر جہاں مرہم نماند
مردم از غم چوں رہم انصاف رفت	بیژن از چہ کے رہد رستم نماند
یک نفس در کار بود آں ہم گست	نیم جانے ماندہ بود آں ہم نماند
با کہ خواہم دم زدن از محرماں	محرمیت را چو یک ہمدم نماند

۲۲۶	حال محرم بشنو از بندہ حسن در ہمہ عالم چو یک محرم نماند	۷

چنیں کاں تازہ گلنار آفریدند	نمودے از رخِ یار آفریدند
چو باغ حسن او گلہا بروں زد	زیک گل ہشت گلزار آفریدند
شبے تارے ز زلف یار سر زد	ہماں شب مشک تاتار آفریدند
مگر وصف لب او خواست گفتن	کہ طوطی را شکر خوار آفریدند
ز بویش چشم تیرہ روشنی یافت	مگر یوسف دگر بار آفریدند

تو اے زاہد عزیز و پارسا باش — حسن را خوار مے خوار آفریدند

۲۲۷

نزیبد عاشقاں را پارسائی
کہ ایشاں را گنہگار آفریدند

۵

مرا یکروز دیدارت بہ از صد روز عید افتد — مبادا گز تو بر گردم ہمہ عیدم وعید افتد
دعائے گفتن و دادے شنیدم آرزو دارم — کرم کن پیش ازاں کیں کار در گفت و شنید افتد
تو گر از ناز تیغ خود نیالائی بخونِ من — میان کشتہا افتم مگر نامم شہید افتد
مبارک روئے تو باآں جمالِ بیش زاندازہ — بداں نوروز می ماند کہ اندر روز عید افتد

۲۲۸

حسن از تو نظرہا چشم میدارد اگرچہ تو
نظر کمتر کنی بر کس چو افتد بر مزید افتد

۷

دل در غم رخت کہ ہمہ درد می شود — درمان درد من چہ تواں کرد می شود
گہ گاہ نرگست نظرے می کند بمن — شک نیست آنکہ مست جوانمرد می شود
از رشک رنگ چہرہ تست آنکہ آفتاب — ہر روز سرخ می شود و زرد می شود
دعوی حسن طلعت تو می کند ہمے — ہم خود ز شرم دعوی خود سرد می شود
اے آفتاب مشرق میداں بگرد کوئے — چندیں مگرد گوئے تو بر گرد می شود
عشقت بسوئے شہر و دہ آوردہ میبرم — شہرے چو من فدائے رہ آورد می شود

۲۲۹

در عشق روز خواب و خورم آگہے نبود
بندہ حسن ز ہر دو جہاں فرد می شود

۷

چشم مستت قصد ہشیاری کند
دم بدم در پردہ خونخواری کند

در مسلمانی روا باشد کہ او
بیگناہے مردم آزاری کند

کافر زلفت سرش ببریدہ باد
روز ما را چوں شب تاری کند

باکمند زلف ترک چشم تو
ہر شبے تا روز عیاری کند

از خطا باشد کہ با خاک درت
خود فروشی مشک تاتاری کند

از فراقت جاوداں رستم اگر
دلبرا وصل تو آم یاری کند

۲۳۰

در فراقت خوں ہمی گرید حسن
وائے اگر او گریہ و زاری کند

۵

باز جانم را غمے سخت افتاد
خون دل چوں بادہ یک لخت اوفتاد

چہرۂ امیدم از نطع مُراد
ہمچو رُخ بر گوشۂ تخت اوفتاد

چوں شود حالم دریں سیلاب غم
ہم شتر غلطید و ہم رخت اوفتاد

صبر گم، دل غائب، و دلدار دُور
بخت ما بنگر چہ بدبخت اوفتاد

۲۳۱

اے حسن مردانہ بر سختئ عشق
دل بنہ کیں واقعہ سخت اوفتاد

۶

چشم تو گرچہ میکشد عاشق و نازمی کند
عاشق خستہ ہمچناں عرض نیاز می کند

قبلۂ عاشقاں توئی ہر کہ سجود بندگی
جز برخ تو می کند سہو نماز می کند

در نظر محققاں راہ زن مخالفست
خواجہ کہ از رہ ہوا عزم حجاز می کند

مرغ دل شکستگاں یار گرفت و صید کرد	باز خوش آمدش اگر صید که باز می کند
بر لحد شکستگیں بگزر و حال او ببیں	خاک شد دست ہمچناں یاد آباز می کند

۲۳۱	دی حسن شکستہ را بندۂ خویش باز خواند لطف نگر کہ آں شہ بندہ نوازی کند	۶

دیر شد یار من بہ من نرسید	بلکہ بوئے ازاں چمن نرسید
یوسف من زمن جدا افتاد	دیدہ خوں گشت و پیرہن نرسید
ہر کہ نامد ز خویشتن بیروں	او بمقصود خویشتن نرسید
دوش قربان عشق می گشتم	چشم ترک تیغ زن نرسید
بہ تمنائے گیسوئے و ذقنش	در چہ افتادم و رسن نرسید

۱۳۲	عالمے مست شد ز جام لبش جرعۂ حصۂ حسن نرسید	۶

گرت روم بہ فدا عمر دوستاں تو باد	ہزار جان گرامی فدائے جاں تو باد
بوئے وصل تو کے پروریم جاں در تن	کہ آفرین خدا بر تن و رواں تو باد
از آستان تو دارم مراد ہر دو جہاں	کہ حادثات جہاں دور ز آستاں تو باد
مرا سریست بلاکش و گر قبول افتد	فدائے پائے سگ کوی پاسباں تو باد
ہزاں سرے کہ دراں سر ہوائے عشق نبود	چو راہ خاک فتادہ بر آستاں تو باد

	بہ رحمت نظرے کن تو بر حسن اے دوست	

۲۳۳	که در غمِ تو چناں شد که دشمناں تو باد	۷

فلک با کس دلِ یکتا ندارد	ز صد دیده یکے بینا ندارد
درختِ دہر سرتاپاے نار است	تو گل میجوئی او اصلا ندارد
جہاں از مرد میہما مرد ماں را	نویدے میدہد اما ندارد
دریں کوار کسے سر که فرو شد	مرنج از وے که او حلوا ندارد
کسے کز ہفت بام چرخ بگذشت	بباغ ہشت در ماوا ندارد
کسے کا ینجا مربع می نشیند	دراں ایواں ہماں خود جا ندارد

۲۳۴	حسن آخر چرا اندیشی امروز ازاں فردا که پس فردا ندارد	۵

زہر که رایحۂ روح بخش جود آید	بر آستان درش شیر در سجود آید
ازاں ترا ز عدم در وجود آورد ند	که از تو مردمے وجود در وجود آید
کسے که قاف قناعت وطن چو عنقا کرد	کجا دگر بدو عالم سرش فرود آید
گلیم فقر من از اطلس زمانه به است	کجا برم قصبے را که بوئے دود آید

۲۳۵	حسن زنیک و بد روزگار شکوه مکن خوش است ہر چه که از واجب الوجود آید	۱۰

باغ خوبی نو از سر تازه شد	خطِ تو چوں سبزۂ تر تازه شد

سایۂ قد تو بر بستاں فتاد	رونق سرو و صنوبر تازہ شد
روئے تست آں گل چو از خوئے گشتہ تر	یا بہشت از آبِ کوثر تازہ شد
زلف جاں ار بر بہ بستی گرد سر	زندگانیٔ من از سر تازہ شد
گل ز رشک روئے او پژمردہ بود	در عرق چوں دید از سر تازہ شد
بوئے گیسویت بعطاراں رسید	روزگار مشک و عنبر تازہ شد
در چمن میرفت دی خندہ زناں	از دہانش غنچۂ تر تازہ شد
خط دیگر تازہ کردی گرد لب	جان خلقے بار دیگر تازہ شد
یک سخن از لعل او ہر کو شنید	در دلِ او میل شکر تازہ شد

٢٣٦

مرحسن را در دل ایں عشق آتش است
ریش چندیں سالہ بنگر تازہ شد

٧

من باز بادہ خوردم رسم گذشتہ نو شد	تسبیح بیع کردم سجادہ ہم گرو شد
زاہد کہ گفت از مے یکقطرہ ہم ننوشم	چوں دوست گشت می کش سجادہ اش گرو شد
صوفی بخلوت اندر میزد نہفتہ رقصے	چوں شمع گشت پیدا پروانہ گرم رو شد
صندوق سینہ در رہ بستم ولیک ناگہ	دردِ کہن بروں زد عشق قدیم نو شد
بازار زاہدی را خمار گشت شحنہ	ہر جرعۂ بصد جاں تقویٰ بہ نیم جو شد
بردیم گوئے معنی بیروں ز ہفت میداں	ایں رخش ہمت ما یارب چہ دور رو شد

٢٣٧

بکشا حسن ازیں پس درج سخن بہ ہر جا
شہرے شدہ سخن چیں واں بت سخن شنو شد

٥

سورۂ فاتحۂ روئے ترا ہر کہ بدید — "قل ھو اللہ احد" خواند و باخلاص دمید
"انبت اللہ نباتاً حسناً" گفت و گذشت — خضر آنگہ کہ بگرد شکرت سبزہ بدید
"زادك اللہ جمالاً" نتواں گفت کہ نیست — بجمال طرب افزائے تو امکانِ مزید
خستگانِ غمِ عشق تو فقیر ند و غنی — تشنگانِ لب لعل تو شقی اند و سعید

(۲۳۸)
اے خوش آں ساعتِ میمون کہ بگویند حسن
کہ فلاں عاشق بیچارہ بمقصود رسید
(۵)

غمت را جائے جز در جان نباشد — من از جاں فارغم گر آں نباشد
غمت ہر گہ کہ می آید بیا گو — در درویش را دربان نباشد
غریبے دوش می نالید و میگفت — شب عشاق را پایاں نباشد
طبیبے را حدیث عشق گفتم — بگفت ایں درد را درماں نباشد

(۲۳۹)
حسن وصل تو میجوید محالست
گدا ہم کاسۂ سلطاں نباشد
(۷)

تا سرو مرا سبزہ بگلزار برآمد — بس نعرہ و فریاد ز گل زار برآمد
موجے کہ زدایں دیدہ زنا دیدن رویش — در بستہ بدم آب ز دیوار برآمد
گل کاشتہ بودم کہ مگر خوش گذرد روز — بخت من بد روز ہمہ خار برآمد
در مسجد و میخانہ چو گفتند حدیثش — فریاد ز سجاد و زنار برآمد
کس نیست کہ مژدہ بردم سوئے حریفاں — کاں مست انا الحق بسر دار برآمد

آں ماہ کہ در اوج عرب بود طلوعش ‎ ‎ ناگہ شبے از زاویۂ غار بر آمد

۲۴۰ ‎ ‎ ٧

ہاں اے حسنؔ اندر رہِ عشق تو فرو شد
چوں نام تو امروز دریں کار بر آمد

خورشید بروئے توچہ ماند ‎ ‎ فردوس بکوئے توچہ ماند

خورشید بکام زرد رویست ‎ ‎ آں روئے بروئے توچہ ماند

مہ ہم بخسوف ہست بدرنگ ‎ ‎ آں بد بہ نکوئے توچہ ماند

شب گرچہ کہ ہست سربسر تار ‎ ‎ آں تار بموئے توچہ ماند

روئے تو بہ از ہزار خورشید ‎ ‎ خورشید بروئے توچہ ماند

بوئے گل اگرچہ دوست دارم ‎ ‎ آں بوے ببوئے توچہ ماند

۲۴۱ ‎ ‎ ٧

اے گم شدہ یوسف حسنؔ تو
آں دوست بخوئے توچہ ماند

دوش از دم من باد صبا را کہ خبر کرد ‎ ‎ وز نالۂ من مرغ ہوا را کہ خبر کرد

سرگشتگی حال مرا تا نفس صبح ‎ ‎ شب محرم سر بود صبا را کہ خبر کرد

من بودم و کنجے و حریفے و سرودے ‎ ‎ غم را کہ نشاں داد بلا را کہ خبر کرد

یک صوت حزیں شب ہمہ شب مونس ما بود ‎ ‎ ایں نعرہ زن حیّ علیٰ را کہ خبر کرد

عقل آمد و گفتہ ز غم دوست مشو خوش ‎ ‎ زیں وقت خوش آں دشمن ما را کہ خبر کرد

گفتم کہ نیندیشم از اندوہ خود امشب ‎ ‎ اندیشۂ اندوہ فزا را کہ خبر کرد

در آتش و در آب نگندند حسنؔ را

ـــہ درجمیع نسخ بہ ہمیں طور است

۲۴۲	ای سینه وای دیده شمارا که خبر کرد	۵

سر زلفش اگر گشاده شود	کارها سربسر گشاده شود
زلفش از مشک مشک از خونست	خوں بخونِ جگر گشاده شود
روے من دید خنده کرد آرے	همه تنگی بزر گشاده شود
دل تنگم ز خنده اش بگشاد	دل به لعل و گهر گشاده شود

۲۴۳	در دولت گرفته باش حسن تو چه دانی مگر گشاده شود	۵

النثار اے دل که دلبر میرسد	ماهِ اندک سال من در میرسد
بخت من مے خواند روئے دوستیش	بخت بیں ناخوانده برسر میرسد
خود چه میگویم بنام ایزد چو گل	گرنکو رفت او نکوتر میرسد
چیست ساغر کلهٔ[1] بازار عیش	کلّه[2] رنگیں کن که ساغر میرسد

۲۴۴	اے حسن بے وقت توبه میکنی توبه بشکن وقت گل در میرسد	۵

درد او دود از دل من میکشد	مرغ جاں را از نشیمن میکشد
گفتهٔ چندیں دم از شوقم مکش	چوں کنم جاناں دل من میکشد
بنده کو بت ها من خود ساخته	رخت ایماں را بما من میکشد

[1] سقف خانه و هر چیز که بمنزلهٔ سقف باشد، خیمه وغیره [2] چهره

ہر کہ خورشید رخت دید اے صنم	رُو بسجدہ چوں برہمن میکشد

(۲۴۵)

چوں حسن را از تو امیدے نماند
پائے نومیدی بدامن میکشد

(۵)

گر ز زلفت بندے از ہم بگسلد	بند بند عاشق از ہم بگسلد
زلف دلبند تو یارب مگسلاد	زانکہ صد دل زیر ہر خم بگسلد
عقلہا بگسست از عشقت بلے	ہرچہ نامحکم ز محکم بگسلد
گر نہ پیوندئ تو با من ہفتہ	ہفت پیوند من از ہم بگسلد

(۲۴۶)

مر حسن را بر در خود جائے دہ
تا بیکبار از دو عالم بگسلد

(۷)

یار در انجمن نمی گنجد	نام او در دہن نمی گنجد
تا بخون من آستیں برزد	بندہ در پیرہن نمی گنجد
ہر کرا عشق او بمیرانید	او خود اندر کفن نمی گنجد
تا رخش را بگل صفت کردم	گل میان چمن نمی گنجد
دہنش را بغنچہ کردم وصف	غنچہ در خویشتن نمی گنجد
بلکہ ہیچ ست آں دہن زیراک	ہیچ در فہم من نمی گنجد

(۲۴۷)

حسن او بے حدست او صافش
در ضمیر حسن نمی گنجد

(۷)

هر که در شهره بلا خُسپد | به که از چوں تو تے جدا خُسپد
خال تو بر زنخ چه تکیه زند | طفل نزدیک چه چرا خُسپد
سرو پیشت قدم نیارد زد | گوئیا کش زباد پا خُسپد
دل زگیسوئے تو بر انگیزم | چند در سایۂ بلا خُسپد
عافیت را چگونه دارد چشم | انکه در کام اژدہا خُسپد
گیرم از بند زلف تو بجہم | چشم بدمست تو کجا خُسپد

۲۴۸

جز بخوابت حسن نه بیند لیک
کے گذارد غمم تو تا خُسپد

۷

باز فصلِ بہار می آید | همه اسباب کار می آید
بوستاں باز مشک می بندد | که صبا مشکبار می آید
مُرغ بانگ جرس کند آرے | کاروان بہار می آید
پائے گل از پیادگی در ماند | سرو بارے سوار می آید
شاخ گلبرگ کرد رخت تنی | شادی انکه یار می آید
یار با دور باش ناز خوشست | که چو شاہاں بیار می آید

۲۴۹

حسن از یاد دوست خوش کن عمر
عمر بے او چه کار می آید

۷

خوبی تو ترا وفا نباشد | در تیره دلت صفا نباشد

سلطان بتاں عہدی امروز — در عہد بتاں وفا نباشد
چشمت جگرم بدوخت آرے — ترک از ترکی جدا نباشد
طعنے زدهٔ گله چه آرم — گر تیر زنی خطا نباشد
کامے چو منے روانه کردی — ایں از چو توئی روا نباشد
عقلم شد و عشق ماند آرے — بیگانه چو آشنا نباشد

۲۵۰ — ناکس شمری همه کساں را / باشد که حسن علا نباشد — ۷

رو ے که تراست مه ندارد — نقصاں تو هیچ ره ندارد
ایں کوکبهٔ که هم تو داری — خورشید نداشت مه ندارد
فتنه که از او خرد زند چشم — جز چشم تو خوابگه ندارد
جاں در ولهٔ تو ماند جانا — والله که جز ایں وله ندارد
زلفت که هزار دل نگهداشت — هرگز یک جاں نگه ندارد
دل چاره گر محبت تست — بیچاره جز ایں گنه ندارد

۲۵۱ — درماند حسن پناه او شو / کو جز درِ تو پنه ندارد — ۷

عالم چو توے دگر ندارد — سروے ز تو تازه تر ندارد
خوباں تو کش و بتاں تو می بند — کیں حکم کسے دگر ندارد

دریائے ملاحت است رویت   خورشید براں گذر ندارد
چشم تو خراب کرد دو چشم   یامست بدو خبر ندارد
عاشق کہ در فتاد بیروں   بیروں ز در تو در ندارد
تا کے گوئی کہ رخت بردار   بیہودہ مگو کہ بر ندارد

۲۵۳   درمان دل حسن بہ فرمائے   تا درد تو در جگر ندارد   ۶

دل بہ بند زلف تو درمیرود   آتشے در بار عنبر میرود
تا تو چوں ماہے زچشم رفتۂ   ہر شبم از دیدہ اختر میرود
دل ہمہ زلف تو عنبر بوئے یافت   ہم بداں بوائے صنم در میرود
پائے صبر من فرد شد لاجرم   پا بہ پایہ عشق تو بر میرود
حسن پارینہ دو چنداں کردۂ   کار تو امسال بہتر میرود

۲۵۴   از نم چشم و تف سینہ حسن   ہر نفس در آب و آذر میرود   ۷

الوداع اے دل کہ دلبر میرود   روح بخش و روح پرور میرود
ماہ ساں منزل بمنزل مے کشد   خور صفت کشور بکشور میرود
در پیش و ہم سگ رو بستہ ام   او ز وہم من سبکتر میرود
گفتیم باب سخن بکشا برو   نے سخن در باب دیگر میرود

گرچو زر گویم سخن ہم سود نیست
دل شد و صبر ست پا اندر رکاب

چوں سخن امروز در زر میرود
رو کہ سلطاں رفت لشکر میرود

۲۵۴ | در حسن بینید کز حسن وفا
دل نہ و دنبال دلبر میرود | ۶

فصل نوروزست و نوبر میرسد
مرغ بے تاب است مالِ میوہ را
بید من لرزانست ہر ساعت چو بادؑ
پائے بندست ایں نے اندر روئے گل
ابر از قوس قزح دارد کماں

غنچۂ نوخیز من در میرسد
زانکہ از ہر شاخ بن بر میرسد
در صف گلزار صفدر میرسد
ابر خود بر آب دیگر میرسد
لاجرم تیرشس قوی تر میرسد

۲۵۵ | تاکہ مُلکِ غنچہ شد مِلکِ بہار
در خزانش بے عدد زر میرسد | ۷

وقت آں آمد کہ گل بیروں شود
باد بر خیزد بروئے سبزہ تند
کوہ از لالہ علم برپائے کرد
ابر چوں نوفل بگشت از عہد باغ
شاخ میداند کہ گل خواہد شدن
بادہ دہ زاں پیش کر دوریٔ ابر

گونہ گلزار دیگرگوں شود
سبزہ از راہِ چمن بیروں شود
ہم کنوں دہلیز گل بیروں شود
باغباں نشگفت گر مجنوں شود
خویشتن کج می نہد تا چوں شود
غنچہ را ناگہ درون خوں شود

۲۵۶

گر حسن را برکشی چوں ابرِ باز
کار او گرداں تراز گردوں شود

۵

هر کرا از یادِ تو مستی بود — نقل او ترکِ ہمہ ہستی بود
ہر کہ با تو راست شد از خود برست — راستت ایں راستی رستی بود
اشکِ من دریاست می غلطد بلے — آب را ہمت سوئے پستی بود
چشم تو بر حالِ من تر شد چہ شد — گریۂ مستاں ہم از مستی بود

۲۵۷

گر حسن افلاس می ورزد مرنج
مایۂ عاشق تہی دستی بود

۷

یار از صبرم جدائی میدہد — کار خوبے را روائی میدہد
زلف بر رُخ راست گوئی دیو را — با فرشتہ آشنائی میدہد
قد چوں نے شکرش را آسماں — رونق شیریں قبائی میدہد
شوقش از زرِ رخ و سیمِ سرشک — مفلساں را پادشائی میدہد
مردمِ چشمِ جہاں بین مرا — خط سبزش روشنائی میدہد
خط کشیدہ عاقبت بر حالِ من — دعویٰ آرد دل گواہی میدہد

۲۵۸

تا بدو پیوست بیچارہ حسن
از دل و دینش جدائی میدہد

۶

پیشتر آئے ماہ من پیشِ کہ ماہ دے رسد
دور مدارے زمن راحتِ من زمے رسد

زاں مے لالہ گوں کزو گُل شگفد بہر زماں
فصلِ بہار تازہ کن پیشِ کہ ماہ دے رسد

خوں مراچو خوے مریز اے گل نورسیدہ ہاں
خون قرا بہ خوردے تا زگل تو خوے رسد

غرۂ رویت اے صنم گرچہ بحُسن نشر شد
غرّہ مشو کہ ہم کنوں فرش زماں بطے رسد

خیزو زروئے یک دلی خوش دلیٔ بمار ساں
خود ز سپہر دہ دلے ناخوشیٔ زپے رسد

۸	چشم حسن سفید شد در رہِ انتظار تو بوکہ زچوں تو یوسفے بوئے وفا بوے رسد	۲۵۹

اے رخت رشکِ مہِ زیبائے عید
در ہلالِ تست جانا جائے عید

روئے تو عید و لبت حلوائے اوست
چاشنی شرطست از حلوائے عید

روئے تو شمع شب افروز برات
شمع تو صبح جہاں آرائے عید

از لب تو خلق را آشوب شہر
وز جمالت شہر را غوغائے عید

وصل تو عیدست و فردا وعدہ اش
من چو طفلاں شاد بر فردائے عید

شیر خرما خواہی اندر عید ہست
عید بالائے ہمہ شادی بود

اشک من شیر و لبت خرمائے عید
شادیٔ دیدار تو بالائے عید

(۲۶۰)
امشب از طالع حسن را ساز نیست
تا طلوع روز شادی زائے عید
(۵)

دل پیش کش ناکردہ جاں در پیش جاناں کے رسد
مرغ سلامت رو چو من پیش سلیماں کے رسد
او بے من و من بے کسم از بے کسانِ مفلسم
آنجا رسم نے کے رسم مفلس بسلطاں کے رسد
سینہ جگر را تاب زد بر چشم راہِ خواب زد
جاں خانہ چشمِ آب زد کاں یار مہماں کے رسد
خورشید گوئے آمدہ مہ تیر چوگانی شدہ
ابر آب در میداں زدہ تا او بمیداں کے رسد

(۲۶۱)
ہاں اے حسن رو دل بدہ وز ننگ و نام دل برہ
بر نامِ خوباں دل بنہ نامہ از ایشاں کے رسد
(۷)

مراز غائب من یک خبر کہ می آرد
چو مہ نشانہ شد اندر سفر مسلماناں
حدیث یوسف و یعقوب مختصر کردم

دو دیدہ در قدمِ اوست ہر کہ می آرد
نشانے از مہ من در سفر کہ می آرد
ز غایبے برفیقے خبر کہ می آرد

شب سیاہ بپوشید راہ بر قاصد
بجز صبا کہ درو بوے آشنائی ہست
کبوترے ز دل آرام میرسد اینک
پیام صبح بمرغ سحر کہ می آرد
نسیم یار بیاران دگر کہ می آرد
ولیک نامہ ندانم ببر کہ می آرد

۲۶۲

حسن کہ بے خبرست از فراق می گوید
مراز غائبِ من یک خبر کہ می آرد

۷

غمت بہ قصدِ من ناتواں چہ می آید
ہم از تو شکر تواں گفت انچہ می آید
کشید خواہم ہر سرکشی کہ خواہی کرد
زمیں نترسد کز آسماں چہ می آید
گہے کہ بر دل من میکشد کماں حشمت
بداں کہ بر دلِ من آں زماں چہ می آید
مگر کہ در قدمت خواہد اوفتاد اشکم
وگرنہ از سر و دیدہ رواں چہ می آید
ہزار نافۂ مشک است گرد گرد میانت
بگو نصیبۂ من زاں میاں چہ می آید
سبک شدم ہمہ از عشق روئے برگونی
کہ بر تو ہر سخنِ من گراں چہ می آید

۲۶۳

قبول کن سخنانِ حسن کہ مقبول است
نہ آنچناں کہ تو خواہی چناں چہ می آید

۷

نسیم از سرِ زلفِ تو تا نمی جنبد
رگِ حیات در اعضائے ما نمی جنبد
بخندی از دمِ سردم دریں شگفتہ نیست
کہ گل نمی شگفد تا صبا نمی جنبد
ہزار وعدہ کشادہ ز زلف پیچانت
ہنوز سلسلہ اش از وفا نمی جنبد
باشنائیت افتادہ ام دریں غرقاب
تو دست دہ کہ مراد ست و پا نمی جنبد

ے دے چو سنگ تو داری ولیک حیرانم -

حکیم چند نصیحت کنی دل ما را
سوار کن کلهم را نظاره کن که چه فرس

مکن کز آب تو ایں آسیا نمی جنبد
همه دواند و بندِ قبا نمی جنبد

(۲۶۴)

زہے حسن که اگر تیغ بر سرش رانند
چو کوه وقت تحمل ز جا نمی جنبد

(۷)

ہرگز خبرے یابم کاں گم شده باز آمد
در معرکہ ہر زم امید که گوید کس
بنواخت مرا روزے چوں نامے چرا نالم
اے مه سفر اوّل در موسم گل رفتی
یک نامه فرستادم شوق دو زخت در روے
در آرزوئے زلفت خطے دو سه افزوں شد

از آمدنش غم رفت آں رفته فراز آمد
آں غازی قلب اشکن بر مرکب ناز آمد
در بندگی آں لب کو بنده نواز آمد
باز آئے کنوں آخر آں قابله باز آمد
مضمونش همه عجز ست عنوانش نیاز آمد
تا عیب نغربائی گر نامه دراز آمد

(۲۶۵)

خورشید رخش تا شد از چشم حسن غائب
زاں سوز چو شمع اشکم ہر شب بگداز آمد

(۶)

حال من یار نکو روئے نکو می داند
تو مپندار که دلبر ز دلت آگه نیست
اہلِ دل صورت معشوق به برقے بینند
مصلحت نیست که پندم دہی اے خواجه حکیم
قیمت آبحیات دہنش از ما پرس

دل از و تا چه بلا دید ہم او می داند
ہر که چوگاں بزند حالت گو می داند
پیر پیراہن فرزند بو می داند
ہر کسے مصلحت خویش نکو می داند
تشنه بادیه قدر لب جو می داند

۲۶۶

دردِ دل پیش دل آرام چه گوئی چندیں
اے حسن خواه بگو خواه مگو می داند

۷

عشاق بے دلت راستی بجاں نباشد
چه از اِرم رسیدی یا از ریاضِ رضواں
طوبے ست قامتِ تو کوثر لب تو نے نے
گفتم لبے بمن ده دنداں نمود آرے
دادی امانت عشق از جاں قبول کردم
گفتی ز من جدا شو یا سر بنه بریں در

با تو بجاں چه حاجت گر در میاں نباشد
بوئے که از تو آید در گلستاں نباشد
کوثر سخن نگوید طوبے رواں نباشد
حلوائے خوب رویاں بے استخواں نباشد
بارے که از تو آید هرگز گراں نباشد
اے من سر تو گردم ایں باشد آں نباشد

۲۶۷

درعشق تو حسن را اندیشه نیست از جاں
پروانه را در آتش پروائے جاں نباشد

۷

اے شده باز از بر ما هم بر ما باز گرد
عزم ره کردی و دلهائے عزیزاں همرهت
تا رواں گشتی رواں گشت از دو چشمم چشمه‌ها
میروی سرکش چو ابر از چشم چوں دریائے من
چند چوں مه از همه دیوانگاں پنهاں روی
رفتی و از طنز گفتی کاے ازان دیگراں

گرچه در خوں پا فشردی هم بدیں پا باز گرد
میر خوباں همچناں با قلب یکجا باز گرد
گر به پرسش نائی از بهر تماشا باز گرد
اے ز قطره پاک تر آخر بدریا باز گرد
همچو خورشید درخشاں آشکارا باز گرد
من از ینها نیستم والله از اینها باز گرد

گرچه نفرستی سلامے مر حسن را هیچ وقت

(۲۶۸) هم سلامت در پناہ شاہ والا باز گرد (۷)

ای سحر آں نفس سحر نمائے تو چہ شد ‏ — ‏ صبح از راہ غلط کرد صفائے تو چہ شد

شب بریں کوکبہ کامد ہمہ آفاق گرفت ‏ — ‏ آنچناں خنجر آفاق کشائے تو چہ شد

پردۂ عیش مرا دست سحر گہ بنواخت ‏ — ‏ آخر اے مرغ سحر خیز نوائے تو چہ شد

اگر آواز دہل پست شد از کوفتگی ‏ — ‏ اے خروس ایں ہمہ آواز چو نائے تو چہ شد

دست چرخ ار بشکستند کہ سیارہ بخفت ‏ — ‏ آفتابے تو چہ می پائے و پائے تو چہ شد

سم از تیرہ شب خویش علی اللہ زناں ‏ — ‏ اے مؤذن تو کجا حی علائے تو چہ شد

(۲۶۹) گبرم امشب ہمہ درہائے فلک بر بستند
حسن آں جنبش مفتاح دعائے تو چہ شد (۷)

دوش بکویت گذرے اوفتاد ‏ — ‏ بے خطراں را خطرے اوفتاد

باز ہوائے تو ام از جائے برد ‏ — ‏ ناگہم آنجا گذرے اوفتاد

راہ قیامت سفر کوئے تست ‏ — ‏ وہ کہ قیامت سفرے اوفتاد

چشم تو ترکانہ در آمد بصید ‏ — ‏ دل نہ کہ جاں را ضررے اوفتاد

گرچہ کماں سوئے دلم داشتہ است ‏ — ‏ تیر ازاں سوے ترے[ل] اوفتاد

مست بدو خواب کناں لاجرم ‏ — ‏ زخم دگر بر دگرے اوفتاد

(۲۷۰) چشم نے زد حسن از چشم زخم
ہم ز قضا ایں قدرے افتاد (۶)

ل بہ فتح دال و یائے مجہول دیوار لبیا بلند و سدّے کہ پیش چیزے بشند۔ برہان

چشمم کہ سوئے عاشق گذریت حی نیفتد   بفتادگیٔ یاراں نظریت می نیفتد
منم اندرہ انتظارت کہ رہے بتو بیابم   چہ فتاد تا ازیں سوگذریت می نیفتد
زغمم کہ حد ندارد مہ من تراچہ روشن   چو دریں حدود ہرگز سفریت می نیفتد
قد تو چو نخل خرما ز تو دست خلق کوتہ   چکنم بریت چندیں چو بریت می نیفتد
زغم تو ہفت عضوم پر از آتشت بنگر   کہ ز ہفت دوزخ من شرریت می نیفتد

(۲۷۱)

حسن است مرغ دامت مکنش بہجر بسمل
کہ نکوتریت از وے دگریت می نیفتد

(۷)

باز از خط تو جحت خوبی تمام شد   باز آں بلاکہ خاصۂ ما بود عام شد
تخمے کہ بر امید تو کشتیم خاک خورد   دیگے کہ در ہوائے تو پختیم خام شد
عقلم کہ زیں بر ابلق ایام می نہاد   آخر بتازیانہ عشق تو رام شد
اے خواجہ در محلت تقوی قرار گیر   در کوئے عاشقی نتواں نیک نام شد
انکو نگفت مذہب عشق ترا حلال   خونش حلال و عمر عزیزش حرام شد
شاہے[عہ] بتخت غزنی و صد شاہ بندہ داشت   عشقش چناں گرفت و غلام غلام شد

(۲۷۲)

در عاشقی بمیر حسن تا شوی تمام
نشنیدۂ ہر آنکہ بمیرد تمام شد

(۷)

خطے کز روئے یارِ من برآمد   امید روزگارِ من برآمد
ز ابر دیدہ چنداں ریختم آب   کہ سبزہ از بہارِ من برآمد

عہ محمود غزنوی کہ ہزاراں غلام داشت

نگارم نقش ایوانِ بہشت است — دگر نقشِ از نگارِ من برآمد
مرا با خط خوبش بود کارے — بحمد اللہ کہ کارِ من برآمد
اگر خارےؔ بپائے وقت من رفت — ز دست دوست خارِ من برآمد
ہزار امید بود ستؔ از درِ او — بہمت ہر ہزارِ من برآمد

۲۷۳

حسن گوید کہ مقصودِ دو عالم
بیک دیدار یارِ من برآمد

۷

ہم یار بدست آمد ہم کار فراہم شد — المنۃ للہ کہ ایں ہم شد و آں ہم شد
سلطان جمالش را از خط و رُخ رنگیں — ہم زنگ بجنگ آمد ہم رُوم مسلم شد
بکشاد لب شیریں شہرے بنشاط آمد — بنمود رخ زیبا خلقے خوش و خرم شد
یکچند مہ از رویش میزد بہوس لافے — چوں چند شبے بگذشت آں لافِ زدن کم شد
اے شانہ سر موئے مگسل ز سرِ زلفش — کز زخم زبان تو بسیار فراہم شد
احسنت زہے طالع زلف و رخ خوبش را — کیں قاتل دلہا گشت واں قبلۂ عالم شد

۲۷۴

ہر دل و دیں و فتنے مے بود حسن غمگیں
دل داد بدلبنداں زاں ہر ہمہ بے غم شد

۵

بخدمت تو چو یارے سلام ما کہ رساند — سلام مرغ بگلزار جز صبا کہ رساند
ز دست گیری زلفت پیام وصل بیابم — و لیکن اں سر رشتہ بدست ما کہ رساند
اگر بمن برساند زمانہ اں رخ خوبت — بر ہمت مرا را بنا سزا کہ رساند

ــه اگر خارے بپایم رفت بارے ۔

ترا ز غیب رسیدست پادشاہی خوباں	حدیث بندۂ مقبل بہ پادشا کہ رساند

۲۷۵

حدیث مفلسئ من کہ نیست حد و قیاسش
بجملہ شہر رسیدست شاہ را کہ رساند

۵

ساقی مے گلگوں بدہ بوئے بہارم میرسد
یک دو قدح بر کار کن خاصہ کہ یارم میرسد
اے ابر روئے گل بشو وے گل دلِ بلبل بجو
بلبل تو صوتے نو بگو کاں نو بہارم میرسد
من سوئے قدِ او شوم باقدِ او چوگاں شوم
چوں کوئے سر غلطاں شوم کاں شہسوارم میرسد
زیں پیش غم را دمبدم ہر جانِ من بودے ستم
اکنوں ازاں غمہا چہ غم چوں غمگسارم میرسد

۲۷۶

گفتی حسن چونی تو ہاں گفتا خوشم باآں وہاں
کانچہ از در شاہ جہاں امیدوارم میرسد

۹

خوباں شبِ دوشینہ کمیں ساختہ بودند	مارا بکمند ہوس انداختہ بودند
نقد دل ماپاک ببردند اگرچہ	از ابروے خود بازی کرتاختہ بودند
طالع شدہ بر تخت گہ حسن چو شاہاں	چتر سیہ از طرہ برافراختہ بودند
گہ عارض شاں غارت جاں کردگہے زلف	بل زوم و حبش ہردو بہم تاختہ بودند

عشاق ہم از روز ازل عشق گزیدند
آں کار براں طائفہ پرداختہ بودند

تا آخر شب فاختہ میگفت کہ کوکو
یاراں ہمہ شب ہمدم آں فاختہ بودند

بشناخت پدر یوسف خود را بہ نسیمے
اخواں بنظر دیدہ و نشناختہ بودند

اے محتسب ایں چنگ چہ می سوزی و بربط
آخر نہ کہ با سوختہ ہا ساختہ بودند

۲۷۷	تا صبح حسن دم نزد از ناز بتاں دوش از غمزہ ہمہ تیغ بلا آختہ بودند	۵

برفتی و کہ می گوید کہ رفتہ باز مے آید
مرا بارے بہ گوش دل ہمیں آواز مے آید

بیا اے چشم من جایت کہ روزم در غمت شب شد
شب آخر ہر کہ می باشد بخانہ باز مے آید

مرا از عشق تو مے خیزد ایں گریہ کہ مے بینی
کہ ننشاند جوش طوفاں را کہ در آغاز مے آید

سحر گاہاں گل اندر باغ مے خندید ہی گفتم
ازیں جانب نسیم دلبر دمساز مے آید

۲۷۸	شب اندر خواب و ہم بر حکم عادت دیدمش گویا خراماں چشم خواب آلود مست ناز مے آید	۷

گفتم مگر کہ کار بساماں شود نشد
یار از جفائے خویش پشیماں شود نشد

گفتم گر زمانہ عنایت کند بکرد
بخت ستیزہ کار بفرماں شود نشد

از بہر دوست آب زدم خانۂ دو چشم
شبہا بریں خیال کہ مہماں شود نشد

گریے کہ خیزد از رہِ تو نور دیدہ ہاست
ایں دیدہ خاک گشت مگر آں شود نشد

کردم بگریہا گہر افشاں امیدم آنکہ
لعلش بخندہ شکر افشاں شود نشد

ابرے بلند خاست پس از روزگارہا | خلقے در انتظار کہ باراں شود نشد

(۲۷۹) عمرے حسن ملازم اصحاب درد بود
بسیار خواست تا کہ از ایشاں شود نشد (۷)

وعدۂ کرد نگارم بوفا ہم برسد | عشق گر درد رساند دوا ہم برسد
گر بلائے رسد از فرقت او باکے نیست | از وصالش سبب دفع بلا ہم برسد
طوطیاں از شکرش کام و دہن خوش کردند | بلبلاں را ز گلش برگ و نوا ہم برسد
طرۂ یار چو گل نافۂ مشک ارزاں کرد | باش تا قافلۂ باد صبا ہم برسد
تحفۂ ہر دو جہاں بر در او می آرند | از من خستہ سلامی و دعا ہم برسد
ز آفتاب رخ او جملہ جہاں نور گرفت | نور او را کمئے نیست بما ہم برسد

(۲۸۰) بوئے زلف خوش او رحمت عامست حسن
ہمہ کس را چو رسیدست ترا ہم برسد (۵)

صبا جنبید وقت آمد کہ بلبل از چمن پرسد | بنفشہ یاسمن نشنید سمن از یاسمن پرسد
بہارست و ہوائے خوش خوشا وقت کساں کاکنوں | یکے جوئے رواں جوید یکے راہ چمن پرسد
در آمد فصل نوروز و من اندر کار خود حیراں | نہ گل از من ورق خواہد نہ مرغ از من چمن پرسد
دریں دوران بوقلموں عجب نقشے فتادست ایں | نہ من اسرار خود گویم نہ کس زاحوال من پرسد

(۲۸۱) نہ یائے آنچناں محرم کہ از کوئے یار ہیچ آید
نہ دلدارے چناں مشفق کہ از حال حسن پرسد (۶)

زہے روئے تر و تازہ گلستاں اینچنیں باید — بخندہ می فشانی گل گل افشاں اینچنیں باید
خیالت میہماں آمد دلم پیش آمد و بردش — اگر دل برد جاں بخشید مہماں اینچنیں باید
بیک جرعہ ز جامِ لب دو عالم زندہ کن وانگہ — خضر را گوئے اینک آبِ حیواں اینچنیں باید
بردی گوی حسن از زلف چوں چوگاں بنام ایزد — زبہرِ شہسوارے چوں تو چوگاں اینچنیں باید
خطِ خوب تو فرمانیست بہر ضبط دلہا را — خرد کاں دید سر بنہاد فرماں اینچنیں باید
دل من عالمے خوش داشت عشق تو چو سلطاناں — ہمہ عالم بدست آورد سلطاں اینچنیں باید

(۲۸۲) حسن را روئے خوب تو سخن گو میکند الحق — برائے آنچناں بلبل گلستاں اینچنیں باید (۷)

زہے سرو شکر گفتار اینچنیں باید — دلم بردی بیک رفتار رفتار اینچنیں باید
دل ار بردی تو باکے نیست دلبر[۱] اینچنیں خواہم — ولے لختے نگہ میدار دلدار اینچنیں باید
مرا آزادی دارد غمِ تو از ہمہ غمہا — غمت دیرینہ غمخوارست غمخوار اینچنیں باید
مجرد کردی از عیشم مرا عیش اینچنیں سازد — مبرا کردی از یاراں مرا یار اینچنیں باید
سمن ساقی و سوسن بوئے و لالہ روئے و نسرین بر — تعالی اللہ گر انصافست گلزار اینچنیں باید
ملائک دوش بر رخسار خوبت آیۃ الکرسی — ہمے خواندند و میگفتند رخسار اینچنیں باید

(۲۸۳) اگرچہ بادہ نایابست لیکن جملہ مشتاقاں — ز گفتارِ حسن مستند گفتار اینچنیں باید (۷)

اگر آرام جانِ ما شبے با ما بیار آمد — دل سودائی ما را ہمہ صفرا[۲] بیار آمد

۱ دل را ۲ و مے

مرا چشمیست چوں دریا و رخت دل بموج اندر	بر آید رخت من سالم اگر دریا بیار اماد
قرار عاشق شوریدہ با معشوق بس باشد	غرامتہاست بر وامق کہ بے عذرا بیار اماد
پری رو یا بدست نازنین یکرہ زلف در جنبال	مگر زاں سلسلہ لختے دل شیدا بیار اماد
نیار امد دل اندر تن اگر تو بگذری از من	محالست ایں کہ مرغ اندر قفس تنہا بیار اماد
بتانِ عہد غوغائے در افگندند در عالم	تو سلطاں و رُخ بنمائے تا غوغا بیار اماد

۲۸۴	حسن را زاں لب شیریں شرف کن بذشنامے مگر ایں صوفیٔ طامع بداں حلوا بیار امد	۷

چہ رو یست انکہ وصف او بوہم ما نمے گنجد
کمال حُسن او در حد عقل ما نمے گنجد
موافق نیست شیدا را مہ نو لیک از ابروش
بجز عشق مہ نو در دل شیدا نمے گنجد
دلم بسیار میخواہد کہ در زلفینش[۱] جا سازد
دریں خوف و رجا موئے شدست اما نمے گنجد
بگفتم جان و دین و دل بخدمت آورم گفتا
چہ آری چوں کس از نامحرماں اینجا نمے گنجد
اسامیٔ سگانِ کوئے او در یک ورق دیدم
دریں دیباچۂ دولت حدیثِ ما نمے گنجد
ہمیشہ خیمۂ آہم بصحرا اے فلک بودے

۱؎ در زلف تو

کنوں انبوہ شد لشکر درآں صحرا نمی گنجد

۲۸۵	حسن را گفتی ازبرائے سر خود بده درّے بدستت چوں دہم درّے کہ در دریا نمی گنجد	ے

مرا بدیدن رویت ہمہ امید[1] برآید بیار سرو بلندت نہال جاں ببرآید

سوادِ جیں بخشایم ہمہ جنبش بکف آرم گرم علاقۂ زلفت نشانہ ظفر آید

فغان خلق زشادی بہ آسماں رسد اے جاں چو از وصول رکاب مبارکت خبر آید

چہ خوش بود کہ مسافر بود رسیدہ بمنزل شکاری چو تو ناگہ درون خیمہ در آید

ازاں لب چو نبات خودم نصیب کن یکبار اگر نبات شداں لب دوبارہ خوبتر آید

کسے کہ روئے تو بیند پس از نظارہ رویت خسے بود اگر اورا دو کون در نظر آید

۲۸۶	بوقت فال حسن را قدِ تو در نظر آمد بنرد کہ کار دو عالم بر آستینش برآید	ے

ہجوم عشق بدیں جان مبتلا چکند بلاست ایں دل مسکیں دریں بلا چکند

قرار مے نکند با من ایں دلم نفسے دلے کہ عاشق دلدار شد مرا چکند

چناں خجستہ و آسودہ روزگار مرا نگر کہ عشق چہ کرد و ہنوز تا چکند

وفا ہمے طلبیدم زیار عقلم گفت زہے مکابرہ در بے وفا وفا چکند

گدائی خرد از نزد عشق کردم دور ندیم تلخ سخن پیش پادشا چکند

کفایت تو نکرد اندریں میاں کارے کنوں صبور ہمے باش تا خدا چکند

[1] مراد

۲۸۷	حسن دعاے تو گر مستجاب نیست مرنج زبان تو دگر و دل دگر دعا چکند	۷

تسبے کہ نیم مرادے بچنگ می آید
دگر ز ہجر و صلش ہمے شوم مائل
اگرچہ حقہ پر گوہر ست تبریں را
مگر بچشمہ حیواں کنیم جامہ سپید
قلم بصحبت مادر کش اے بزرگی جو
بزرق چند دعائے بلند خواہی کرد

خیال غمزہ خوباں بجنگ می آید
نخست کام بکام نہنگ می آید
ولے نصیبہ فرہاد سنگ می آید
کہ آب دیدہ ما سرخ رنگ می آید
اگر ز نام گدایانت ننگ می آید
بدار کیں طرف آواز چنگ می آید

۲۸۸	حسن تو مایدہ معرفت فراخ بخش اگرچہ صاحب افکار تنگ می آید	۵

سنبل چو سر زلفت پر تاب نمی آید
بسیار طلب کردم اندر ہمہ مسجد ہا
ایں یک دو سہ شب تا تو بربام نمی آئی
گفتی کہ بخواب اندر یک شب شوم مہماں

سبزہ چو خط سبزت سیراب نمی آید
شیریں ترا ز ابرویت محراب نمی آید
از روزن درویشاں مہتاب نمی آید
ہرگز تو کجا آئی چوں خواب نمی آید

۲۸۹	قصاب طلب کردم تا خون حسن ریزد از ننگ چنیں خونی قصاب نمی آید	۷

ك بلائے غمزہ خوباں   ك قلم بنسبت مادر کش اے بزرگ جبین

مہ درصفتِ حسن ز تو بیش نباشد — سرو از قدِ تو یک قدمے پیش نباشد
چشم ہمہ پیوستہ بر ابروئے تو بینم — ناز مہ تو یک شبکے بیش نباشد
اے گنج نہاں خانۂ ہر کنج نشینے — آں کس کہ ترا دارد درویش نباشد
از زخم تو ریشست سراسر دل درویش — درویش نگیرند کہ دل ریش نباشد
ہر تیر ز کیش تو مرا راحت جانست — قرباں شود آنکس کہ بدیں کیش نباشد
گفتی کہ چرا می بری از خویش و ز پیوند — آنرا کہ سرِ تست سر خویش نباشد

(۲۹۰)
طعنہ چہ زنی حال پریشان حسن را
درعشق کسے عافیت اندیش نباشد
(۵)

باز نوائے بلبلاں عشق تو یاد می دہد — ہر کہ بعشق نیست[۱] خوش عمر بباد می دہد
دی بدعاے من ترا پردہ ز رخ کشادہ شد — من کہیم و دعاے من بخت کشاد می دہد
ہر چہ بغمزہ میکشی زندہ کنی ہمے بلب — چشم تو جور میکند لعل تو داد می دہد
باغ ہمے روم کہ تا یک نفسے بروئے گل — نالہ فرامشم شود فاختہ یاد می دہد

(۲۹۱)
باہمہ نامرادیت صبر خوشست اے حسن
زانکہ نہال صابری میوہ مراد می دہد
(۷)

چوں رخ خوب تو آفتاب نباشد — چوں لبِ توشیریں تو شراب نباشد
چوں بگلستاں روی تو روے کشادہ — غنچہ کہ باشد کہ در نقاب نباشد
دیدہ آنرا کہ دید شام دو زلفت — تا سحر ازُست خیز خواب نباشد

[۱] زندہ نیست

بپوش تو از پس نوائے عشرت و شادی	نالهٔ مظلوم را جواب نباشد
لازم کوئے توایم روئے چه پوشی	ساکن فردوس را عذاب نباشد
یاد بتاں چوں کنیم مهر تو بر لب	روزهٔ آلوده را ثواب نباشد

۲۹۲

چوں حسنے را بشکل شعبده گشتن
گرچه توانی ولے صواب نباشد

۵

باز نسیم سوسنم بوئے تو یاد می دہد	جلوهٔ سوری و سمن روئے تو یاد می دہد
طعن ضلالت قدیم ار نکنند بنده را	پیرہن لطیف گل بوئے تو یاد می دہد
بر سر منبر ار کسے ذکر بہشت میکند	گم شدگانِ عشق را کوئے تو یاد می دہد
با شب تیره بس خوشم گرچه دراز میکشد	زانکه بهر صفت مرا موئے تو یاد می دہد

۲۹۳

باز ز سر ہمی کنی قصد حسن گرچه تو
از سر آں گذشتهٔ خوئے تو یاد می دہد

۶

سرو من اگر طره ز شمشاد نه بندد	گیتی کمر فتنه و بیداد نه بندد
فریاد کنم روزے ازاں لعل گهر بار	گر دست اجل حقهٔ فریاد نه بندد
دی گفت میاں بیش بجون تو نه بندم	امروز چناں ست که جلاد نه بندد
سوداش نظر بر دل انبوه ندارد	چوں چغد که دل در دهِ آباد نه بندد
خوں از رگ هر دیده چو دجله بکشاید	گر پرده براں روئے چو بغداد نه بندد
دانم که نه بندد در لطفے که کشادست	خود در شکست این که چو بکشاد نه بندد

۲۹۴

چشمش بحسن گفت که خواب تو که بشکست
خوابش بجز آں جادوئے استاد نہ بندد

۷

باز آں گل تر از چمن کیست کہ داند
ویں شمع دل از انجمن کیست کہ داند

خاتون سراپردۂ غنچہ است گل آرے
او گلرخ و غنچہ دہن کیست کہ داند

طوبی ہمہ دانند کہ از باغ بہشت ست
آں سرو ظریف از چمن کیست کہ داند

خال سیہش عہد بسے طائفہ بشکست
آں غالیۂ تو بہ شکن کیست کہ داند

باد آمد و جاں تازہ شد و دیدہ بصر یافت
ایں بوئے خوش از پیرہن کیست کہ داند

طرز سخن بندہ نکو داند و از ناز
پرسد ز رقیب ایں سخن کیست کہ داند

۲۹۵

گفتم کہ نخواہی غزلے از حسن خود
خندید و بگفت ایں حسن کیست کہ داند

۷

دل ببردی دگر چہ خواہد شد
راضیم من بہر چہ خواہد شد

مردم چشم عالمی یک دم
جانب من نگر چہ خواہد شد

یک نظر سوئے ما گمار و ببیں
تا ازاں یک نظر چہ خواہد شد

خلقے از بادہ خواست شد بیاب
تا لبت ہست بر چہ خواہد شد

جگرم خوں شد از کرشمۂ تو
وہ کہ خون جگر چہ خواہد شد

دل بشد جاں گر بخت دیں گم شد
شد نی شد دگر چہ خواہد شد

صبر سرگشتہ یار برگشتہ

٢٩٦ — اے حسن زیں بتر چه خواهد شد — ۷

دل را نسیم زلف تو بیهوشی آورد — جاں را شمائل تو بمدهوشی آورد
یاد تو اے نگار چو معجون حکمت است — کز هرچه خوانده ایم فراموشی آورد
والله که من بتو به خوشم لیک چوں کنم — میگوں لبت مرا بقدح نوشی آورد
مه را کمال حسن چه باید که ناگهاں — افسانه رخت به سیه پوشی آورد
شوق تو شحنه ایست که سلطان عقل را — موئے جبیں گرفته بچاوشی آورد
گفتی چرا سخن نکنی چوں بمن رسی — حیرانی جمال تو خاموشی آورد

٢٩٧ — بیهوش شد دل حسن از بادهٔ لبت / باده هماں خوش است که بیهوشی آورد — ۷

بے هوائے تو روح دم نزند — دل برون درت قدم نزند
هر دبیرے که خط خوب تو دید — تا ابد دست در قلم نزند
جز نگارندهٔ صورتت کم — هیچ نقاش ایں رقم نزند
سپر صبر من لبست مرا — چشمت از ناوک ستم نزند
بر سر بام گر بر آئی تو — هیچ حاجی در حرم نزند
بوجود تو هر که زنده بود — خیمه در منزل عدم نزند

٢٩٨ — حسن افسون خویش می دمدت / گر رضائے تو نیست دم نزند — ۷

مہر و مہ از تو فال مے گیرند	نسخہ زاں خط و خال مے گیرند
صفت حسن را سخن سازاں	ہر یک از تو مثال مے گیرند
در رہِ فتنہ و طریق فریب	جیم زلف تو دال مے گیرند
مفتیان شریعت عشقت	تو بہ گردن ضلال مے گیرند
عصمت از حال عاشقاں مطلب	عشق و عصمت محال مے گیرند
شاخ و برگ و محبت و محنت	ہر دو از یک نہال مے گیرند

۲۹۹	حسن از آبروئے رفت چہ شد خونِ صوفی حلال مے گیرند	۷

گہے کاں روئے گلگوں را بنفشہ ہمنشیں باشد
خطر در ملک جاں افتد خلل در کارِ دیں باشد

سرِ من برزمیں باشد ہمیشہ پیش مہرویاں
مگر آں روز معذورم کہ در زیرِ زمیں باشد

اگر در بند دلبندے بماند آرزو مندے
بگو جرم از مگس گیریم یا از انگبیں باشد

بباغ خود طلب اے باغباں امروز سہ و ما
اگر خواہی کہ در باغ تو سرو راستیں باشد

پری رویا شبے با بندہ بنشینی چہ میگویم
پری با دیو با سلطاں گدا کے ہمنشیں باشد

اگر پیراہنِ جاں را فتد صد چاک در دامن
ہنوز از شکر انعامِ علم بر آستیں باشد

۳۰۰
حسن از جاں چہ اندیشی اگر دلخواہ جاں خواہد
بخوبی جاں برافشاں عشقِ خوباں اینچنیں باشد
۹

چو مہرویاں بمعنی آفتاب اند
چرا بر ذرۂ مسکیں نتابند
نسیمِ عشقِ شاں آفاق بگرفت
اگرچہ خود چو غنچہ در نقاب اند
ہمہ تن روح صرف اند از لطافت
اگر از کارگاہ خاک و آب اند
بیا بند از پسِ عمر ار بیابند
ہمہ چوں عمر در رفتن شتاب اند
بیا خوش لے بہشتِ ایں جہانی
کہ بے تو عاشقاں اندر عذاب اند
بر آمد از افق گلدستۂ صبح
ہنوز آں نرگساں در عین خواب اند
یکے زاں لعلِ نوشیں مہر بجنبائے
کہ اہلِ شہرستانِ خراب اند
ندانم حالِ رنداں چیست زاں مے
کہ بارے صوفیاں مست و خراب اند

۳۰۱
تو خوش گفتی حسن بر تو چہ واجب
اگر بے راحتاں[۱] راحت نیابند
۷

شخص تو از لطافت غیبی سرشتہ اند
سروے چو تو بعرصۂ عالم نکشتہ اند
عنابہائے تو گہ دشنام گاہ بوس
شیریں و ہم ترش ہمہ درہم بکشتہ اند
خطِ تو بر لبِ تو فسونیست پر شکر
تا ذکر تہد "فیہ شفاء" نوشتہ اند

۱۔ بے لذتاں لذت نیابند

زلفیں گرد عارض خوبت برآمدہ
خورشید آں صباح حقیقت تو بودہ
تا قصۂ من و تو در آفاق نشر شد

گوئی کہ ہر دو دیو رقیب فرشتہ اند
چل صبح کاندر و گل آدم سرشتہ اند
یاراں حدیث لیلی و مجنوں بہشتہ اند

۳۰۲

دُرِ سخن بصرفہ نزے صرفؔ کن حسنؔ
کیں رشتہ از قوافی باریک رشتہ اند

۵

شبِ گذشتہ دل من سوے نماز کشید
صبا ز زلف بتاں یاد داد اے ساقی
نزد مبارز غمزہ جز کہ بر دل محمودؔ
بہ نیم بوسہ کرم کردۂ من لیکن

چو عشق دست برآور و پائے ناز کشید
بیا کہ توبۂ دوشین ما دراز کشید
ہراں خدنگ کہ از ترکش ایازؔ کشید
سخن بوعدہ شد و وعدہ ہم دراز کشید

۳۰۳

سزد کہ قبلہ ز رویت کند حسنؔ کامروز
ز قامت تو دلش جانب نماز کشید

۷

دلم تسلیم دلبر شد بہر حکمے کہ او خواہد
سرِ آں ترک چوگاں باز خود گردم کہ پیوستہ
چو در منظر شود پیدا مہ از روے روشنی گیرد
اگر آں روے گلگوں و لبِ میگوں شود حاصل
کنم ایں جان افسردہ فداے غمزۂ شوخش
مرا تا جاں بود در تن بقائے جان او خواہم

نیندیشد ز نام بدہماں روئے نکو خواہد
قدم را چوں سر چوگان زلف خود دو تو خواہد
چو در بستاں زند خیمہ گل از روے رنگ و بو خواہد
چہ بے حاصل کسے کو ہشت باغ و چار جو خواہد
وے ہر لحظہ چشم جاں ستانش جان نو خواہد
کہ او خواہد ہلاک من من آں خواہم کہ او خواہد

لہ خرج

۳۰۴

مرا گفتی غزلہاے حسن پیشش بگو وقتے
برم گو از ہمہ عالم گر او ایں گفتگو خواہد

۷

اگر از روے گلرنگت صبا پردہ براندازد
صبوری رخت بربندد خرد خانہ بپردازد

بہ پیش روے خندانت نشاید شمع برکردن
تو در خندہ شکر ریزی و او از شرم بگدازد

اسیرم بند زلفت را بہر تارے کہ آویزی
شکارم ترک مستت را بہر تیرے کہ اندازد

کساں در طعن و طنز ما و ما را با تو پیوندے
عجب در گفت و گوئے خویش و مجنوں عشق می بازد

شنیدم ہر چہ سوزد آں بسازد بوالعجب کارے
دلم چندیں ہمے سوزد چرا با ما نمے سازد

نگارا رحم کن آخر کہ سلطاں بندۂ خود را
اگر عمرے بیازارد ہمش یک روز بنوازد

۳۰۵

حسن ہر چند مفلس شد زیادت گنجہا دارد
در ادبارش چہ می بینی اقبال تو می نازد

۷

خطے کز مشک بر مرجاں نوشتند
محبت نامۂ بر جاں نوشتند

مرا خود ورد جاں شد چند حرفے
کہ برگرد لب جاناں نوشتند

کراما الکاتبیں ایں حرف دیدند
حساب خود بہشتند آں نوشتند

چہ خوش عیدیست ابروش از شب قدر
ہلالے بر سر تاباں نوشتند

ازاں خط کشتہ گشتم اے دریغا
مگر بر خوان من فرماں نوشتند

نگر آں ترک من وجہے نمودانک
برات کفر بر ایماں نوشتند

بتاں را درازل بودست عزمی

٧	حسن را بندهٔ ایشاں نوشتند	۳۰۶

جگر پر درد و دل پر خوں تواں بود — ولے جان تو بے جاں چوں تواں بود
بما گر بگذری صبحے صبا وار — چو لالہ بادلے پُر خوں تواں بود
اگر چوں جرعہ خوں خود تواں ریخت — حریف آں لب میگوں تواں بود
بمار زلفت از دستے تواں یافت — بدیں اقبال افریدوں تواں بود
مرا گفتی چرا دیوانہ گشتی — چو تو لیلی شدی مجنوں تواں بود
بطاعتہا نمی بودم ملازم — چو رویت قبلہ شد اکنوں تواں بود

٧	حسن با نیستی نیکو تواں ساخت گر از ہستئ خود بیروں تواں بود	۳۰۷

آناں کہ ز تو در گلہ باشند بدانند — قدر تو ندانند مبادا کہ بدانند
گر جان و خرد در قدمت خاک نسازند — اے خاک براں قوم کہ بس بیخبر انند
عشاق تو با انکہ بخنجر دو کنی شاں — ہم با تو یکے اند چنیں متحد انند
بیداد تو در دفتر عشاق نوشتند — انصاف دہ اے جاں کہ چہ خوش معتقد انند
قبلہ نگرفتند مگر روئے تو آرے — ہر طائفہ در مذہب خود مجتہد انند
گر با تو برآیند مہ و مہر چہ باکست — تو صاحب حسنی ہمہ صاحب حسد انند

۹	گر بندہ حسن عشق بورزد عجبے نیست بلبل نفساں شیفتهٔ سرو قد انند	۳۰۸

خوے کہ از روے جہاں افروز جاناں میچکد
کوکبِ سیّارہ از خورشید رخشاں میچکد

جان شہرے تازہ شد از جرعہ جام لبش
جرعہ نتواں گفت آں چیزے کہ از جاں میچکد

سبزۂ تر بیں بگرد چشمۂ نوشین او
گوئیا خضر ست کز وے آبِ حیواں میچکد

دی بیک شست جفا خوں از رگ جانم کشاد
سوئے تیرش بیں ہنوز از خوں ز پیکاں میچکد

خوں چکانست آں لب خونخوار جاناں چوں کنم
انچہ ایشاں را ز لب مارا ز مژگاں میچکد

ساقیا از لعل تریک قطرہ در جانم چکاں
خاصہ کیں دم کز زمرد دُرّ و مرجاں میچکد

روئے میپوشند مرغاں زیر ہر برگے ز ابر
منہزم گفتے مگر چیزے پریشاں میچکد

ماہ من مست آمدست ایں طرفہ کز مستئ خود
منکر ست و مستیش از چشم فتاں میچکد

۷	دیدچوں اشک حسنؔ برخاست گفتم برمخیز گفت خواہم رفت رہ دورست باراں میچکد	۳۰۹

یاری دهدم آں بت عیار که داند / یا دل دهدم ترک جگر خوار که داند

سرمایهٔ دین و خرد از غارت خوباں / هر بار نگه داشتم ایں بار که داند

اسرار خطش در شب زلفش نتواں خواند / اسرار معما بشب تار که داند

پارینه خراج مژه ام خون جگر بود / امسال چه فاضل شود از پار که داند

حال تن بیمار طبیبان زمانه / دانند درون دل بیمار که داند

افتاد بداں غمزهٔ خونیں[1] سرو کارم / تا باز کجا میکشد ایں کار که داند

۳۱۰ — با آنکه دلش نرم نگشتست همه عمر / ایں نظم حسن در نظرش دار که داند — ۷

ترک دل آشوب من تند و رواں میرود / چوں دلم از جا برفت آه که جاں میرود

ما چو درخت خزاں خشک فرو مانده ایم / او چو گل نو بهار خنده زناں میرود

سرو سهی گفته اند او به ازاں خاستست / کبک دری دیده ام او به ازاں میرود

آب حیات منست وه که نمی ایستد / عمر عزیز منست وه چه رواں میرود

تا که دو چشمش نشد بر من مسکیں چهار / هر نفس از چشم من چشمه رواں میرود

هر سحرے بر لبم وقت نیازے که هست / پیشتر از وردها نام فلاں میرود

۳۱۱ — مر حسن خسته را ضبط میسر نشد / هرچه درون دست آں بزباں میرود — ۷

اے چوں تو نداشته جهاں یاد / روزے نه کنی ز دوستاں یاد

[1] چو به غمزهٔ ترکاں

گر در دل خود نکردی ام ذکر
بارے بسخن از سر زباں یاد

کشتی بجز شہلۂ ابروم
اے ترک کہ دادت از کماں یاد

بر روئے زمیں چو روئے خوبت
یک ماہ ندارد آسماں یاد

آنرا کہ ز حسن تو خبر شد
نہ از خود خبرست نہ از جہاں یاد

مرغے کہ تو در قفس بداری
ہرگز نکند ز بوستاں یاد

۳۱۲

بر بست حسن میاں بخدمت
باشد کہ کنی دریں میاں یاد

۱۱

بیک کرشمہ برآوردی از جگر ہا دود
نگر کہ حال من خستہ چہ خواہد بود

دل ازچہ سوختہ شد با محبت تو خوشست
چو مجمرے کہ معطر بود بصحبت عود

خرابیٔ دل خود با تو کے توانم گفت
مرا فسانہ دراز و تو مست خواب آلود

مرا ز عشق نہ آسودگی بود نہ قرار
غمت قرار بدیں داد و دل بدیں آسود

بہ پیش قاضی دل ماجرائے خود گفتم
مراد عشق بتانرا ملازمت فرمود

ربودہ کہ ترا دید شد شہنشۂ عشق
رسید و گوئے سلامت ز حال ما بربود

درانکہ قبلۂ محمود شد بتے چو ایاز
کجا شد ایں صفت بت شکستن محمود

تو تا دوال کمربند خویش بستی سخت
نداشت ہیچ مرا ز دست قاعدہ سود

شبے ز گوشۂ بامے چو ماہ طالع شو
اگر ستارۂ ما بر براں کنی مسعود

بوقت مردنم از حال پرسیم گویم
کہ خوش ہمے روم از بخت خویش ناخشنود

ہزار ہمچو حسن گر نہند سر بعدم

٣١٣ — چه غم بود چو بود یک وجود تو موجود — **١١**

مناز ای بت چین که چین هم نماند — قرار جهان این چنین هم نماند

بزهر غم ار عاشقی کشته گردد — شکر خنده نازنین هم نماند

تهی دست ویرانه خسپ ار بمیرد — جهاندار اورنگ نشین هم نماند

نه جم ماند اینجا نه نقش نگینش — چه نقش نگین بل نگین هم نماند

نماند بچین هیچ بتخانه آخر — چه بتخانه چین که چین هم نماند

خود از هر بنا عاقبت چون به بینی — زمان گردد آخر زمین هم نماند

بچرخ برین میکنی تکیه دایم — ندانی که چرخ برین هم نماند

چه مونس همی گیری از هر قرینے — که مونس نپاید قرین هم نماند

اگر بگذرد مرد کج گوی کم دان — سخندان باریک بین هم نماند

سخن را اگرچند سحر آفریند — سرانجام سحر آفرین هم نماند

٣١۴ — همین ناله ماند بیکس حسن را / بترسم ازان روز کین هم نماند — **٧**

اشعار بسے گویند اسرار خدا بخشد — تاریک نشینان را انوار خدا بخشد

لغزیده بسے بینی در راه سخن آرے — بس نو العجبست این ره هنجار خدا بخشد

اے زاغ چه می پوئی پے بر پے هر کبکه — تو خود نه رسے کردی رفتار خدا بخشد

فعل تو دگر باشد فضل ازلی دیگر — تو طالب جنت شو دیدار خدا بخشد

نوخاستگاں گرچہ چوں سوسن ہر یک
گراند کے از نعمت دریافتہ اے دل

دارند زبان لیکن گفتار خدا بخشد
خوش باش ہاں اندک بسیار خدا بخشد

۳۱۵

یاراں چو حسن ہر بار از شاخ ضمیر خود
ایں بار ہمے خواہند ایں بار خدا بخشد

۷

گذشتگان جہاں حال خویش چوں گویند
یکے بپرس ز نو رفتگان ما اے باد
فراق دیدہ گل چہرہ گاں نمی دانم
خبر شنست فلانے برفت آگہ باش
غم جنازۂ خود اے عجب چرا نخورند
چو روشنست کہ آں رفتگاں کجا رفتند

کہ زیر ضربت چوگان مرگ چوں گویند
ازاں نو آمدگاں کز چمن ہمی رویند
کہ از کہ یاد کنند ایں زماں کہ گل بویند
کہ روزے ایں خبر تو بدیگراں گویند
کساں کہ در پے تابوت مردگاں مویند
ہنوز ایں دگراں ہم کجا ہمی پویند

۳۱۶

حسن بکوے عدم گم شدند یارانت
بگو نشان چناں گم شدہ کجا جویند

۷

باز مرا عشق تو در ہم نہاد
باد بگیسوئے تو آسیب زد[۱]
زلف تو لاحول چگویم چو دیو
نوش لباں موم نجاتم دہند
گرچہ دلم از غم تو خستہ شد

داغ[۲] بلا بر دل پر غم نہاد
درد ہمے بر دل در ہم نہاد
وسوسۂ در ہمہ عالم نہاد
لعل لبت شہد بجانم نہاد
ہم غم جاں بخش تو مرہم نہاد

ل بار ۲ بود

آں کہ بحکمت دو جہاں آفرید | عالم عشق تو مقدم نہاد

۳۱۷

گفتہ بُدی بر درِ من پا منہ
بندہ حسنؔ پایک و سرہم نہاد

۷

سبزہ سر بر کردو مرغان ہم بگل پیوستہ اند | مطرباں چوں فارغ و مستاں چرا آہستہ اند
باغبانا بلبلاں را از گل و گلزار و شاخ | زود بخجل زانکہ بعد از دیر با پیوستہ اند
جان من از سختی احوال درویشاں مرنج | چوں لبت خرما شد ایشاں تا قیامت خستہ اند
من سلاح زہد چوں پوشم کہ ترکان غمت | ہم باول حملہ صف توبہ را بشکستہ اند
ایمن آبادیست مارا عشقت از ہر آفتے | ماہیان بحر ہیں کز شست طفلاں جستہ اند
ہر زماں میگوئیم بر دیگراں دل بستۂ | یعلم اللہ من نہ بستم دیگراں بستہ اند

۳۱۸

اے حسنؔ از خود بروں رو بیخود از اپائے بوس
ما دریں رشتہ گرفتاریم وایشاں رستہ اند

۵

پری رخان کہ بچین و چگل ہمی باشند | ز صورتے کہ تو داری خجل ہمی باشند
چو راندہ ماندم از روئے تو بد انستم | کہ بعضے آدمیاں تنگدل ہمی باشند
چرا رسد بورقہائے غنچہ آفت باد | ازانکہ یک بدگر متصل ہمی باشند
تو گرچہ از دل کس بار برنگیری لیک | امیدواراں محتمل ہمی باشند

۳۱۹

حسنؔ مجلس خوباں در آ تماشا کن
فرشتگاں کہ زآب و زگل ہمی باشند

۷

[illegible]

پیش که گویم این که مرا یار می کشد — دل داده را کرشمهٔ دلدار می کشد

یکچند داشت نهال خوش اسال خط کشید — یکباره کشته بود دگر بار می کشد

گوید منم طبیب اسیران درد خویش — اینست آن طبیب که بیمار می کشد

گفتم که کے رسد بغمت حد کار من — گفت این چه حد تست برین کار می کشد

شیرین لبان کشند و نوازند لیکن او — اندک همی نوازد و بسیار می کشد

عشاق را بروز جزا زار میکند — چون زار میکند پس ازان زار می کشد

۵	سکین من شکسته بسان حسن بگو پیش که گویم این که مرا یار می کشد	۳۲۰

کمال حسن تو در عقل کس نمی گنجد — دُر وصال به دُرج هوس نمی گنجد

بنفس خویش رسیدن نمی توان بر تو — چه جائے نفس که آنجا نفس نمی گنجد

تو کیستی که دم از وصل او زنی اے دل — که اندران قدح خاص خس نمی گنجد

رسید مژده قتل از تو مرغ جان مرا — بجان تو که کنون در قفس نمی گنجد

۷	چه لطف بود که شب هر زمان همی گفتی میان ما و حسن هیچ کس نمی گنجد	۳۲۱

باز این دلم بکوے دل آرام میرود — از دام جسته باز سوئے دام میرود

گویند هر کسے که بیارام چون کنم — آرام صبر کاب دل آرام میرود

بے او اگر درخت گل اندر برآورم — هر گل مرا چه خار در اندام میرود

سلہ دل و قلب است - از برهان

ایام در نبامده با ما بدوستی
وان دوست هم بسیرت ایام میرود

سروے زمشک دارد بر ماه نردبان
زان نردبان دل است که بربام میرود

شهریست در ولایت خوبان که اندرو
هر پارسا که آید بدنام میرود

۳۲۲

بپختهٔ نکشتهٔ زلف عشق اے حسن
تدبیرهائے تو همه زان خام میرود

۷

بیا که عید در عیش برجهان بکشاد
جهان بعید خوشست و دلم بروئے تو شاد

چو آن دو طره براطراف آن دو رخ پیچد
دو عید باد و شب قدر کس ندارد یاد

گہے که بردر من بگذری همه عالم
مرا ز عید گذشته کنند مبارک باد

مرا بتو چه گذر اینک روستائی را
مقررست که با عید نسبتے افتاد

ز عید وصل تو دل را مرادے ار نرسید
بروزگار خوشست نامرادیئے مرساد

شبے که درنظر آمد هلال ابروئے تو
چو طبل عید ز شب تا سحر کنم فریاد

۳۲۳

حسن اگرچه تو ئی عید وقت او امروز
هنوز روزهٔ هجرانت یک شبے نکشاد

۷

چون نسیمے بباغ در بجهد
ورق گل زیک دگر بجهد

دیدن روئے گل دلیل کند
چشم نرگس که در سحر بجهد

باغ از سبزه باز نو خط شد
شاخ را وقت شد که بر بجهد

غنچه از خوف خار در خطرست
آیت نسخ زین خطر بجهد

در دل از یاد تیر غمزۂ دوست نظرش ناوک جگردوزست	هر زماں خونم از جگر بجہد کیست کز شست آں نظر بجہد

۳۲۴	بردرش سر نہاد بندہ حسن بو کہ در عشق سر بسر بجہد	۷

بازآں نگار پردہ در درپردہ پنہاں ازچہ شد
اول وفائے می نمود آخر پشیماں ازچہ شد

دی کرد شہرے را خراب امروز می بند د نقاب
اوّل چناں کافر بدو آخر مسلماں ازچہ شد

حیران آں رخسارہ ام از وے نہ لفظے بس عجب
گر نیست حسنش چوں خلیل آتش گلستاں ازچہ شد

ازخام کاریہائے دل خندہ ہمی آید مرا
دل گرمیٔ نادیدہ رو ناپختہ بریاں ازچہ شد

آخر بپرسید از دلم آں شحنۂ خونریز را
شہرے کہ پار آباد بود امسال ویراں ازچہ شد

جاں کشتہ شد بے روئے او ایں خود خلاف سنت است
اشتر دلی جاں نگر بے عید قرباں ازچہ شد

۳۲۵	من باتو گفتم اے حسن اوصاف حسن بے حدش گر نیست آں دلبر پری از خلق پنہاں ازچہ شد	۵

ل بردر ۲ آبے د لطفے ۳ معجزہ

بازم ایں ساعت ازاں شکل نکو یاد آمد — گل بخندید و مرا خندہ او یاد آمد
سبزہ بر روئے چمن راحتِ دلہا افزود — در دمم ان خط و ان روئے نکو یاد آمد
تا خیال قد او نشست دریں دیدۂ من — خلق را سرو روان و لب جو یاد آمد
چشم از نامۂ جاں پرورِ او روشن شد — قصہ یوسف و پیراہن و بو یاد آمد

۳۲۶

بر دل دوست حسن بود فرامش گشتہ
ایں غزل خواندہ شد اں نادرہ گو یاد آمد

۷

سریست دریں سینہ کہ پیدا نتواں کرد — دل طالب چیزے کہ تمنا نتواں کرد
طرفہ سرو کاریست کہ بر وعدۂ معشوق — صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد
شہد لب او مایۂ ما مدعیاں نیست — زنبور صفت بیہدہ غوغا نتواں کرد
غیرت بگمیں دست بلعلش نتواں برد — روزہ بدہاں میل بحلوا نتواں کرد
حاصل نہ شدہ نعمتِ دیدار دل آرام — دل برگل و گلزار شکیبا نتواں کرد
ہر روز دریں صاعقہ پنہاں نتواں سوخت — یک حرف ازیں واقعہ پیدا نتواں کرد

۳۲۷

چہ چارہ حسن کز جہت وصل فراقش
سودا نتواں پختن و صفرا نتواں کرد

۷

دلم ز دست شد و دلستاں نمی پرسد — بحکم رسمِ قدیم ایں زماں نمی پرسد
چناں بہم شدہ دیدم طریق عہدش ازانک — چنانکہ شرط بود آنچناں نمی پرسد
ہمہ بخانۂ اصحاب دولت است رہش — زرہ فتادۂ بے خانماں نمی پرسد

له روئے

بصد رشتهٔ قدح خوردهٔ شیر گیر شده
ازیں کمینه سگِ آستاں نمی پرسد
سوال کردم دل را که نالهٔ تو ز چیست
بناله گفت چه پرسی فلاں نمی پرسد
کدام دردم ازیں پیشتر که پرسیدن
همی تواند وزیں ناتواں نمی پرسد

٣٢٨

حسن نشانه شد اندر بلا و آں بے رحم
برائے نامے ازیں سو نشاں نمی پرسد

٧

نه پندارم که ماه من شبے بر من فرود آید
زہے حیف از چناں گل در چنیں گلخن فرود آید
شب و روزش همی خوانم که هست او آیت رحمت
فتوح آسمانی داں اگر بر من فرود آید
گر او دستے فرود آرد بفرقِ کشتگانِ خود
هماں دم جانِ بالا آمده در تن فرود آید
سراسر دامنم پُر قطرهائے اشک خند آرے
چو ابر دیده خیزد قطره در دامن فرود آید
اگر بندم در خانه برائے دفع آفتها
بلائے عشق پنداری که از روزن فرود آید
سرم بر گردنم بارست آں ترکِ سرافگن کو
مگر از لطف او ایں بارم از گردن فرود آید

حسن هرگز نمی پیچد سر از شمشیر او والله

۳۲۹	اگر از مہر مہ رویان سر سوزن فرود آید	ط

کیست کز نغمۂ نے زمزمہ در گیرد
ہر سبک روح کہ در جانش اثر کرد سماع
ایں سماعیست کہ ذوقش پسر آدہم داشت
چوں نوا ہا بگہ صبح زند بلبل مست
نالۂ مرغ سحر زار چنانست کہ گر
مدعی گر نشد از ذوق بر آتش چہ کند

تا مگر بار غم از سینۂ ما بر گیرد
جانش از عالم تن عالم دیگر گیرد
کہ چو اندر سرش افتد کم افسر گیرد
فاختہ ہم قدرے صوت گران تر گیرد
شمع را سمع بود سوختن از سر گیرد
ہیزم او ہمہ تر بود کجا در گیرد

۳۳۰	پائے ہر زندہ دلے را کہ بجنبد در رقص حسنؔ از دیدہ رواں در دُرِّ گوہر گیرد	ط

اے چو گل خاستۂ بد بجمالت مرساد
دیدہا چوں بر کاب تو بسالم گویم
سال و مہ باد ترا روز سعادت روزی
خوبرویانِ جہاں را شرف از تست اے ماہ
اے چو خورشید بر آوردہ سر از مشرق حسن
یک نظر سوئے تو عید ست ہمہ عالم را

قرۃ العین منی عین کمالت مرساد
دست بیداد زمانہ بدوالت مرساد
ہیچ روزے بخلاف مہ و سالت مرساد
یارب از دور فلک ہیچ وبالت مرساد
شب ما روز تو کردی کہ زوالت مرساد
ہیچ غشی و غباری بہلالت مرساد

۳۳۱	گرچہ از روئے نکو بیت حسنؔ آفتہا دید آفت دیدہ بد بیں بجمالت مرساد	ط

سلہ دُرِّ گہر تر

سلہ چوں ہماں را شرف از دین تست اے ماہ

خستگانے کہ بعشق چو تو ترکے گروند ۔ تیر تو خوردہ بجنبش دگرے چوں گروند

تو بجے آیتے از مصحف حسن آمدہ ۔ بنائے سجدہ ہست بہر یار کہ نامت شنوند

عجبم آید ازاں راہ رواں کز غفلت ۔ صاحب خانہ رہا کردہ بسوئے خانہ روند

تا بزنجیر سر زلف بہ بستی دل من ۔ عاقلاں جملہ برآنند کہ دیوانہ شوند

بر سرِ بام شو و گوشۂ ابرو بنما ۔ روزہ دارانِ غمت منتظرِ ماہ نواند

رفتن بادِ صبا آمدن گل چکنم ۔ من ترا دانم ازینہا کہ بے آیند و روند

۲۳۲

کے رود مستی عشق از سر عشاق بروں
کہ حسن دار بمیخانۂ عشقت گروند

۱۱

بہ ارز جام لبت جرعۂ بخشی زود ۔ بشوئے ایں دلم از تو بہ گنہ آلود

سپید کن دلم از نور مے کہ تواں یافت ۔ ولے سیہ ترازیں زیر آسمان کبود

ہزار دوزخ سوزاں فروشد اندر من ۔ وزیں فروشدہ یک روز بر نیامد دود

طبیب علم ندارد ز درد ضربت عشق ۔ چہ سود مند بود شربتے کہ او فرمود

عجب معاملۂ پیشم آمدست امروز ۔ کہ زاہداں گلہ مندند شاہداں خوشنود

دلیل دولت محمود بود عشق ایاز ۔ وگرنہ عاقبت او کجا شدے محمود

غلام نرگسِ مستانہ توام کہ مرا ۔ خلاص داد ز پرہیز گاریئے کہ نبود

بردل خرام ز در تا منجماں بینند ۔ کہ بر چہ وجہ رود سیر اختر مسعود

ندیدہ بود فلاں صورت تو در آدم ۔ وگرنہ از سر دیدہ در آمدے بسجود

نداشتم سرِ جولاں گریئے ایں میداں ۔ ولیک مستیٔ عشقم عناں ز دست ربود

۳۳۳	حسن نصیحتے از دل ہمی کنیم ترا ولے دل تو نصیحت پذیر نیست چہ سود	۷

برے شکنی از من درویش چہ باشد
ہر شب بدعا ہا طلبم روئے چو ماہت
جان و دل خود پیش کشم گر تو بیائی
تو ماہ نوی شیفتۂ تو من آمسکیں
گفتی سگے خود خوانمت اما نہنم داغ
من زاں توام گر بکشی خیز و بکش زود

دل می نہی با من دل ریش چہ باشد
جہد من بدر روز ازیں بیش چہ باشد
پیداست کہ اندازۂ درویش چہ باشد
پنہاں شدن از شیفتۂ خویش چہ باشد
ایں داغ کہن بر من ازیں بیش چہ باشد
صید بکمند آمدہ فردیش چہ باشد

۳۳۴	اکنوں کہ حسن داد باندیشۂ تو دل بدگو کہ بود طعن بداندیش چہ باشد	۷

صبا امروز گوئی کز دیار یار می آید
گل نورستہ است ایں یا نسیم یار می جنبد
بنی آدم ہمہ دیوانہ شکلند ایں زماں از چہ
زلیخا وار بینم شہرے از خانہ بروں رفتہ
شبے درخواب جوئے خضر سوے خود رواں دیدم
چو شاہاں خوش نواماں بر لباہا حسن رفتے

کہ بوئے مشکبارش خوشتر از ہر بار می آید
شب قدرست یا رمے یا سلام یار می آید
مگر آں آدمی خلقے پری رخسار می آید
مگر آں یوسف آفاق در بازار می آید
ہم اندر خواب با خود گفتم آں دلدار می آید
ولیک امروز نے خور دہ ست فرزیں دار می آید

۳۳۵	حسن ہر چند حیرانست در وصف لب لعلش ولے دُرہا ہمی ریزد چو در گفتار می آید	۷

ل منی ۔ ۲ شب قدرست ایں یا خود سلام

نگارِ من جوانی می فروشد — زبانش کامرانی می فروشد
سر افگنده نشینم چوں بنفشه — چو سروِ من جوانی می فروشد
حریف عشق را زاں لعل میگوں — شراب ارغوانی می فروشد
کمر بندش بجوزا داد تحفه — اگر از بے میانی می فروشد
گر زاں خط همی دزدد صبا مشک — که هر صبحے نهانی می فروشد
خط او گرچه گرد آورد سودا — لب آب زندگانی می فروشد

۳۲۶	چه حیفست ایں که پیش آں شکر لب حسن شیریں زبانی می فروشد	۷

بتاں کز زلفِ مشکیں دام کردند — جهانے زیر هر مو رام کردند
بتقوی نام نیکو برده بودم — نکو رویاں مرا بدنام کردند
بهشتی گشت صحن خانه امروز — مگر ایشاں گذر بر بام کردند
من از اخلاص میخواندم دعائے — وزاں سوختم بر دشنام کردند
غم نوشیں لباں زاں تشنگاں پرس — که دریاهائے خوں آشام کردند
ملائک دیگے اندر طعن ایشاں — بر آوردند لیکن خام کردند

۳۲۷	حسن را جامهٔ جاں چاک زاں شد که دُرد دردِ شش اندر جام کردند	۵

در دل هر که غمِ یار دل افروز بود — لشکر همت او بر همه فیروز بود

نکند دره و خورشید همه عمر نگه
نظر هر که بران شمع دل افروز بود

هر که بیند گل و رخسارهٔ یارم یک روز
روزگارش همه چون عید نوروز بود

ماهِ عید آمد و من روزهٔ هجران دارم
مه من گر برسد عید من آں روز بود

۳۳۸
حسن از سوزِ دل خود سخنے بیروں داد
ویں نداند مگر آں کس که درو سوز بود
۷

شب اندر ماه رخسارش به بینید
شبه بر لعل خوں خوارش به بینید

بهر شنگے که دانست از برم رفت
یکے در شکل رفتارش به بینید

به نزدیک من آں ماهِ دو هفته است
شما از دور یکبارش به بینید

من از دیدارِ دلبر در بهشتم
بهشت از زینت دیدارش به بینید

چو یوسف در همه عالم عزیز ست
همه عالم خریدارش به بینید

همه عالم خریداری کنندش
خدارا روز بازارش به بینید

۳۳۹
حسن دیں در سرِ زلفِ بتاں کرد
بزیرِ خرقه زنارش به بینید
۷

گلش تا همنشیں مشک تر شد
خرد در خوفِ جاں اندر خطر شد

چو اوصافِ لب اومی نوشتند
قلم در دست کاتب نے شکر شد

سلام خشک برائے قاصد ایں بار
که از باران اشکم نامه تر شد

بدل گفتم کزاں دلبر خبر گوئے
دل آنجا رفت و او هم بے خبر شد

شبانگہ محتسب دنبال ما کرد	چو در ما دید از ما مست تر شد
سر ما در سر کار بتاں رفت	حساب ما و ایشاں سر بسر شد

۳۴۰	دگر کردند خوباں شیوۂ حسن حسنؔ را ہم سخن طرزِ دگر شد	۵

بتم سلطان خوباں شد گدایاں را کہ می پرسد
چو او بیگانگی کرد آشنایاں را کہ می پرسد
دل صاحب دلاں خوں شد زناز او چو ایشاں را
سزا اینست چوں ما نا سزایاں را کہ می پرسد
بدو گفتم کہ خود را می نمایم چوں سگے پیشت
جوابم داد و گفتا خود نمایاں را کہ می پرسد
دلا ایں پارسائیہائے بے حاجت بیسکو نہ
بعہد چشم مستش پارسایاں را کہ می پرسد

۳۴۱	حسنؔ جاں ریزہ ریزہ کردی اندر زیر پائے او تو خود کردی ولیکن زیر پایاں را کہ می پرسد	۷

حدیث عاشقی پنہاں نماند	قرار کار ہا یکساں نماند
نشان اشک من در چہرہ پیداست	نگو گویند خوں پنہاں نماند
اگر زہرہ بہ بیند روے آں ماہ	جمالِ او دراں میزاں نماند

مرزان آدمی حیرانی آید	که رویش بیند و حیران نماند
دلا بر جان همی لرزند خلقی	تو با جانان بساز ار جان نماند
حیاتِ جاودان آنکه توان یافت	که جائے جان بجز جانان نماند

۲۴۲	حسن سر برکشد از اوج مقصود اگر پابستهٔ هجران نماند	۷

غمِ جانان اگر دامن نگیرد	فلک دُنبال جانِ من نگیرد
چه گرد غم که ریزد بر سرم چرخ	گر آهِ من رهِ روزن نگیرد
نخواهم باختن سر در رهِ دوست	اگر بازم ز سر دشمن نگیرد
اگر پروانه نارد از خطِ تو	بنفشه عرصهٔ سوسن نگیرد
چو عاشق در کمندِ زلفش افتاد	چه منت ها که بر گردن نگیرد
بچشم پا نهد پس بگذرد زود	که تا خونِ منش دامن نگیرد

۲۴۳	حسن راخته باید بود لابد چو ترکے ترک ناوک زن نگیرد	۶

تا رخت از مطلعِ مراد برآمد	رخت گل و لاله را کساد برآمد
خط سیه گرد روے خوب تو گوئی	شب بتماشائے بامداد برآمد
از قد و زلف و دهن و چشم خوش تو	نقش الف و لام و میم و صاد برآمد
عشق تو دل را سلام کرد ها ندم	از دل و جان هردو خیرباد برآمد

سہل بود نامرادیئے کہ رسید ست
چوں تو رسیدی ہمہ مراد برآمد

۲۴۴
حرف صلاح از دل حسن مطلب زانک
نام وے از دفتر فساد برآمد
۷

شب مرا تا بروز خواب نبود
جز نم دیدہ فتح باب نبود
ہر دم از چشم خود بر آتش دل
خوں ہمی ریختم چو آب نبود
خونے از دیدنوشش می کردم
در صراحی جز ایں شراب نبود
ماہِ من از مے جوانی مست
ہیچ میلش بدیں خراب نبود
گرچہ تا صبح نا لہا کردم
یک سوال مرا جواب نبود
تلخ کردم جہانیاں را خواب
زاں دعا ہا کہ مستجاب نبود

۲۴۵
اے حسن یار گر خطائے کرد
ہم شکایت ازو صواب نبود
۷

بار دگر تیر عشق بر ہدف جاں رسید
بار دگر شعلۂ در دلِ بریاں رسید
دیدہ بُدی چشم من ریختہ باران خوں
بر درِ دیوار تو نقش نگاراں رسید
گفتۂ اے میر بار حاجت شہرے بشاہ
حال غریباں بگو نوبت ایشاں رسید
بانگ مزن اے رقیب دم مزن اے پردہ دار
منتظر رحتیم قصہ بسلطاں رسید
ہر کہ بزلفت رسد سر کند اندر سرت
گرچہ کمند بلاست کاش کہ بتواں رسید
گفت نخواہم رسید بر تو پس از عمرہا
او نرسید اے دریغ عمر بپایاں رسید

۳۴۶ — **۷**

دوست رضا میدہد از سرِ جاں خواستن
عذر میار اے حسن خیز کہ فرماں رسید

دوشش از غمِ تو دلم چناں بود	کز وے ہمہ شہر در فغاں بود
گہ خون دو دیدہ بر زمیں ریخت	گہ دست دعا بر آسماں بود
با آب مژہ صبور بودم	ایں خونِ جگر کرا گماں بود
از اوّلِ شب کہ نالہ کردم	تا آخرِ شب نفس ہماں بود
آں لحظہ کہ در سرم سخن رفت	ہم نام تو بر سرِ زباں بود
ہر چند کہ با تو ایں بلاہاست	با ایں ہمہ بے تو کے تواں بود

۳۴۷ — **۵**

ہر بار کہ عشق آتش افروخت
بیچارہ حسن دراں میاں بود

از چشمِ پر خمار تو مستی نمیرود	خویت ازاں مزاج کہ ہستی نمیرود
دودِ دلم بر اوج فلک خیمہ زد بلے	ایں عشق آتشیست بہ پستی نمیرود
عقل از کمند زلف[۱] تو سر در جہاں نہاد	دل را کہ پا بسلسلہ بستی نمیرود
تا جرعۂ ازاں لبِ میگوں چشیدہ ام	از من ہوائے بادہ پرستی نمیرود

۳۴۸ — **۷**

گفتی حسن چرا نکنی توبہ از شراب
واللہ کہ توبہ کردم و مستی نمیرود

امسال[۲] رونقِ گلِ تر آنچناں نبود	بے سرو تو بدیدہ بلبل رواں نبود

۱ عشق ۲ امسال بے تو رونق گل

گلزار بود. مجلس قول مغنیاں — برقول صوفیاں ہمہ خود بود آں نبود
ایں کاروان گل پس سالے رسید لیک — ماہیے کہ در دلست دریں کارواں نبود
دانستہ ام کہ از تو بہ بینم شب فراق — آں روز رستخیز مرا در گماں نبود
لعل بتاں جواہر تبسم نثار کرد — ورنہ مرا چنیں صدف دُرفشاں نبود
مرغ ارچہ عشق نامہ خود خواند بامداد — دستانش را طراوت ایں داستاں نبود

٣٤٩ — ایں طرز شیوۂ حسن ست ورنہ پیش ازیں
چندیں شکر بعرصۂ ہندوستاں نبود — ٧

دوستاں در دم قوی شد مرہمے حاصل کنید — دیدہ در خوں غرق شد کوشش علاج دل کنید
از طامتہائے تاں ہر روز دیوانہ ترم — اے عجب دیوانہ را خواہید تا عاقل کنید
اے رفیقاں از کہ می پرسید تا منزل کجاست — ہر کجا معشوق عاشق را ہماں منزل کنید
گر بمیرم در فراق آں مہ محمل نشیں — گاہ مردن روئے ایں مسکیں سوئے محمل کنید
ہر خسے کش زیر پا شد گرد می آرم بچشم — تا چو میرم ہم بداں گورے مرا کہگل کنید
پندگویاں ہر چہ گویندم ہمہ بے حاصل است — بارے آں چشمے کہ من می بینمش حاصل کنید

٣٥٠ — یار چوں ایں سو خرامد از پئے قتل حسن
جان ایں مقتول خاک راہ آں قاتل کنید — ٧

گر نسیمے از سر زلف تو سر در ہم رسد — سر بسر دلہائے درہم گشتہ را مرہم رسد
زاں دہاں تنگ ملک من شود ملک مراد — گر سلیماں وار دست من بداں خاتم رسد

از پری زادست او یا از طاؤک یا از حور — بارے از نسلِ بنی آدم چوں او کم رسد
زخمِ زیرِ چشمِ او یا رب چہ شیریں آمدست — زاں ہمی ترسم کہ دیگر چشم زخمے ہم رسد
چشمِ مست او بیک غمزہ جگر با دل بدوخت — تیر ترکاں گز سرِ مستی رسد محکم رسد
از غمم غافل مباشید ارچہ اندک گفتہ ام — آتش اندک خیزد اما در ہمہ عالم رسد

۳۵۱	عالمے شاد و حسن راجائے شادی غم رسید او چہ غم دارد حسن را گرچہ صد چوں غم رسد	۷

ایں مژدہ کہ می گوید ویں نامہ کہ می آرد — اے دل ز صبا می پرس کز گل چہ خبر دارد
یمنیست دریں قاصد از پیش کہ می آید — فتحیست دریں نامہ تا خود بکہ می آرد
شمع نظرست آں خور تا بر کہ ہمی تابد — ابر کرمست آں مہ تا بر کہ ہمی بارد
طعنہ زندم ہر کس کو راچہ سپردی دل — گر جاں طلبد جاناں آں کیست کہ نسپارد
گفتی چہ رود چندیں خوں از جگر ریشت — خاریست دروں دل کاں ریش ہمی خارد
بے دوست اگر عاشق فردا بہ بہشت آید — نعمتکدۂ رضواں آتشکدہ پندارد

۳۵۲	ماندست حسن واللہ بر قاعدۂ عشقش ور بگذرد از عالم آں قاعدہ بگذارد	۷

شب را چو صبحِ عید عزیزے بما رسید — کز پائے بوس او سر ما بر سما رسید
گفتی رسید موسمِ حج ایں سخن بدار — ما حج چرا رویم چو کعبہ بما رسید
بودہ نشست ہمچو دیدۂ نرگس دو چشمِ من — حیرانم ایں بہارِ گرم از کجا رسید

۱ زاہد ۲ کرداست

از خار خارِ غصہ نہالم چو گل شگفت
وز دردِ دل گلہ نکنم چوں دوا رسید

دل در طرب در آمد و دَوران غم گذشت
ابرِ کرم بر آمد و کشتِ رجا رسید

شمعے ز لطف در دلِ تاریکِ بندہ تافت
شاہے زغیب بر سرِ وقتِ گدا رسید

۳۵۳

نازش بکُنی اے حسنؔ اینجا زہے ادب
این نیک نایست کہ از حق ترا رسید

۹

آں کہ حسنت چوں گلستاں آفرید
در لبت صد نازِ خنداں آفرید

نافِ چیں در چینِ زلفینت نہاد
وز رخت خورشیدِ تاباں آفرید

از رُخِ گلرنگ تو آبِ حیات
وز رُخِ گلبوئے تو جاں آفرید

ماہ را دُر یتیمت عرضہ داد
باز بر ماہت گلستاں آفرید

آفریں بر صنعِ آں صانع کہ او
صورتِ زیبا بدینساں آفرید

ماہ در دَوراں چو تو شاہے نزاد
تا خدا بیسا و خوباں آفرید

تا ہمی بخشی خلائق را حیات
در لبانت آبِ حیواں آفرید

در لبِ شیریں تو چندیں شکر
از برائے دردمنداں آفرید

۳۵۴

چوں حسنؔ را داد قدرت در سخن
زیں نکوتر شعر نتواں آفرید

۵

دل را کہ خوں گرفت نگہ داشتن چہ سود
تخمے کزو برے نرسد کاشتن چہ سود

جانا چو سیلِ عشقِ تو دلہا خراب کرد
مارا بنائے عشق برافراشتن چہ سود

لہ در بعض نسخ ایں شعر ہم بنظر رسیدہ ۔ ؎ سلطاں علائے دولت و دیں آنکہ در جہاں ؛ شاہے چو او نیامدہ تا پادشا رسید ۔
لہ دل خوں گرفتہ را ز نگہ ۔

دل بر تو رفت گرچه نگه داشتم بسے
خون دلم بچاه زنخ ریختی نخست

چیزے کہ رفتنیست نگہ داشتن چہ سود
اکنوں بمشک وعنبرش انباشتن چہ سود

(۳۵۵)

از نالۂ حسن چہ بدانکاری اے صنم
خود زخم کردۂ تو بدانگاشتن چہ سود

(۵)

دل خوں شداں خلاصۂ جانرا خبر کنید
صبر از برم بجست چو آہو بصید گاہ
تنگ آمدست جان من از جور عشق او
جانست یاروایں سر من خاک پائے او

زیں آب دیدہ سرورو ازا خبر کنید
آں شہسوار سخت کمانرا خبر کنید
اں تنگ چشم وتنگ دہانرا خبر کنید
چوں سر زپا در آمد جانزا خبر کنید

(۳۵۶)

جملہ جہاں بزہد حسن طعنہ می زدند
ایں ہم نماند جملہ جہاں را خبر کنید

(۷)

سرگشتہ دلم راہ بمقصود ندارد
باغ از خط خوب ولب شیرینت خجل ماند
عاشق کہ شبے سیر ندیدت چہ تواں کرد
برشست ایاز اختر مسعود دہد بوس
کس را خبرے نیست زسوز جگر من
یک روز نخوردی غم بیچارہ بیندیش

آں صبر کہ یکچند درو بود ندارد
گو ہیچ بنفشہ شکر آلود ندارد
بد روز ابد طالع مسعود ندارد
کاں تاج بجز سینۂ محمود ندارد
آرے چکنم آتش من دود ندارد
زاں روز کہ افسوس کنی سود ندارد

گفتی کہ حسن می ندہد دل بتان ہمش

۳۵۷ — معذور ہمی دار کہ موجود ندارد — ۷

تا سایہ زلفینت یارِ مہ تاباں شد — گوئی کہ مگر کفرے ہمسایۂ ایماں شد
تنگ آمدہ بود ایں دل زیں دین نفاق آلود — از زلف تو زنارے بربست مسلماں شد
تا بر دو رخ چوں گل از مشک زدی خالے — آں حسن کہ دی بودت امروز دوچنداں شد
خودبیں شدہ بد نرگس چوں تو بچمن رفتی — ہر چشم کہ بود اورا در روئے تو حیراں شد
جانا دہن تنگت اندر نظرم آمد — طراری او دیدی دل بستہ پنہاں شد
گفتی کہ چرا از دل چیزیت نشد حاصل — تو دیر بماں کاں دہ دیرست کہ ویراں شد

۳۵۸ — ہاں اے حسن از عالم تلخی چہ کشی چندیں / کز گفتۂ شیرینست زرخ شکر ارزاں شد — ۷

باز در جانم ز لفت عشق تابے اوفتاد — ذرہ را دوستی با آفتابے اوفتاد
آفتاب آسا شتابے خواہش در اوج حسن — گرچہ باماش اتفاق انقلابے اوفتاد
گو بکش دل سوئے ماہی وار گوید سنگ ہست — ایں چنیں معشوقۂ حاضر جوابے اوفتاد
چوں شود حالِ دل مسکین من در دستِ عشق — صعوۂ بیچارہ در چنگ عقابے اوفتاد
عقل من افراسیابے بود اما درد دوست — رستمے گوئی کہ بر افراسیابے اوفتاد
چشمش از سوے دلم دید آں نبود از مردمی — مست می غلطید ناگہ بر خرابے اوفتاد

۳۵۹ — مر حسن را دل بزلفِ یار در پیچید باز / گردن دیوانۂ اندر طنابے اوفتاد — ۷

آں سرا زعہد بروں بردہ اگر باز آید
گرچہ شد در طلب وصل عزیزش ہمہ عمر
بامداداں کہ فلک سورہ والفجر نوشت
مہ و سیارہ برانگیخت زہر سو لشکر
گل کہ از رشک رخش جامہ دراں رفت ایں سال
او عزیزیست کز و مصری و کنعانی را

خوشی و خرمیٔ رفتہ دگر باز آید
او بہ از عمر عزیزست اگر باز آید
والضحیٰ خواندمش از دور مگر باز آید
باشش تا لشکری ما زسفر باز آید
ہست تر دامنے ارسال دگر باز آید
عمر تازہ شود و نورِ بصر باز آید

(۳۶۰)
حسن گم شدہ را ذوق لبش یاد دہید
مگر آں طوطی مسکیں بشکر باز آید
(۹)

امشب از یاقوت جاناں قوت جاں خواہم کشید
بر طریق پیش کش حال دل صد پارہ را
من چہ دارم جز متاع عجز یا نقد نیاز
میزباناں پیش جہاں سیم و زرہا می کشند
خانۂ چشم مرا تا کے زنی اے دیدہ آب
از مژہ نوک قلم کردہ سیاہی از دو چشم
مرغ روزش یاد داد و شمع را زم فاش کرد
مرغ را گرد سرش آزاد خواہم کرد لیک

گوہر جاں پیش لعل دلستاں خواہم کشید
ہمچو دیدہ دامن اندر خوں کشاں خواہم کشید
انچہ دارم پیش یار مہرباں خواہم کشید
من سر خود در پائے مہماں خواہم کشید
کیں مسافر را بمنزل گاہ جاں خواہم کشید
باوجود عشق او خط بر جہاں خواہم کشید
وہ ندانم چند جور ایں و آں خواہم کشید
شمع را بارے بدست خود زباں خواہم کشید

(۳۶۱)
گم اگر در رہِ خود کرد خواہد چوں حسن
از زمیں ناگاہ سر بر آسماں خواہم کشید
(۶)

تا کشیدی سبزه بر گل گل گریباں پاره کرد
خار عشقت تا بداماں جامهٔ جاں پاره کرد

حلقهٔ زلفش که در پائے دلم زنجیر شد
آنچناں زنجیر را نتواں بسوہاں پاره کرد

جامهٔ نیلوفری پوشیدی و رفتی بباغ
یاسمیں پیراہن خود تا بداماں پاره کرد

سیب سیمین زنخدانت که از جاں خوشتر است
گر بدستم او فتد خواہم بدنداں پاره کرد

طاعناں سنگ ملامت بر زلیخا می زدند
حسن یوسف تیغ بستد دست ایشاں پاره کرد

۳۶۲

رشتهٔ صبر حسن را بر کف دستش نهید
تا بدوزد خرقهٔ کز جور خوباں پاره کرد

۷

تا دو چشم تو مست و فتانند
همه عشاق در تو حیرانند

مے لبت خورد و مست چشم تو شد
گیسوانت چرا پریشانند

گر بجائے سر اندر آرے تو
جاں بگرد سر تو گردانند

بے دلاں را رعایتے کن از آنک
از دمے بے تو اند بے جانند

تو ہم اینجا و ماز تو غافل
تکیاں قدر کعبه کے دانند

عارفاں نگذرند از در تو
بلبلاں پائے بند بستانند

۳۶۳

اے حسن صوت بلبلاں چه خوش ست
گوئیا گفتهٔ تو می خوانند

۹

ساقیا مے ده که ابرے خاست از خاور سفید
سرورا سر سبز شد صد برگ را چادر سفید

ابر چوں چشمِ زلیخا بہرِ یوسف اشکبار
ژالہا چوں دیدۂ یعقوب پیغمبر سفید

گر نہ حشر است ایں نگہ کن در بنفشہ و سمن
چیست دست ایں کبود و روے آں دیگر سفید

بیدلرزاں از شمال اینک چو اصحاب الشمال
یاسمیں مانند اصحاب الیمیں دفتر سفید

بادہ در جامِ بلوریں دہ مرا اگر میدہی
نغز می آید شراب لعل را ساغر سفید

راحت از افسردگاں کم جو کہ کم یابد کسے
نامہ براے سیہ جامہ بر آہنگر سفید

مُحمّل آزادگاں می جستم از ابناے دہر
کاغذے در دست من دادند سر تا سر سفید

عنکبوت غار را گفتم کہ ایں پردہ چہ بود
گفت مہماں عزیز آمد کہ کردم در سفید

۳۶۴	اے حسن اغیار را ہرگز نہ بینی طبع راست راستست ایں زاغ را ہرگز نروید پر سفید	۵

اے کہ ہرگز از تو دلجوئی نبود من ہمہ سالہ ہوا خواہ توام	دل ز من بردی چناں گوئی نبود زاں طرف ہرگز رضا جوئی نبود

لہ منزل

ایں بدیہاے تو تا کے یا مگر دوشش گرچہ داد دشنام بسے		نیکو از رسم نیکوئی نبود کار من غیر از دعا گوئی نبود
۳۶۵	ہیہدہ می رنجد از جورت حسن کیں طریق خاص او گوئی نبود	۵
بتم چوں شاخ گل ہر بار می آمد نمی آید صبائے کز درِ دلدار جنبد ے نمی جنبد نشاطِ مے ز میخوارہ ہمی دیدم نمی بینم عتاب دوست کاندک مایۂ دل را تسکیں میدہد		نہال عیش کاندر بار می آمد نمی آید نسیمے کز دیار یار می آمد نمی آید سلام گل کہ از گلزار می آمد نمی آید اگرچہ پیش ازیں بسیار می آمد نمی آید
۳۶۶	حسن را ہیچ کارے نیست با یارانِ کم ہمت کہ آں یارے کہ او را کار می آمد نمی آید	۵
یار از ما رفت و یادے ہم نکرد چشم او در جادوئی شاگرد کیست لشکرِ مژگانِ او[ے] قلبم شکست صبر من بنگر کہ چوں رفت از برم		زلف دلبندش کشادے ہم نکرد کانچہ او کرد اوستادے ہم نکرد اشک خونیں ایستادے ہم نکرد وقت رفتن خیر بادے ہم نکرد
۳۶۷	نامہ از وے چوں طمع داری حسن کت بعمرے خویش یادے ہم نکرد	۵

ے لشکر مژگانش صف جاں درید

تا نظر باز گرفتی ز گرفتارے چند	جز جگر ہیچ نخورند جگرخوارے چند
دل ما خستۂ چشم تو شد و تو ہمہ عمر	نشدی رنجہ بپرسیدنِ بیمارے چند
چند ازیں غمزہ زناں بر سر کو آمدنت	تو مرا کشتہ شدہ گیر و جو من یارے چند
صفت نعمت دیدار تز انشنیدند	طرفہ مرغاں کہ فتادند بگلزارے چند

۳۶۸ — گر حسن را نظرے بر غلط افتاد بہ بخش
چشم بر عفو تو دارند گنہگارے چند — ۵

یارے کہ طریق ناز دارد	گر دل ببرد کہ باز دارد
آں شوخ برائے کشتن ما	صد شیوۂ جاں گداز دارد
در زلف بتان مپیچ اے دل	کیں رشتۂ سر دراز دارد
جاناں دلِ من بجانب تست	گنجشک ہوائے باز دارد

بشنو کہ بوصف تو حسن باز
خوش گفتہ دلنواز دارد

۳۶۹ ردیف (ر) ۷

خہ خہ اے حسن بر کمال قمر	خانہ روشن شد از جمال قمر
یافت تقویم عمر من ترتیب[1]	چوں میسر شد اتصال قمر
شمس را گر زوال شد گو شو	ایمنم بارے از زوال قمر

[1] زینت

چشم نرگس بخواب جوید نور — چه خبر خفته را ز حال قمر
چوں کند روز وبال نندیشد — ہست معہود خود وبال قمر
سالہا بودہ ام بیاد رخش — شب تاریک در خیال قمر

۳۷۰ — از قمر نور یافت کار حسن
خه خه اے حسن بر کمال قمر — **۵**

نوروز رسید یاد می دار — گل پردہ درید یاد می دار
گفتی بتو وقت گل رسم باز — آں وقت رسید یاد می دار
من با نورسیدہ ام دمے دوش — چوں صبح دمید یاد می دار
من می گفتم تو می شنیدی — آں گفت و شنید یاد می دار

۳۷۱ — قربان کردی دل حسن را
اے نخیرتِ عید یاد می دار — **۷**

بخت بیں کامروز وقت صبح یار — چشم روشن کرد مارا صبح دار
کام حاصل شد بیک مہ جست و جوے — دوست طالع شد باندک انتظار
خط سبز او فتوح آسماں — خال شبرنگش فریب روزگار
آں چہ مجلس بود یارب چوں بہشت — کوثر اندر دست طوبےٰ در کنار
من بدستے ساغرے داشتم — دست دیگر گیسوے مشکین یار
ہیچ کس دنبالہ مستاں نکرد — محتسب را سر گراں بود از خمار

(۳۷۲) زرد خیرہ ماند و سیم از ہر کسے
از حسن اوصاف خوباں یادگار (۵)

ماہِ من دیدی چہ دیدم از فراق یکدگر — اجتماع غصہ بعد از افتراق یکدگر
اشتیاق ما بیکدیگر دو چنداں شد کہ بود — ویں دو چشم ما چہار از اشتیاق یکدگر
کے بود تا بر وصال یکدگر یابیم دست — داستانی باز خوانی از فراق یکدگر
خیز و خونِ من بریز و من بر آنم متفق — خوب باشد کار ما با اتفاق یکدگر

(۳۷۳) اے صنم خوش خوش غم خود خوردہ ہمچوں حسن
خوش فتاد ست ایں دو معنی بر مذاق یکدگر (۷)

دی تازہ رُخے دیدم چوں گل بہار اندر — لالہ بے آلودہ نرگس بخمار اندر
چوں آب ہمی آمد من در گذرش بودم — تشنہ بجمال او دریا بکنار اندر
گفتم کہ شبے اے مہ بشمر عدد اشکم — گفتا کہ ستارہ است ایں ناید بشمار اندر
چشمت چو یکے صیدے کشتست خوشم آمد — خوش وقت[1] کہ خوں ریزد کافر بشکار اندر
آں رُوے جہاں افروز از دور ہمی دیدم — در گرد شکارستاں چوں مہ بغبار اندر
جانا چو بباغ آئی پیدا شودت آخر — کز شرم لبت غنچہ پنہاست بخار اندر

(۳۷۴) گر خواست حسن بوئے زاں روئے چو گل شگفت
بس بیہدہ گویا شد بلبل بہار اندر (۷)

صبح طالع شد و در آمد یار — ساغرے پُر کن اے غلام بیار

[1] خوں وقت خوشی ریز

خط ساغر کجا کہ بگرفتست
زیں سپید و سیہ چہ سود مرا
نیست ہمچوں قرابہ مجموعہ
بشکن ایں شیشہائے کاغذ پوش
بہ ازیں داروئے خموشی نیست

دلِ من از کتابتِ اشعار
در قدح زیر لعل گوہر بار
قلم و کاغذ از میاں بردار
بوریا پوش شیشۂ پیش آر
دفع دردے کہ دیدم از گفتار

۳۷۵

گر حسن را دریں حدیثے ہست
بادہ دہ ال حدیث باد انکار

۵

نے فلک با من موافق طبع می آید نہ یار
بر زمانہ دل نہم با یار سازم چارہ چیست
من چہ دانستم کہ زلف یار پابندم شود
یار رفت و شد جوانی در پیش یکبارگی

نے دل من با من مسکیں ہمی آید نہ یار
نے زمانہ بر من بیچارہ بخشاید نہ یار
ویں گرہ یکبارگی نہ بخت بگشاید نہ یار
اے دریغا نے جوانی باز می آید نہ یار

۳۷۶

صبر فرمایند یاراں ہم صلاحیت و لے
نے حسن ایں پند ہارا کار فرماید نہ یار

۷

مکن بر عاشقان زار خود زور
بروں افلاس داریم و دروں ضعف
بتشریف شفا امید دارد
اگر میریم بر یاد تو میریم

سلیماں را چہ فخر از کشتن مور
نہ زر ما را دریں تدبیر نہ زور
جہانے از لباس عافیت عور
پشیمانی نشاید برد در گور

فغاں از طرۂ ہندوت مارا	کہ چشم ترک دارد غارتِ غور
چہ پُرسی حدِ عشق از مفتیٔ عقل	چہ داند نور مہ را مردم کور

(۳۷۷) دل مسکیں حسن دریائے در دست
محالست ایں کہ از دریا شود شور (۵)

اے زبتانِ سرو قد قدِ تو خوش خرام تر	روے تمام ہمچو مہ بلکہ ز مہ تمام تر
نوش مباد اگر خورم بے لب شکرینت مے	مے ہمہ جا حرام شد بے لب تو حرام تر
دوش کہ وعدہ کردہ اں برِ ہمچو سیم خود	وعدہ چو خوے بینمت خوے ز وعدہ خام تر
تا تو رواں چو چشمۂ از نظرم برفتہ	چشم منست ہر سحر تا بنماز شام تر

(۳۷۸) اے بخطے کہ می کشی ملکِ تو گشتہ ملک دل
من چہ حسن غلامِ تو بلکہ ازو غلام تر (۷)

نیست چو روے تو گلستاں دگر	روے دگر باشد و بستاں دگر
باز چہ سختست دل کافرت	سخت دگر باشد و سنداں دگر
از تفِ عشقت جگرم پختہ شد	پختہ دگر باشد و بریاں دگر
غمزۂ خوں خوار تو خونم بریخت	غمزہ دگر باشد و پیکاں دگر
عشق تو بر عرصۂ دل شحنہ شد	شحنہ دگر باشد و سلطاں دگر
گفتی اگر عاشق مائے بمیر	عشق دگر باشد و فرماں دگر

چشم حسن ہیں و در او موج خون

۱؎ ورس

۳۷۹	موج دگر باشد و طوفان دگر	۵

اے زشوخاں جہاں عیارہ تر — چشم شوخت از جہاں خوں خوارہ تر
غنچہ دار از دست خوباں می درم — دامنے از جیب گل صد پارہ تر
مردم چشمم زگریہ غرق آب — مرد ما نرا چشم زیں نظارہ تر
حال صبر و دل چہ می پرسی چہ شد — صبرم از دل دل ز صبر آوارہ تر

۳۸۰	گفتیم چونست بیچارہ حسن زانچہ دیدی ہست زاں بیچارہ تر	۵

اے زعقیق نیکویاں لعل لبت خوشاب تر — نے جگرم کباب شد دل زجگر کباب تر
رست بشکل نرگسم روز و شب از نم ہوا — چشم پُر آب داشتہ وقت سحر پر آب تر
اے چو گل تری تراحقۂ لعل پر ز دُر — چند چو لالہ داریم چہرہ بخون ناب تر
چند بطنز گوئیم تا نہی بخانہ دل — خانۂ من نہ دیدۂ از دلِ من خراب تر

۳۸۱	بر سرِ گنج وصل تو دستِ حسن کجا رسد اے ز وجود کیمیا وصل تو دیریاب تر	۷

اے بپیش درج لُولُو تو شرمسار دُر — بر لعل تو کنم ز دو دیدہ نثار دُر
زانگہ کہ ہفت بحر فلک آفریدہ شد — چو تو نزاد از صدف روزگار دُر
دریائے آسماں ندہد چوں تو یک گہر — ہر شب اگرچہ موج زند صد ہزار دُر

گر نه مفرح دل دیوانهٔ منست
در تنگ شکریں چه کند اے نگار دُر

در گریه ام بگوشهٔ چشمے نگاه کُن
گر حاجت افتد ز پے گوشوار دُر

در در اشک من نظرے کن که در جهاں
هرگز نه دیده اند چنیں آبدار دُر

(۳۸۲) در خدمت تو نثر کنم هر درے که هست
دارم ز نظمهائے حسن بے شمار دُر (۷)

دیده[۱] بر روے تو حیراں شد و دل بر تو اسیر
جائے تدبیر نماندست چه[۲] سازم تدبیر

بوسه خواستم انگشت گرفتی بدهاں
بر من ایں کار بیک بار چنیں تنگ مگیر

خطِ خوب تو بمکتوب سلاطیں ماند
که به انگشتریش مهر کند دست دبیر

زلف خود با همه دلهائے پریشاں بنگر
چند دیوانه مسلسل شده در یک زنجیر

دیر بازست مرا مستی عشق اندر سر
جامها خورده ام از دست تو در جامهٔ شیر

صید گر تیر تو بر سینه خورد عاشق وار
جاں بر افشاند و در سینه نگه دارد تیر

(۳۸۳) بر حسن طعنه مزن کو نتواند برداشت
نظر از روے کسے کش نتواں یافت نظیر (۷)

باد خوش بوے همی آید و گردے چو عبیر
مگر آں ترک مرا خواست هوائے نخچیر

دل بباد داده ام او قصد بجانم کردست
آنچه خود کرده ام آں را نتوانم تدبیر

اے بسا صید که بفگند بیک گوشهٔ چشم
سوئے من تا بچنا گوش چه می آرد تیر

من گیاه[۳] هوسے چو آهو چکنم
شیر را پنجه میسر نشود با تقدیر

---

[۱] در [۲] چه جاے تدبیر
[۳] من چه مرد هوس چشم چو آهوے توام (از نسخهٔ کتب خانهٔ سالار جنگی)
من گیاهے هوس چشم چو آهو دارم (از " " آصفیه)

ای کہ گفتی دل تنگ تو بتو بخشیدم — بیش با طائفہ تنگ دلاں تنگ گیر

میر خوباں دل بخشیدہ زمن باز مخواہ — زانکہ بخشیدہ دگر می نرود خانۂ میر

۲۸۴ — ۷

پیر شد بندہ حسن گرچہ زعالم برود
نرود عشق چو تو سرو رواں از دل پیر

گفتم مرا دستے بدہ نامد زجاناں ایں قدر — خیزم بوسم پائے او ہم نیست پیماں ایں قدر

گویند جاں را تحفہ بر جاناں اگر پیش آیدت — ہیہات تحفہ چوں برم در پیش جاناں ایں قدر

گر یابدیں دیدہ نہد عالم بدست غم دہد — صد ملک را منت بود بر دیدۂ جاں ایں قدر

روحی کہ یابد روح من از یک نسیم کوئے او — واللہ کہ نتواں یافتن از ہشت بستاں ایں قدر

تا چرخ برشد آہ من کے بود صرصر اینچنیں — اشکم گذشت از بحر ہم کے بود طوفاں ایں قدر

در کافرستان غمم جاں میدہد ہر دشمنے — وہ گر مسلمانی کند آں نامسلماں ایں قدر

۲۸۵ — ۷

وقتے یکے از طالباں کرد ایں ردیف از من طلب
من نظم کردم چوں حسن بر حکم فرماں ایں قدر

تا دیدہ ام رخسار او از برگ گل سیراب تر — بے خواب ہمچوں نرگسم چیزے از و بے خواب تر

دارد دلے گردندۂ زالنست اندر وعدہا — یکبارگی قلاب شد چشمش از و قلاب تر

گرچہ فلک در قصد من ہر روز قصابی کند. — آں غمزۂ خونریز ہیں صد بار از و قصاب تر

ناگاہ ماہ چاردہ دیداں رخ تاباں او — زاں پس چہ می پرسی چہ شد شد ہر شبے بیتاب تر

رنگے تر آں نازنیں داں سرو تر را آستیں — چوں سبزۂ سیراب ہیں از سبزہ ہم سیراب تر

له جواں

اینک رواں شد سرو من رنگے چو رنگ سبزه خوش | مارا چو گل بگذاشته دامن بخونِ ناب تر

۳۸۶ | **۷**

از بہر وصل او حسن وجہ زرے داری ولے
شد وصل او چوں کیمیا از کیمیا نایاب تر

گر وجودم زغمت رفت خیالے کم گیر | پیش آں روے چو خورشید ہلالے کم گیر
بارخ فرخ تو دل بجہاں نتواں بست | جاں بریحانِ تو تازه ست سفالے کم گیر
دلم از دیدن سرو قد او باغ شدست | گر بہشتم نبود چند نہالے کم گیر
خواستم وصف میان تو کنم لیک آں شعر | ہمہ مصنوع فتادست خیالے کم گیر
لب تو یافته ام چشمۂ حیواں چہ کنم | باچناں آتش تر آب زلالے کم گیر
رخصتے ده کہ بدنداں بکنم خال لبت | آخر اے جاں مثلے ہست کہ خالے کم گیر

۳۸۷ | **۷**

حسن ار کوفته ماندست زچوگانت چو گوے
تو قوی حال بماں کوفته حالے کم گیر

اے مرا حال از غمت از ہر چہ دانی زار تر | بے تو بودن از ہمہ دشوار ہا دشوار تر
من خود از آزار چرخ و جور انجم سالہا | زار بودم گشتم از روز فراقت زار تر
ہر شبے زاری کنم در حسرت پیوند تو | تو شوی ہر روز از روز دگر بیزار تر
کے رساند از گلستان وصال تو گلے | بخت کز خارِ مغیلانست ناہموار تر
گیسوئے تو کرد کار من پریشان ط زانک | طرۂ داری از ان ظالم پریشاں کار تر
ابر نیساں را ہمی بینم پریشاں خاستہ | در ہواے لعل تو ہر بار گو ہر بار تر

ئے چو رنگ ارغواں

۳۸۸

اے شد چشم حسن از عشق لعلت غرق چوں
چشم او خونبارتر یا لعل تو خوں خوار تر

۷

پیر شدیم و نشد شور جوانی ز سر — عمر برفت و نرفت صورت یار از نظر
می نگرم از دروں حاصل خود بیش و کم — عزم صبوری کم است عشق بتاں بیشتر
موج زناں خون دل گرچہ فروزد ز غم — شعلہ زناں میجہد آتش عشق از جگر
شب ہمہ شب باغباں کردہ در باغ قفل — مرغ حریف گلست تا بطلوع سحر
پیک ہوا از مصر گر نرسد گو مرس — باد بکنعاں رسید داد ز یوسف خبر
گر متفرق شوند ہر دو جہاں کے شود — عاشق و معشوق را تفرقہ از یکدگر

۳۸۹

گرچہ بدست جفا خصم کشید ست تیغ
پائے بروں نہ حسن دوست ستادہ بہ بر

۹

بقید عشق صید دم کرد تقدیر — رہ تدبیر گم کردم چہ تدبیر
دل و دیں بندۂ دلبر شد آرے — رعیت را بباید ساخت با میر
مگر با جاں روز ہستی عشقش — کہ دایہ آں میم داد دست با شیر
عجب دارم اگر عاشق نمی شد — ملک چوں صورتش میکرد تصویر
زہے ترکے کہ از خمہائے ابرو — کماں پیدا کشد پنہاں زند تیر
شنیدی قصۂ زنجیر و کعبہ — رخش را کعبہ داں و زلف زنجیر
مراد و شینہ صوت آہنگ حال کرد — بیا مطرب ہماں آہنگ برگیر

بگوشش مدعی کے جائے گیرد	ہراں رمزے کہ ہست اندر مزامیر

۳۹

حسن را طعنہ در عشق جواناں
مزن کو اندریں خونابہ شد پیر

۷

مپرس کز مئے فرقت چگونہ مخمور	ز دوست دور تواں شد ولے نہ چنداں دور
کجاست حضرت دہلی و خوب رویانش	یکے بہشت درون و برون او پر حور
چہ حیلہ چوں کہ رسد زخم عشق بزرگ جاں	چہ چارہ چوں فتد پائے پیل بر سر مور
اگرچہ غلبتے افتاد بر طریق مجاز	ولے بر اہل محبت محققت حضور
اگرچہ کردۂ از حد بروں خرابیہا	درونہ ایست مراہم بیاد تو معمور
ہزار بار ہمی مردم از فراق ولیک	مرا امید وصال تو داشتت صبور

۳۹۱

میان ما و تو آمیز شیست سخت حسن
چو اختلاط موافق میان دیدہ و نور

۷

اے رخ خوب تو از عارض گل زیبا تر	چشم رعنائے تو از نرگس تر رعنا تر
طوبی از غیرت بالائے تو پنہاں ماندست	خود بگو تا چہ صفت باشد ازیں بالا تر
خوب و زیبا بتواں یافت ولے نتواں یافت	روئے ازیں خوبتر و قامت ازیں زیبا تر
طرفہ حالیست مرا روز و شب اندر غم تو	دل چو دوزخ شدہ سوزاں مژہ چوں دریا تر
شب بکوئے تو شدم نعرہ زناں در یاوا	بلکہ ایں بار ز ہر بار دگر شیدا تر
حال دوشینۂ شوریدۂ ما می پرسی	دوشش رسوا بدم امروز ازاں رسوا تر

۳۹۲ — ۵

دلِ مسکین حسن از عشق تو ناپیدا شد
صبر ازاں غمزدهٔ دل شده ناپیدا تر

شکلے عجبے داری رفتار عجب‌تر
لعلت عجب از لعل تو گفتار عجب‌تر

صفت عجبے می کشی از مورچه گویم
بر بسته کمندے دگر از مار عجب‌تر

یاراں لب خوانخور عجب خیره کشے بود
امسال عجب بینمش از پار عجب‌تر

ایں خشم ز خوے خوش تو بس عجب افتاد
تلخیست ز یاقوت شکر بار عجب‌تر

۳۹۳ — ۷

بے هیچ گنه کشتن همچوں حسنے را
از چرخ عجب دارم و از یار عجب‌تر

اے بهشتے مجلس ما را تو نور
حور از رشک تو دایم در قصور

اے پری روے بنی آدم فریب
نے فرشته ایں صفت دارد نه حور

حور روح مطلق آمد چوں ملک
تو میان این و آں خیر الامور

در وجود من چو می باشی تو مهر
در سرم چوں دیده در دیده چو نور

هم به نیکے تو خواهم داشت چشم
گرچه چوں چشم بداں ام از تو دور

آنچه بر من میرود در غیبتت
گر خدا خواهد بگویم در حضور

۳۹۴ — ۵

وصل تو جوید حسن هذا المحال
کے رسد ملک سلیمانی بمور

اے خال ہندو پیکرت از ترک غارتنا کتر
نامد زہندوستاں گہے ترکے زتو چالاکتر
در کشتن بیچارگاں بے باک می بینم لبت
واں چشم اندک شرم تو بسیار زاں بیباکتر
می گفت امشب بلبلم یارب کہ داند در جہاں
من از تو اندہ گیں ترم یا تو زمن غمناکتر
گفتی کہ از ہر چشمہ آلودۂ دامانِ دل
واللہ کزیں تہمت منم از آب دریا پاکتر

۳۹۵	باشد کہ روزے یا شبے طوفے کنی سوے حسن تا در رہت خاکے شود از خاک غبرا خاکتر	۵

خال تو و حال من ہر دو سیہ ہمچو قیر
قدِ من و ابرویت ہمچو کماں کژ بود
فرق تو و جسم من ہر دو چو ماہ نوست
قہر تو و صبر من تلخ چو زہر آمدست

ذہن من و روئے تو ہر دو چو ماہ منیر
قد تو و قول من راست بود ہمچو تیر
موئے تو و روز من ہر دو چو شب گشت تیر
وصل تو و کام من ہیچ چو امید پیر

۳۹۶	لطف تو عشق من ہمچو فرح جاں فزا حسن تو شعر حسن ہر دو روان دلپذیر	۷

مشو از جائے کہ از تو نشدم جائے دگر
بندۂ روئے توام تا نہ کنی رائے دگر

ہر کہ رویت نگرد کے نگرد سبزہ و گل	اہل فردوس چہ محتاج تمنائے دگر
نیست در سینہ بجز درد تو اندوہ کسے	نیست در شہر بجز عشق تو غوغائے دگر
گر تو یک پائے بدیں سینہ نہی ہم بامید	چشم داریم کہ بر دیدہ نہی پائے دگر
روز بازار سر گیسوئے تو تا باقیست	سود حاصل نتواں کرد بسودائے دگر
با تو صد سال اگر باشم و چیزے نشوم	بہ ازانم کہ بہ ہر چیز شوم جائے دگر

۳۹۷ — گر تو صد بار بخاک افگنی امید حسن
خاک بروے کہ کند جز تو تمنائے دگر — ۷

مشوا ے چشم مردم راز تو نور	بگفت دشمناں از دوستاں دور
مرا گفتی کہ بے من چیست حالت	چہ باشد بے طبیبے حال رنجور
مرا با تو قیامت عشقے افتاد	قیامت کے توانم کرد مستور
الا اے چشم جاں را روشنائی	بچشم خانہ کن نور علی نور
بیا کز دور حسن خویش امروز	تو ہستی و جہانے از تو مخمور
اگر پیدا شوی در قصر فردوس	بگنج باغہا پنہاں شود حور

۳۹۸ — نکردی ہیچ وقتے از حسن یاد
سلیماں را کجا یاد آید از مور — ۹

الا اے ساربان محمل فروگیر	کہ بگسست ایں دل دیوانہ زنجیر
بگو آں ترک ترکش بند ما را	کہ بنواز ایں شکارے را بیک تیر

چو جاناں میرود جاں ہم بروگو
بادبخشید خواہم زندگانی
لب او بوسہ دادم دوش درخواب
شکست آں میر خوباں عرصۂ دل
مرا از شان آں آیت بگویند
بجز خوں خوردنم دیگر غذا نیست

بگو بر ما چنیں رفتست تقدیر
اگر در مرگ خواہد بود تقصیر
تواں دانست و نتواں کرد تعبیر
فراہم از کہ خواہد گشت از میر
برائے خود نیارم کرد تفسیر
تو گوئی دایہ خونم داد با شیر

۳۹۹ — حسن دنبال آں سرو رواں رو
ولیکن در جوانی کے رسد پیر — ۵

ردیف (ز)

جانم ہر آں بلا کہ ز عشق آمدش فراز
گفتی کہ سجدہ میکنی آں روئے را عجب
دل از درت گریختہ ہر سو کہ میرود
دیرست تا بغارت دلہاست زلف تو

از جاں قبول کرد و نکرد از تو احتراز
ہر سو کہ قبلہ یافتم آں سو کنم نماز
زنجیریان زلف تو اش آورند باز
کس و رزد راند ادچنیں رشتۂ دراز

۴۰۰ — بارے بگوئیم ایں غم دل پیش نرگست
با آنکہ نزد مست نشاید کشاد راز — ۷

از پے دیرے رسیدی دیر می آئی ہنوز
سر فدائے پائے تو چندیں چہ می پائی ہنوز

مدتے در انتظار مقدمت بودست جاں
جان مسکیں برلب آمد تو نمی آئی هنوز

یوسف من گرچه چشمم گشت بے رویت سفید
دارم از بوئے خوشت امید بینائی هنوز

چند بے زنجیر زلف خود پریشاں داریم
یا من دیوانه را با قیمت رسوائی هنوز

نے ترا از جمله عالم در دل من جاے بود
عالمے گشتی و در معنی همانجائی هنوز

نغمهٔ هجر تو حلق عشرتم را تلخ کرد
عیش این بیچاره شیریں کن که حلوائی هنوز

۴۰۱

دل شده از دست و جاں پا در رکابست اے عجب
درچنیں حالت حسن را صبر فرمائی هنوز

۷

مئے دوشینه در سرست هنوز
مست خواهم شدن هم اول روز

من چه گویم جهان معنی را
ساقیم صورت جهاں افروز

اے که مغرور میروی زنهار
یار هم مهربانست هم کیں توز

نیست ایں راه راه رعنایاں
برو اے خواجه بندگی آموز

جستجویش بگفتگو نشود
خار از پا بکش دهن بر دوز

بر سر آتشم نهد چو سپند
نیز فرماں همی رسد که مسوز

۴۰۲

اے حسن سرّ خود بروں دادی
مئے دوشینه در سرست هنوز

۵

کجاست همچو تو اندر دو چشم فتاں ناز
هزار حسن در و صد هزار چنداں ناز

اگر ز ناز جفائے کند چه شاید کرد
کشید نیست ز دیده جفا و از جاں ناز

رسید لالہ و لیکن کجاست یا آں لطف
چہ ظلمہاست دراں زلف کافرش یارب

شگفت نرگس و لیکن کجاست با آں ناز
مزید کردہ براں چشم نامسلماں ناز

۴۰۳

حسنؔ ز ناز بتاں سر مپیچ کز عاشق
ہمہ نیاز توقع بود ز جاناں ناز

۷

گر من دل شدہ یکبار ترا یابم باز
عمر فانی شدہ را بوئے بقا یابم باز

دولت آں بود کہ یک روز گذشتے بر من
یارب آں دولت و آں روز کجا یابم باز

دیدہ روشن شودم بار دگر چوں یعقوب
گرچہ تو یوسف غائب شدہ را یابم باز

طمع خلعت خاص تو ندارم اے کاش
از رقیبان تو تشریف جفا یابم باز

چوں شب تیرہ خود عیش مکدر دارم
صبح رویت بنما تا کہ صفا یابم باز

روز و شب قبلۂ من بہر دعا رویش بود
ہم دعائے بکنم کاں بدعا یابم باز

۴۰۴

چوں حسنؔ در غم تو دل بخدا بندم
کہ آنچہ گم کردہ ام از فضل خدا یابم باز

۷

خنہ کہ گل ہمدم صباست ہنوز
سبزہ با آب آشناست ہنوز

از دہان گل و لب بلبل
شاخ با برگ و بانواست ہنوز

خار از گل قبائے رنگیں دوخت
غنچہ در بنداں قباست ہنوز

غنچہ از خشم خویش فارغ شد
مرغ را بیں کہ در دعاست ہنوز

لعل ساغر طلب کہ دُر سحاب
اندک اندک نثار ماست ہنوز

باغ راخانہ گیر گر بتواں	کاب راچہرہ در ہواست ہنوز

۴۰۵ — حسن ازصورتِ خزاں بگذر / دورِ معنی بہار راست ہنوز — ۷

امروز آسماں چو در دل کشاد باز	خورشید وشس کشاد دلم بامداد باز
آیندۂ رسید روندہ نزاز صبا	کورئی دشمناں خبر دوست داد باز
الحق صبا روئے کہ وشس از مبارکی	ہر دل کہ تنگ بود چو غنچہ کشاد باز
یارم کہ بستہ[1] با من روزے حسابِ عہد	عہدے گذشت ومیکنداں روزیاد باز
برخاستہ است باز خلافش زمرد ماں	ایں اتفاق مردمیش چوں فتاد باز
الحمد للہ از غرضے بود در ضمیر	بکشاد قفل آں بکلید مراد باز

۴۰۶ — در باغ خرمی شدہ بلبل صفت حسن / سودا بسان داغ بگوشہ نہاد باز — ۷

دل زجا رفت کہ دلدار نمی آید باز	غم فزوں گشت کہ غمخوار نمی آید باز
دل زہجرانش ہمی باز کند بند از بند	برکہ بندیم کہ دلدار نمی آید باز
یعلم اللہ کہ مرا یار چو جاں بود عزیز	وہ کہ جاں میرود و یار نمی آید باز
چوں برفتے بہ منش باز گزار افتادے	چہ فتادست کہ ایں بار نمی آید باز
یار ہر چند سفر کرد چو گل باز آمد	چیست امسال کہ چوں یار نمی آید باز
پری از من بشد اکنوں من و دیوانگی	صبر بیہودۂ من کار نمی آید باز

[1] یک روز عہد بستہ فراموش کردہ بود۔

۴۰۷	شب من تیره تر از روز حسن شد زیرا ماہِ من ہیچ بدیدار نمی آید باز	۷

دردا کہ من از راحتِ جاں دور شدم باز
جاں رفت و کزاں جان و جہاں دور شدم باز
آں سروِ رواں گشت ہمی نالم از یرا
چوں بلبل ازاں سروِ رواں دور شدم باز
پیوستہ با بروش نظر داشتہ ام راست
وہ وہ کہ چو تیرے ز کماں دور شدم باز
چوں شام و شفق یک بدگر آمدہ نزدیک
ہم صبح صفت جامہ دراں دور شدم باز
با او چو دو لب یک نفسے داشتہ ام وصل
گوئی بسبب زخم زباں دور شدم باز
پروانۂ آں شمع بدم دوش ہمہ شب
امروز چہ آمد کہ ازاں دور شدم باز

۴۰۸	در روئے کسے باز نکردم بجہاں چشم تا چوں حسن از روئے فلاں دور شدم باز	۸

منم امروز عشق ترک طناز	کہ ترکیہاش گہ خشم است و گہ ناز

هزار از ما بیندازد بیک تیر
هزارش همچنیں بادش یک انداز
من از هر رگ نوای زخمهٔ او
شنیدم محتسب گو می شکن ساز
بسا کس کو چو شمع از عشق آن لب
همی سوزد میسر نیستش کاز
مکن ای دل بزلف او تعلق
نشاید بود صرعی را رسن باز
چه خواهی ای حکیم از من درین کار
تو کارِ خود بکام خود بپرداز
به پندارے که داری زهد مفروش
ترا گر ما به خوش میدارد آواز

۴۰۹

حسن را گفتنی از فردا میندیش
تو از انجام ترسی او از آغاز

۶

اے پیوستہ بود ابروے تو با ما کژ
وعدهٔ چشم تو چوں زلف تو سرتا پا کژ
الف قد تو از قد الف راستر ست
ابرویت راست چو دو زلف تو دو طغرا کژ
اے قدِ خوب تو چوں دین مسلماناں راست
طرهٔ کافرِ تو همچو خطِ ترسا کژ
دل چو برگشت ز من من هم ازو برگشتم
تیغ کژ را نتواں ساخت نیام الا کژ
بنشیں یار منی حکم گرانمایه مگن
کعبتین که نشست است بختِ ما کژ

۴۱۰	در رہِ عشق چو رُخ راست روانند ہمہ اے حسنؔ تا تو چو فرزیں نروی زانجا کژ	۷

اے ملک منعم مفلس نواز
از تو پدیدار شدہ عرش و فرش
قطرۂ از ابر عنایت بریز
آنِ خودم کُن نفسے تا کنم
رحمتِ خود رہبرِ ما کُن کہ، ہست
با کرمِ تو دل ما نشکنند

نامہ بنامِ تو تواں کرد باز
ہم توازاں وہم ازیں بے نیاز
بو کہ نمازی شودم یک نماز
از خود وہم از دو جہاں احتراز
مرحلہ بس دُور رہے بس دراز
زانکہ کریمی و شکستہ نواز

۴۱۱	بندہ حسنؔ را کہ امیدش بہ تست کار تو سازی کہ توئی کار ساز	۷

دل بقصدِ بیدلاں داری ہنوز
زاریم بیں چند آزاری ہنوز
کار ما بر ہم زدی و میزند
ترکِ چشمت تیغ قہّاری ہنوز
کردی اشکِ عاشقاں شنگرف فام
ناکشیدہ خطِ زنگاری ہنوز
برطرف نہ مستئ دوشینہ را

جام دیگر کش کہ ہشیاری ہنوز

اے چو بادہ در کشیدی خونِ من
ہم ازاں مے در قدح داری ہنوز

شہرے از انعام عامت تازہ شد
از غریباں یاد می ناری ہنوز

۴۱۲	از وفا دردِ سرت گشتہ حسنؔ تو نگشتہ از جفا کاری ہنوز		۷

بازہ پیکانِ غمزہ کردی تیز	ترک باشد نہ اینچنیں خونریز
یا برآویز جملہ عالم را	یا یکے پردۂ فرو آویز
عشق تو برکشید دستِ ستم	ہر کرا پائے ہست گو بگریز
تا چو لیلےٰ شدی تو ماہِ عرب	من مجنوں خوشم براہِ حجیز
اے دل ار چشم می زنی زبلا	دیدہ بر دوز زیں بلا انگیز
ترک شیریں سوار گو کہ کشم	سر چو فرہاد در سُمِ شبدیز

۴۱۳	حسنؔ آمیختست با دردش زاں سخنہائے اوست درد آمیز	۷

چو گُل را میسر شد اسباب ناز	بیا ساقی اسباب شادی بساز
جگر خوردنِ جانم از حد گزشت	بیاراں جگر پرورِ دلنواز

بخلوت نشیناں خبر دہ کہ ہست
بمے مہر برنہ لبم را ازانک
امام محلہ گلہ می کند
نگویم غم سینہ با دل بلے

درمیکدہ چوں در توبہ باز
حریفاں ملولند قصہ دراز
بت اندر دلم چوں گذارم نماز
نگویند بامست و دیوانہ راز

۴۱۴

نیازے کہ در عشق دارد حسنؔ
کہ داند بجز حضرت بے نیاز

۷

ردیف (س)

اے چہرۂ گلرنگ تو گلزار ہمہ کس
خط گرد عذار تو شبے گیر معتبر
کنجے طلبم با تو پری رو چہ کنم من
درویش ترا جوید نے جنت فردوس
ساقی خس ازاں جام بروں آر و من دہ
در خانۂ پنجاہ مرا عمر چناں رفت

مقصود دلم از گل و گلزار توئی بس
خوے کز رخ خوب تو چکد ماہ شمس
آں طاق سلیمانی و ایوان مقرنس
بیمار شفا خواہد و نے بستر اطلس
تا کور کنم دیدۂ اندوہ بداں خس
چوں تیر کہ از شست جہد رو نکند پس

۴۱۵

از پائے در آمد حسنؔ دست کہ گیرد
جز فضل خداوند تعالیٰ و تقدس

۹

اے ہمہ شب یاد توام ہم نفس
نامدہ با یاد توام یاد کس

خواستمت کرد دریں سینہ جائے	رفتی و از سینہ زفت ایں ہوس
جاں در تو یافت کم تن گرفت	مرغ ہوایت چہ کند ایں قفس
گم شدہ من ماندہ ام از کارواں	قافلہ سالار بجنباں جرس
تا بجفا دست بر آوردہ	پائے نمی آرے ازیں باز پس
یک نفسے ماندہ زما طرفہ آنک	با تو ازیں در نتواں زد نفس
از تو بغیرے چہ شکایت کنم	اے تو ز فریاد بہ فریاد رس
پیش تو ہر فصل کہ خوانم خطاست	اصل ہمہ نظم نظامست بس

۴۱۶	گفتیم از من بگذر اے حسن چوں گذرد از شکرستاں مگس	۷

خواہسم کہ بوسم پائے تو چندانکہ یابم دست رس
اے صبح دولت یکدمے با دوستاں شو ہم نفس
باز آ و بنشیں یکزماں[1] تا بنگرد نظارگی
جمشید ہم خوان گدا سیمرغ مہمانِ مگس
از ما جو برگیری قدم گردد وجود ما عدم
ما ذرہ و تو آفتاب اے تو ہمہ ما ہیچ کس
اے خسروِ خوباں براں عیشے بشیرینی کہ من
رفتم چو فرہاد از جہاں دست تہی سر پر ہوس
از طرف گوئی گہ گہے عین بلا شد چشم من

[1] بنشیں بر ما یکزماں تا بنگرم نظارگی

اے من غلام طرف تو درویش را یک حرف بس
گہ صومعہ سازیم جا گہ مست را بوسیم پا
فریاد ما وا ہسم زما مارا زما فریاد رس

۳۱۷ — ۶

فریاد بیچارہ حسن ہست از جدائی درت
ست عنایت برکشا بشکن بریں بلبل قفس

مشولے خواجہ ازیں پیش گرفتار ہوس — کہ بقائے ندہد مہلت دہ روزہ بکس
فرصت امروز کہ داری نفسے دریاپش — ورنہ خواہد شدن از دست نگہدار النفس
توشہ بردار کہ بر بادیہ خواہی رفتن — تشنہ مگذر کہ رواں میگذرد آب ارس[۱]
گر تو امروز بفریاد ضعیفے نرسی — نرسد روز پسیں نیز بفریاد توکس
کارواں می گذرد یکیک و تو بر سرِ راہ — چوں شترباں شدہ خرسند باواز جرس

۳۱۸ — ۶

گوش کن پند حسن تا کہ زیانے نہ کنی
انگبیں را بچشے تو نگر از کار مگس

خوش آں شیشہ کز و مساز دش کاس — مے اندر وے چو یاقوت اندر الماس
بیا دورے بگردان آسیا وار — کہ حیرانیم ماچوں دانہ در آس
فلک بنگر خدنگ فتنہ در شست — چہ بر خود می نہی بیہودہ پر خاس
مے اندر دہ کہ ما خود میہمانم — نہ نیمہ خشت و یک پرکالہ کرپاس
حریم قدسیاں شد مجلس ما — نہ دیو ایں جا گذر دارد نہ وسواس

[۱] نام رودخانہ ایست کہ از کنار طفلیس و مابین آذربائیجان و ار آن میگذرد ۔ مؤلف

۴۱۹ | جہاں دیدی حسن بگذار و بگذر
چہ داری خانہ صد رخنہ را پاس | ۷

ردیف (ش)

کجائی آخر اے ماہ قصب پوش
مشو غرہ چنیں بر خوبیٔ خود
چو در گفتن نباید حد حسنت
گرم مدہوش از وصل تو ہش دار
چو بخریدی ہنر نادیدہ ما را
خطت برلب چو زنگی دایۂ بیں

مہ نو غرہ ات را حلقہ در گوش
خطت فتنہ است وانگہ[1] بر بنا گوش
ازیں گفتن بباید بود خاموش
کہ ہوش اندر فراقت ماندہ مدہوش
کنوں نا کردہ جرمے باز مفروش
گرفتہ شیر خوارے را در آغوش

۴۲۰ | حسن دل یادگارت داد و خود رفت
مکن آں رفتہ را از دل فراموش | ۸

بیا ساقی طریق ناز را باش
چو یک ذرہ دریں نہ شیشۂ چرخ
ہوا ہائے نوا را مرغ مجلس
اشارت کرد چشم نے سوئے چنگ
بیک می ساخت نے با چنگ حسنت

چو دور عشر تست آغاز را باش
صفائی نیست سنگ انداز را باش
چکاوک ساخت ایں پرواز را باش
کہ ایں پیر جواں آواز را باش
نواز شہائے آں دمساز را باش

[1] در نسخہ دگرگوں

بیا اے وعدہ کردہ لب بریں لب
برآوردی مرا از آب و گل من

چو شمع چند سوزی کاز را باشش
زہے پردہ در آخر راز را باشش

(۴۲۱)

ندیدم گاہ یک گشتی حسن را[۱]
سخن از صد برفت ایجاز را باشش

(۷)

کجاست آنکہ مرا سرمہ بود خاک درش
کہ ہیچ بر من خاکی نمی فتد نظرش

ضعیف و زار شدستم چو ماہ سی روزہ
دریں سہ روز کہ دورم ز روے چوں قمرش

مگر ز غصۂ من شرح داد بود کسے
سہ روز شد کہ نمی یابم از کسے خبرش

گرش بجان و سرم قصد ہا بود واللہ
مرا نباشد سوگند جز بجان و سرش

چہ علم باشدش از زحمت سفر کہ نبود
مگر ز دیدۂ من تا دروں دل سفرش

مرا اگر سفرے اوفتاد یا خطرے
خدائے بادنگہ دار از ہمہ خطرش

(۴۲۲)

حسن کہ بود ز روے بتاں دلش داغی
کنوں ز آتش دل داغہاست بر جگرش

(۷)

اے دل از عشق حبیباں پا مکش
دست ازاں معشوقۂ زیبا مکش

پائے در آمد قندِ کویش خوش است
اگرچہ او سر می کشد تو پا مکش

گفتمش سر می نہم بر خطِ تو
گفت سر در چنبر سودا مکش

خواستم زلفش کشیدن تا کمر
گفت ہے ہے پائے تا اینجا مکش

اے ملامت گو چہ رسوائیست ایں
داغِ دیگر بر دل رسوا مکش

---

[۱] ندیدم یکدمے گشتی حسن را ؛ سخن از حد مبر ایجاز را باشش

مصلحت در گوشش مہجوراں گو		توتیا در چشم نابینا مکش

۴۲۳	چشم گریان حسن بیں دم مزن روز باراں رخت در صحرا مکش	۷

دل کز غمت محروم شد حالے جگر خوں کردمش
چشم از جمالت دور ماند از خانہ بیروں کردمش
اشکے کہ می آمد بروں چوں دُرّ دندانِ تو خوش
ہمچوں درونِ عاشقاں یکبارگی خوں کردمش
عشقت رسید و ملک و دل بگرفت شاہنشاہ شد
عقلم فضولی می نمود از شغل یکسوں کردمش
بختم کہ اختر داشتے از خاک تیرہ تیرہ تر
از خاک بوس درگہت طالع ہمایوں کردمش
شب لا بہا کردم بسے با گیسوے شبرنگ او
واں مار زخمے تازہ زد ہر بار کافسوں کردمش
گفتم طبیب عشق را ہاں جان بیمارم چہ شد
گفتا تپش دیدہ بدی درد سرا فزوں کردمش

۴۲۴	دوش از دہان قایلے در گوشم آمد نام او من از غزلہائے حسن پر در مکنوں کردمش	۷

یوسفے کز خانہ غایب بود در می یابمش	آنکہ بے او بے خبر بودم خبر می یابمش
اے ملامت گر نسیم دوست جانم تازہ کرد	گر ضلالت نام نہی ایں اثر می یابمش
کم مکن بیش اے فلک آں یک جگر گوشہ ز من	اللہ اللہ من بصد خون جگر می یابمش
گیسویش از تار خود میداشت روزم نیرہ تر	امشب آں گیسو شب قدرست در می یابمش
چشمۂ خضرش دہن نطق اندر او جوے بہشت	لاجرم ایں بار بر آب دگر می یابمش
خار خار عشق او خواہم کہ از جاں بر کنم	صبح بر می آید از گل تازہ تر می یابمش

۴۲۵	اے حسن بر چشم مست یار عاشق شد دلت زود دریابش کہ در عین خطر می یابمش	۷

بہ از صد جاں شیریں ست لعل شکر آلودش
چو دل شیریں برد از ما ملامت کے کند سودش
گرفتم آنکہ من فرماں دل بردم بدل دادن
گنہ کردم ولے ایں بے گنہ کشتن کہ فرمودش[1]
دل از چشمش اما نے خواست آں کافر نداد اورا
ز زلفش ہم فغانہا کرد آں ہندو نبخشودش
نکو داند کہ مقصودم جز از وے نیست یک ساعت
بمقصودم نمی خواہد ندانم چیست مقصودش
خوش است آں روے چوں آتش ہمہ عالم از او روشن
ولے ترسم کہ آب از چشمہا بیروں زند دودش

[1] گنہ کردم ولیکن ایں گنہ کردن کہ فرمودش

دلِ یک شہر در ضبطِ مثال حسن او یابی
خصوصاً کز خطِ جاں بخش طغرایے برافزودش

۴۲۶ — حسن بے یار و بے دل آنچناں شد کو نمی داند
کہ روزے دلستانے بود یا وقتے دلے بودش — ۷

تعالی اللہ چہ دولت داشتم دوش
زیار نوش لب کردم قدح نوش

فسون دوستی افسانۂ ناز
ہمہ در گوش گویند ہم در آغوش

چہ گویم آں جمالِ بے بدل را
کہ ہوش از حیرت او بودہ بیہوش

کمند گیسواں افگندہ تا پائے
کمان ابرواں آوردہ تا گوش

فریب آمیز خالے بر زنخداں
بلا آموز خطّے بر بنا گوش

بساطِ حسن افگندہ در آفاق
شہ افلاک را گستردہ سرپوش

۴۲۷ — معنبر کردہ دوشش از زلف مشکیں
حسن امروز کے دریابی آں دوش — ۷

اے بے تو مرا ز دیں فراموش
وز ہمدم و ہمنشیں فراموش

گفتم ز غمت فرو درم جیب
شد دست در آستیں فراموش

گر لعل تو بنگرد سلیماں
حقا کہ کند نگیں فراموش

با زلف و رخت جہانیاں را
شد سنبل و یاسمیں فراموش

گویم سخنے اگر نگردد
با خاطر نازنیں فراموش

یاد آر کہ ہرگزم نکردی	یکبارگی اینچنیں فراموش

۴۲۸	در حسرت حسن تو حسن را دل گم شدہ عقل و دیں فراموش	۷

دل از غم زار شد گو ہمچناں باش	زمن بیزار شد گو ہمچناں باش
در آمد عشق و دست حکم بکشاد	خرد بیکار شد گو ہمچناں باش
ولے کاندک دلیل صحتش بود	زسر بیمار شد گو ہمچناں باش
مقامے کز ریاحیں فرش گل بود	بساطِ خار شد گو ہمچناں باش
بنائے زہد و بنیاد ورع را	خلل بسیار شد گو ہمچناں باش
ہماں خانہ کہ دیرِ طاعتم بود	در خمار شد گو ہمچناں باش

۴۲۹	بعشقم طعن می کردند خلقے حسن ہم یار شد گو ہمچناں باش	۷

جاناز سرزلف نسیمے بصبا بخش	جانے تو ازاں عالم ارواح بما بخش
بکشائے رُخ فرخ و دُرج دہن تنگ	مہرے بغریباں کن و قہرے بگدا بخش
تشریف وفا از تو طمع می تواں داشت	بر عادتِ دیرینہ ہماں نقد جفا بخش
می گفت مرا عشق کہ جاں را کمرے بند	وانگاہ براں کج کلہ و جست قبا بخش
ناگاہ شبے خفتم و دیدم سر خود را	اے بخت ہراں خواب کہ داری تو مرا بخش
ایں عشق یکے واقعہ بود حنداۓ	اے عقل تو دم درکش و مارا بخدا بخش

ا؎ روئے ۲؎ جاں را بہ کمر بند

۵	اے دوست یکے در حسن نظرے کن زاں نرگسِ نوخیز بہ بیمار دوا بخش	۴۳۰

اینک آں سروے کہ من می جستمش
چوں صبا در ہر چمن می جستمش
ایں سہیل اندر دیار ہند بود
من ہماں سوئے یمن می جستمش
بلکہ با من بود آں یوسف مدام
کاش ہم در پیرہن می جستمش
منت بیرونیاں حاجت نبود
گر درون خویشتن می جستمش

۷	خود حسن می گفت کو خواہد رسید من بداں فالِ حسن می جستمش	۴۳۱

روز عید ست از لب یاقوت حلوائے بخش
تشنگانِ ہجر را رحم آور و مائے بخش
چوں ترا ہم در ازل خرمائے شیر آلود ہست
عید وقت تشنگاں را شیر خرمائے بخش
اے ہلال ابرو رخ داری چو عید آراستہ
روزہ داراں راز خوان عید حلوائے بخش
خسرو خوباں شدی تیمار مسکیناں بدار
با ہمہ مستیز جائے قہر کن جائے بخش
چشم نرگس غنچہ لب چوں سبزہ زارے گرد گل[۱]
پردہ از رخ برفگن ما را تماشائے بخش
حیف باشد کاں چناں لبہا نہی بر ہر لبے
ایں طبرزد ہا ہم چون من شکر خائے بخش

۷	در وبائے ہجر تو در ماندہ ام ہمچوں حسن آخر از لعل لبت یاقوت حمرائے بخش	۴۳۲

۱ے چشم نرگس شکل ہمچوں سبزہ داری گرد گل

زلفت که باد بر رخ رخشاں رساندش — ابرے بود که برمه تاباں رساندش
دل پیش دار و از سر زلفت شبے دراز — آں طاقت از کجا که به پایاں رساندش
عاشق امید بر خط سبز تو داشتست — تا آں خضر بچشمهٔ حیواں رساندش
دیوانهٔ که بر پر مورےیش دست نیست — یکبوسه ات بمهر سلیماں رساندش
بستم بآه خود دل خاکی خویش را — هم آه من بگنبد گرداں رساندش
بر دست دل دهم پس ازیں قصهٔ حسن — باشد ببارگاه الغخاں رساندش

۴۳۳	اعظم معز دولت و دیں آنکه روزگار هر آرزو که او طلبد آں رساندش	۵

چه اندازی سوئے دشمن بساں تیرم از ترکش
کماں دار از پے قرباں بسوئے خویشم اندر کش
مرا گویند ترکش کن که آں دلدار بدکیش است
چگونه ترک جاں گیرم نمیگیرد دلم ترکش
بلائے عشقت اے دلبر بلائے محنتم افگند
چو من در لائے هجرانم زلائے محنتم بر کش
خطت را گر خطا گفتم که مشک نافه چینست
غلط گفتم خطا کردم خطے گرد خطا در کش

۴۳۴	حسن گر عشق میورزی چرا سر میکشی بارے لوائے عشق جاناں را ز بام عرش بر تر کش	۷

ردیف (ط)

اے درمیان دائرہ مانندۂ نقط / تا نقطہ نیست دائرہ رانیست دورخط
حرفے کہ سر ہر دو جہاں مندرج در وست / آں حرف ذات تست تو در خود مشو غلط
اول جواہرے کہ زانوار شد پدید / ذاتِ تو بود تا بدم آخر و وسط
ہر کس کہ ماند بے خبر از ذات خویشتن / واژوں چو دیو گشت و شد ایں موجب سخط
در بحرِ معرفت کہ محیطے است پر ز دُر / جہدے نمائے تا کہ شناور شوی چو بط
در نیستی سمندر ازیں نار کن حذر / زیرا کہ تاب ماہ نمی آورد شمط

۴۳۵
خاموش یکزماں منشیں اے حسن تو ہیچ / میکن بیان جوہر انساں بریں نمط
۷

ردیف (ع)

دل ز ما برداشت جاناں الوداع / جاں بدو دادی ترا اے جاں الوداع
یاسمن رفت اے سمن زار الفراق / گل سفر کرد اے گلستاں الوداع
کاروان مصر یوسف را ببرد / الوداع اے پیر کنعاں الوداع
خاتمے کا قبال بروے ختم بود / دیو بر بود اے سلیماں الوداع
خط عمر از لوح جانم شستہ شد / اے قرینانِ دبستاں الوداع
مہر خاموشی بریں لب مے نہند / اے سخن گویانِ گیہاں الوداع

۴۳۶

دوستاں رفتند و ما پا در رکاب
اے حسن دستے بدہ ہاں الوداع

۵

دوشش خوں ریختم از دیدہ بہنگام وداع
آنکہ صد شور و شغب میکند از سختی مرگ
ہر کہ در کام کند شکرے از عیش و نشاط
چوں برفتم بوداعت دل و دین با تو برفت

دیدہ شد عاقبتم در سر ایام وداع
نچشیدست مگر جرعۂ از جام وداع
بشکند کام بنا کام بہنگام وداع
آخر الامر ہمینست سر انجام وداع

۴۳۷

از وداع تو حسن نامزد موج بلاست
وہ چہ بودے کہ نبودے بجہاں نام وداع

۶

ردیف (غ)

اے تو اندر دیدہ چوں در شب چراغ
چشم تو در غمزہ ترکے با خدنگ
خط سبزت را چگویم گوییا
پیش روے چوں گلت بیروں کند
حسن مادر زاد تو دادہ ترا

ماہ را از غیرتت بر سینہ داغ
زلف تو بر روے دزدے با چراغ
سبزۂ رستست گرداگرد باغ
غنچہ ہر بادے کہ دارد در دماغ
از تکلفہاے مشاطہ فراغ

۴۳۸

خال تو حال حسن را تیرہ کرد
بر چناں بلبل نشاید جور زاغ

۷

ردیف (ق)

کارم به جاں رسید همینست کار عشق
سر رفت و هم نمیرود از سر خمار عشق

بدکرد روزگار مرا عشق نیکواں
یارب ازیں بتر نشود روزگار عشق

مادر بزاد و دایه عشقم بپرورید
خوں بود شیر خوردنم اندر کنار عشق

اے گورکن فراخ ترک ساز گور من
با من بس است اندوه و غم یادگار عشق

ناید فرو بمنزل مقصود محملش
اشتر دلے که او بکشیدست بار عشق

اشکے چو لاله دارم و روئے چو زرد گل
آرے همیں شگوفه دهد نوبهار عشق

۴۳۹ — ۵

تا کے هوس کنی گل و گلزار اے حسن
خارے طلب که ره کند رت خار عشق

ردیف (ک)

دوشش درآمد از درم آمدن نهان ترک
از گل تازه تازه تر ز آب رواں رواں ترک

شکل قدش چو سرو و نو رنگ رخش چو برگ گل
غنچه صفت جواں تر و بلکه از و جواں ترک

زلف سیاه پاکشاں روئے سفید عرق خے
جیب ز باد واشده چشم ز مے حیاں ترک

گفتمش اے نگار من گر سخنی نمی کنی
کوری آں رقیب را یک نظری نهان ترک

۴۴۰ — ۷

گفت بخنده اے حسن کے بر تو کشیدمے
گر نه بُدے سوئے تو ام خاطر کے کشاں ترک

ردیف (گ)

ازدہانت چہ چشم دارم رنگ | کہ دہانت چو چشمت آمد تنگ
گرچہ تنگیست لیکن اندروے | از شکر تنگ دیدہ ام بر تنگ
دہ کہ میداں فراخ یافتۂ | رخش را چابکانہ برکش تنگ
پیش رویت کہ زہرہ را ماند | ماند میزاں نیکواں بے سنگ
کار عشاق بے نوازش تو | کج بماندست راست ہمچوں چنگ
عاشقان تو زخمہا خوردہ | ہم بسوئے تو میکنند آہنگ

(۴۴۱) حسن آنجا رسید نتوانست | راہ بس دور بود و مرکب لنگ (۹)

صبح چوں می زنددم نیرنگ | می یک رنگ خواہ چند درنگ
خور مے صبح رنگ بہ کہ کشید | صبح زنگے زحقۂ نیرنگ
وقت صبحست خوش بود ایں وقت | باد خوش بوئے و بادۂ خوش رنگ
ساقیا عیش زنگیانہ بساز | دل چہ داری چو چشم ترکاں تنگ
خیز داہنگ بزم کن اینک | نائے مطرب بساز کرد آہنگ
باد اندر بروت دارد نائے | ننگرد ہیچ در تواضع چنگ
چنگی از بہر دام مجلس را | بگر بیاں چنگ در زدہ چنگ
دف کہ در دور خویش آئینہ ایست | بردہ از طبع دردنوشاں زنگ

۴۴۲	هر زمانے حسن زکشتی بزم بحرے اندر کشیدہ ہمچو نہنگ	۵

ردیف (ل)

خمے از عنبر تر مر ترا خال
میانِ ہر دو زلفت فرق دیدم
لبت را یارب آں کنجد چہ زیبا ست
مرا آں خال مادر زاد تو کشت

خطِ مشکیں زیادت کردہ با خال
ندیدم فرقے از خطِ[1] تو تا خال
چناں کاں روے گندم گون را خال
چنیں ہا مادرت فرمود یا خال

۴۴۳	حسن چوں خال شد از تو سیہ پوش مدار از روےِ خوب خود جدا خال	۵

خط تو ز عنبر خطیست بر گُل
جُز بر دلِ من نیست بار ہجرت
بس طرفہ طریقست عشق بازی
بسیار نوشتہ ام حدیث خوباں

اے خادم خط تو گشتہ سنبل
بنگر کہ چہ حد باشد ایں تأمل
تا چند تواں زیست بر تحمل
شستم ہمہ جزو ہا کنوں گُل

۴۴۴	باری چو رود نظم را تفکر در مدح شہنشہ کنم تامل	۷

[1] زلف

اے کہ از سبزہ نہادی دام گل — تازہ می دارد رُخ تو نام گل
این نہ خط خوانم کہ بر طرف چمن — موئے در مو بافتستی دام گل
آستین از روے زیبا دُور کُن — جامہ حاجت نیست بر اندام گل
گفت وگویم از ہوائے تست باز — مرغ ہنگامہ کند ہنگام گل
ذوق لعلت از یکے دہ شد بلے — مے گوارا تر بود ایام گل
عارضت صف سمن خواہد درید — زاں بچوب اندر کشند اعلام گل

۴۴۵

عاشق گلگوں رخت چوں شد حسن
اینک اینک گونہ زر فام گل

۷

اے دادہ بتو ہمہ جہاں دل — از دست فراق تو بجاں دل
گر نیست دلت ز سنگ خارا — بر بندہ چہ میکنی گراں دل
دل می طلبی وگرچہ خوں شد — از دیدہ ہمی وہم رواں دل
یک روز میاں بزلف بستی — گمراہ شد اندراں میاں دل
بنگر چہ خوش آمد اں سوادش — کز زلف تو ساخت خانماں دل
گر دست رسد توانم آورد — از زلف خوش تو موکشاں دل

۴۴۶

بشنو ز حسن حدیث دردش
اے یار قدیم مہرباں دل

۷

اے در کمال حُسن تو حیراں شدہ عقول — در سینہا عزیزی و در دیدہا قبول

بر جبههٔ تو آیت رحمت نوشته اند — اے بخت آں کسے کہ تو بروے کنی نزول
عشقت خراب کرد دلم ہمچنیں بود — ہر گہ کہ بادشہ بدیارے کند دخول
ز من شکایت آید و نز تو فروتنی — تو چو سپہر سرکش و من چوں زمیں حمول
مارا غم تو کشت و نگفتیم قصہ باز — ماکشتہ بہ کہ طبع لطیفت شود ملول
بارِ امانتِ تو ز سر کے نہم فرد — گر نام من ظلوم کنی یا لقب جہول

۴۴۷
گر بشنوی حدیث حسن ورنہ ناتمام
گفتیم و جز بلاغ نباشد علی الرسول
۷

چنیں یکبارہ مشکیں زلف مفتول — کہ زیر ہر شکن شہریست مقتول
ز گریہ چشمِ من تیرہ شد آرے — بشستن کے شود آئینہ مصقول
ز چندیں خوں کہ کردی نوشِ چوں شہد — نشد شہد از لبِ نوشینت مغسول
کند صد صنعت اندر بیت خود نحل — ولے معنی او از تست منحول
رخت ہم آتش آمد ہم گلستاں — بمعجزہا نشاید جست معقول
دراں خلوت کہ محرابم تو باشی — باستغفار نتواں بود مشغول

۴۴۸
حسن را قابلِ اسرار خواندی
ہمیشہ قابل تو باد مقبول
۷

اے رُخ چو ماہ تو دادہ جہاں را جمال — از در تو دور باد آفت عین الکمال
عید نکردیم ما پردہ ز رُخ برفگن — عید بنا گوش تست گوشۂ ابرو ہلال

روئے چہ پوشی ازانک بے تو جہاں نیست ہیچ ‌ ‌ چشم جہاں روئے تست مردمک دیدہ حال

کوئے تو جویم نہ باغ، اینک نعم البدل ‌ ‌ روئے تو خواہم نہ گل اینک حسن السوال

گفتیم اے دوست رو مصلحتے پیش گیر ‌ ‌ دوستیٔ تو بست مملکت بے زوال

مفتیٔ عشق تو باز ایں چہ روایت کند ‌ ‌ کردہ وصالت حرام خون جہانے حلال

(۴۴۹)

گر تو بدانی کہ چیست عاقبتِ عاشقاں

حال حسنؔ بیں نخست بگزر ازیں حسب حال

(۷)

برانیم با کارواں یک دو منزل ‌ ‌ وداع عزیزاں رسانیدنِ دل

شبے عیش نا راندہ راندند جملہ ‌ ‌ یکے عہد نابستہ بستند محمل

زہے دور ناخوش زہے بخت سرکش ‌ ‌ زہے سوز مہلک زہے دور مشکل

ہمیں بود از نقد ایام باقی ‌ ‌ ہمیں بود از وجہ[1] امید واصل

منم ز آتش سینہ و آب دیدہ ‌ ‌ گہے دست بر دل گہے پائے در گل

میسر نشد یک سجود وداعی ‌ ‌ چواں قبلۂ من برفت از مقابل

(۴۵۰)

حسنؔ چند سیارۂ اشک رانی

نہ مہ را طریقست منزل بمنزل

(۹)

زہے طراوت حسنؔ زہے مزید جمال ‌ ‌ ملاحتے بتمامے لطافتے بکمال

زمشک دائرہ جیم کرد صفحۂ سیم ‌ ‌ بجائے نقطہ دراں جیم جائے یافتہ خال

اسیر غمزۂ شوخ تو شد دل تنگم ‌ ‌ شدہ ضعیف گرفتار شحنۂ قتال

[1] از وجہ ایام حاصل

دل منست بچوگانت خوئے کرده چوگوئے — رسیده هر طرفش کوب و گشته حال بحال
غلو مکن بهلاکم که ذوق می نه دهد — چو من شکارے و چون تو سوار در دنبال
بیار یک قدح اے نور چشم مشتاقاں — ولے چو چشم من از خون دیده مالامال
ستاره بارئ چشمم چو دید گفت حکیم — که حکم طالع باراں مقررست امسال
مرا همی نخرد هیچ کس بیازارے — غلام راهزنے نه چه عیب بردلال

۴۵۱

زنالهائے حسن خلق گریست هرکه شنید
چگونه حکم کنم زخم خورده راکه منال

۷

شمائل تو لطیفست و صورتت مقبول — مباد جز تو مرا دل بدیگرے مشغول
اگر قبول بیفتد ترا ارادت من — ز نجم از تو که هم قابلی و هم مقبول
چو نامهٔ تو بخواندم هزار بوسه زدم — هزار بوسهٔ دیگر بدست و پائے رسول
ز زندگانئ من بے تو خلق حیرانند — که بے وسیلهٔ جاں نیست زیستن معقول
وجود تو یکے آیت است از رحمت — امید کایں طرفش باشد اتفاق نزول
امید آنکه شود با حصول دیدارت — مراد هر دمه جاں حاصل و غرض محصول

۴۵۲

ز دست عشق چناں عاجزست عقل حسن
که پیش شحنهٔ جبار عامل معزول

۷

ایں منم کز تو سلامے بمن آورد رسول — تازه تر کرد هوائے من و امید وصول
نامه آورد رسول تو و من از شادی — گه سر نامه همی بوسم و گه پائے رسول

گرجوابے ننویسم کرمت بسیارست	فضل کن ہر چہ ترا در نظر آید ز فضول
من خود از شوق تو پیچیده سرم چوں نامہ	تن نالاں چو قلم از کشش عشق طول
روئے خود ساختہ ام صفحہ بجائے کاغذ	عذر قرطاس بود نزد کریماں مقبول
قلم از نوک مژہ کردہ سیاہی از چشم	ہمہ شب شرح غمت را بکتابت مشغول

۴۵۳

گفتیم حال حسن چیست ز اقبال غمت
کار بر حسب مرادست غرضہا محصول

۹

بارہا گفتم بخواہم گفت وصف آں جمال
نے خیال است ایں نیاید حسن او اندر خیال

ماہ خوبانست و در ہر خانہ کو منزل کند
ہیچ اندیشہ نباشد با چناں سر از وبال

مہر اگر یک روز مہر خود بنام او زند
کس نہ بیند بیش ملک نیمروزش را زوال

عاشقاں را ضربت معشوق در کار آورد
گوئے را بر زخمہ چوگاں ہمی بینیم حال

ایں چہ پیدا دست کاندر مجلس ما میرود
دل مغنی دزد و طنبور یابد گوشمال

لیلے اندر قافلہ بس تند می راند شتر
کاروانے در جل حیران و مجنوں درجال

اے صبا بکشا نقاب از صفحۂ رویش یکے
فال ما فرخندہ کُن زاں آیتِ فرخندہ فال

از فراق او غمے بر سینہ دارم ہمچو کوہ
کوہ ہم نتواند ایں غم را نمودن احتمال

۴۵۴	اے حسن دستِ تو در فتراک وصلش کے رسد ایں طرف فقر قوی آں سو غنائے باکمال	۷

دی گذر کردم بہ صحرائے کہ بدماوائے گل
بلبل آسا شد دلم اندر سر و سودائے گُل

بلبلاں دیدم بر آوردہ فغاں بایک دگر
از سرستی و بیہوشی دراں صحرائے گُل

نالہ چوں بلبل بر آوردم کہ بود اندر دلم
یاد روئے یار چوں دیدم رُخِ زیبائے گُل

ہمچو گل در غنچہ رُو از من نہاں کرد آں نگار
ورنہ باروئیش کجا بودے مرا پروائے گُل

ہر کہ خواہد کو بہ بیند چہرۂ زیبائے یار
گو بیا اکنوں و بنگر چہرۂ[1] زیبائے گل

گر نہ گل در جست و جوئے رُوئے یارم آمدست
پس چرا رفتست چندیں خار اندر پائے گل

[1] چہرہ دسیائے

۴۵۵	اے حسن چہ جائے گلزار ست چوں بلبل بناں زانکہ باغ آراستست از روئے شہر آرائے گل	۷

ردیف (م)

مرا کاشب توئی ہمراز و ہمدم — بروں زدے خواب ما خیمہ زعالم
تو مے می نوشی و من در خمارت — تو از شادی نمی خسپی من از غم
زعشق آں رخ چوں آفتابت — چو صبح اینک شمردہ میزنم دم
چگونہ آدمی حیراں نماند — پری پیدا شدہ از نسل آدم
چہ زلفست ایں چو شام تیرہ کن — کہ یک روزش نمی بینم فراہم
کجائی اے بہشت ایں جہانی — فدایت ایں جہان و آنجہاں ہم

۴۵۶	حسن از آستانت ماندہ محروم نشد سگ در حریم کعبہ محرم	۷

چیست مطلوب تو تا از سرآں برخیزم — در بجاں حکم کنی از سرجاں برخیزم
اندریں رستہ دکانیست مرا از طاعت — گر نہ سودائے تو باشد ز دکاں برخیزم
یک جہاں طعنہ زنندم کہ نشینی بیکار — گر تو دستے بدہی از دو جہاں برخیزم
بے تو از دنیا و عقبے چو نخیزد چیزے — تو بیا تا ہم ازیں و ہم ازاں برخیزم
سوئے گور حسن اگر بگذری اے سرو رواں — سرو تو بنگرم از دور و رواں برخیزم
اگر از زمزمہ عشق تو در نفخۂ صور — نیم بانگے شنوم رقص کناں برخیزم

؎ بروں زن خواب گر خیمہ زعالم

۴۵۷	درونے از درد بہ بر سر من بندہ حسن تا ازیں زہد فروشی زباں برخیزم	۵

صورتِ جاں فزات می بینم	جان خود خاک پات می بینم
از خوشی عید خوانمت شاید	کہ بسے روز ہا ت می بینم
تا نہ بینی ندانیم خرسند	اگرچہ چندیں جفات می بینم
نظر از چشم او بدوز دلا	کہ بعین بلات می بینم

۴۵۸	نشنیدی حسن نصیحت من چہ کنم مبتلات می بینم	۷

سرگرداں کہ خاک پائے توام	عہد مشکن کہ در وفائے توام
تا تو چوں آسماں شدی سرکش	من زمیں وار خاک پائے توام
تا تو سلطان آرزو بخشی	من بصد آرزو گدائے توام
چند بیگانگی کنی آخر	می شناسی کہ آشنائے توام
گر نہ رایت بود نیارم زلیست	من کہ خود زندہ ام برائے توام
گر اجابت کنی دعائے کسے	من شب و روز در دعائے توام

۴۵۹	از درت دور نیستم چو حسن چہ تواں کرد مبتلائے توام	۷

دلم خوں شد ندانم با کہ گویم	چہ دل کز دل بجانم با کہ گویم

نہ در کویش رہ و نے بر درش بار
مراز اشکال و صلش می بپرسند
سخن در وصف زلفش خواستم گفت
کمرگاهش صفت می خواستم کرد
حدیث آں دہاں خود ہیچ حالے

چنیں بے خانمانم باکہ گویم
من ایں مشکل ندانم باکہ گویم
گرہ شد بر زبانم باکہ گویم
غلط رفت ازمیانم باکہ گویم
نگنجد در دہانم باکہ گویم

۴۶۰

حسن را چارہ خواہم ساخت می گفت
من بیچارہ آنم باکہ گویم

۷

اے مرغ بنال تا بنالیم
از دوستیٔ ہوا تو نالی
تو بہر وصال گل زنی پر
میدان فراق راشدہ گوئے
تو یافتۂ جمال محبوب
نو ساختۂ ہزار دستاں

از اختر خویش در وبالیم
ما ہم بہوائے دوست نالیم
ما زیر پر فراق بالیم
انگاہ مپرس در چہ حالیم
ما گم شدگان آں جمالیم
ما سوختگاں ہنوز لالیم

۴۶۱

ما و حسن و نوا و نالہ
اے مرغ بنال تا بنالیم

۷

بیاکہ تا تو برفتی زخویشتن رفتم
تو ہمچو یوسفی در مصر حسن خود باقی

مرا آمدنت شاد کن کہ من رفتم
کہ من ز بیت الاحزان خویشتن رفتم

لب تو باز زباں بند کردہ بود مرا
رخت اگرچہ گلے بود از چمن بہ بود
چو لالۂ و گل خنداں نہاد عشقم خار
مرا نہ چوں سخن خود رواں ہمی کردی

دو عید رفت ہماں مہر بر دہن رفتم
من ارچہ بلبل بودم ازیں چمن رفتم
کہ سوختہ دل و آلودہ پیرہن رفتم
رواست اینک من ہم براں سخن رفتم

۴۶۲
رواج شہر تو از بودن حسن بودست
حسن چو رفت من اندر پے حسن رفتم
۷

قرار و عہد تو ایں بود من ندانستم
ہمہ سخن چو دل خویش سخت می گوئی
چو دل بدادم و جاں لا الہ الا اللہ
گمان وصل ترا خواستم کشید ولے
دل ایں قیام ترا در گماں ہمی دانست
دمِ دفات زدم ہمچو صبح صادق آہ

نوید مہر تو کیں بود من ندانستم
دل تو سخت چنیں بود من ندانستم
جزاے ایں ہمہ ایں بود من ندانستم
فراق تو بہمیں بود من ندانستم
گماں نبود یقیں بود من ندانستم
دمے کہ باز پسیں بود من ندانستم

۴۶۳
حسن کہ دل بتو بخشید وپیش ہم بردی
بلے دل تو بدیں بود من ندانستم
۷

اے گل بیا کہ از چو توئے دور ماندہ ایم
تا باز چوں بہشت شدست از تو گلستاں
در موسمے کہ سنگ ز لالہ نشاں گرفت

بے روے گل فشانت گلابے فشاندہ ایم
ما از گل بہشتی خود دور ماندہ ایم
داغے چو لالہ بر رخ خونیں نشاندہ ایم

مرغاں برسمِ خویش چمن خانہ ساخت باز   ما در سفر کہ رسم نبود ست ماندہ ایم
تا گل بباغ دفتر پارینہ باز کرد   ما ہیچ حرف از ورقِ آں نخواندہ ایم
سر بر زدہ چو سبزہ زمیداں بیاد دوست   رخشِ دل از درِ ہمہ بیروں جہاندہ ایم

۴۶۴   **۷**

زو گرچہ پرسشے نرسد ما حسنؔ صفت
ہر دم بدستِ باد سلامے رساندہ ایم

از من چہ گنہ آمدکت یاد نمی آیم   در بندِ فراقِ تو آزاد نمی آیم
گر تو ز دریاری بیداد کنی میکن   من بر درِ تو بارے بے داد نمی آیم
اندر رہِ عشقِ تو خوں جگرم زاد ست   انصاف کہ از خانہ بے زاد نمی آیم
تا تو دہن از پرسش چوں غنچہ فروبستی   شب نیست کہ در کویت چوں باد نمی آیم
تشریفِ سلامِ تو در بست نشد حاصل   دل کوفتہ کردستی تا یاد نمی آیم
با خستہ تنے در ہم می آمدے گہ گہ   آں لاشہ ہم از محنت افتاد نمی آیم

۴۶۵   **۷**

گفتی چو حسنؔ بر من چوں شاد نمی آئی
من غمزدۂ عشقم چوں شاد نمی آیم

ما بجاناں زندہ می باشیم از جاں فارغیم   خاک کویش یافتیم از آبِ حیواں فارغیم
جاں فدائے دوست شد از دشمناں باکے نماند   از کہ اندیشیم چوں ز اندیشۂ جاں فارغیم
دوست میدانیم بس کعبہ چہ باشد دیر چہ   ما قلندر پیشہ ایم از کفر و ایماں فارغیم
گر تو زیں[1] کلبہ گلہ داری برو از ما امیر   کز عطائے پادشاہ و منع[2] درباں فارغیم

؎ گر بدرگاہ بزرگاں میروی بگذر زما   ؎ جور

عشق دارم در درون از طعن بیباکان چه باک
کشت ما را گر دعا میخوانی ای زاهد مخوان

نوح داریم آشنا از موج طوفان فارغیم
ما بدیده نم کنیم از ابر باران فارغیم

۴۶۶

عقل و جان یار چنین رادور می دارد ز ما
ما حسن را یار خود کردیم زیشان فارغیم

۵

باز بکوی تو وطن میکنم
دوش سه بوسه زده ام بر درت
دی سخن از وصف تو کردم بسی
پسته دهن گفتمت اینک بعذر

داغ غمت بر دل و تن میکنم
این چه دلیریست که من میکنم
بهر خدا این چه سخن میکنم
خاک خجالت بدهن میکنم

۴۶۷

گر تو بزنجیر قبولم کشی
پیشکش است جان حسن میکنم

۵

جفا مکن که من از جان سر وفای تو دارم
خرد که از سر فکرت رموز غیب شناسد
گرت به پیش کشم جان مرا ز خود زیرا
چو خاک پای تو گشتم بجای من کرمی کن

بیا که هر چه که دارم همه برای تو دارم
اگر تو عیب نگیری نثار پای تو دارم
که این متاع که هم از عطای تو دارم
بخاک پای تو گر من کسی بجای تو دارم

۴۶۸

تو پادشاه جهانی حسن گدای در تو
من این گلیم قناعت ازان گدای تو دارم

۷

یاران حسن

امروز چہ روزیست کہ از روئے تو دورم — از موی چو موئے شدم از ضعف چو مورم

ہر بار نمازے کہ ادا می کنم امروز — واللہ چو تو غائب شدہ نیست حضورم

اصحاب محبت را با صبر چہ نسبت — اے وائے بمن گر چو تو محبوب صبورم

بے زلف رخت خود بکشم من کہ بصد جاں — دیوانۂ زنجیرم و پروانۂ نورم

با طلعت و گیسوئے تو خود یاد نیاید — نہ طارم فردوس و نہ از طرۂ حورم

بوسے بلب جام زنی در دہنم ریز — تا بوئے بہشت آید ازیں فسق و فجورم

۴۶۹

نزدیک بمردن شدہ ام چوں حسن امروز
دور از تو چو از صورت زیبائے تو دورم

۷

پنج روزیست کہ در کشش مدۂ ہجرانم — دل کہ از دست بتاں بردہ بدم می مانم

تا ازاں راحت جاں دور فتادم افتاد — آتشے در دل آوارگی در جانم

او چو کعبہ بحرم ساکن و من گم شدہ دل — مدتے شد کہ دریں بادیہ سرگردانم

بارہا خواستہ ام وصف جمالش کردن — سالہا رفت کہ در صورت او حیرانم

آفتابیست کہ آسیب زوالش نرسد — وہ من سوختہ بر سایۂ او لرزانم

اے دم صبح توانی کہ دعائے بدمی — آں لبے را کہ برو بوسہ زدن نتوانم

۴۷۰

من ندانم کہ سلام حسن آنجا کہ برد
ایں کرم کس نکند ہم تو کنی می دانم

۷

دریں شش روز کز روئے تو فردم — گذشت از ہفت چرخ آہنگ دردم

نخوردم آب جز از چشمۂ چشم
ز رنگ آمیزی عشق بتاں بیں
نہ عاشق گرد راہ دوست باشد
سحاب ادرار جوئے آب چشم
بخار ہجر عشق آہ بخت ذیلم

دریں غربت ہمیں بود آب خوردم
سرشک لعل بر رخسار زردم
من ار گردم بکوئے دوست گردم
صبا اجری کستان آہ سردم
بدست خون و باد افتاد بُردم

۴۷۱

حسن را قصۂ محنت درازست
من ایں قطعہ ہمیں جا ختم کردم

۵

ہفت روز از تف ہجراں دل چو دوزخ تافتم
روز ہشتم رہ بصدر ہشت جنت یافتم
بر بساط حسن معشوق ار بیا آمد کسے
من چو بیدق کو شود فرزیں بسر بشتافتم
تا ز بازوئے خودم بالیں نہاداں دلستاں
بازو غنم را بزور نئے غنمی بر تافتم
تارِ زلف او چو چنگ از پائے تا سر شاخ شاخ
خویشتن چوں شانہ با گیسوئے او در بافتم

۴۷۲

گر حسن سرے نگہ میدارد او میدار گو
من ز مستی انچہ در دل داشتم بشگافتم

۷

ل بدست عشق و ہجر آویختم دل
ے ہیچو
ے من اینجا ہم سخن را ختم کردم
ے منعی

اے بخونم رائے کردہ من برائے تو خوشم
باخوشی و ناخوشی من بارضائے تو خوشم

تو زدہ در کشتنم رائے و خرد گوید گریز
من بتدبیر خرد ناخوش برائے تو خوشم

یک خوشی ناوردہ بختم گرچہ از ادبار من
گو میاور من باقبال جفائے تو خوشم

تو بخندہ ہمچو گل خوش باش زیرا من چو ابر
گرچہ غرق گریہ ام ہم درہوائے تو خوشم

گر سر افرازاں بتاج زر سر افرازی کنند
خاکپائے تو کہ من باخاکپائے تو خوشم

ہر کہ میرد صوفیاں گویند اندر پردہ شد
من بہر پردہ کہ باشم با نوائے تو خوشم

۲۷۳

گر کشی بندہ حسن را چوں حسین کربلا
ہم بحق حق من خود در بلائے تو خوشم

۷

ترک من نازمی کند چہ کنم
چشم ترکانہ اش بہر غمزہ
ناوک اندازمی کند چہ کنم
سرو او سر براستی دارد
سرکشی نازمی کند چہ کنم
درس من عشق اوست مشک خطش
کشف ایں رازمی کند چہ کنم

ترکی آغازمی کند چہ کنم

ہر زماں بہر قصد مرغ خرد	چشم را بازمی کنند چہ کنم
دل چوں شمع سوختہ زلبش	ہوس کازمی کنند چہ کنم

۴۷۴

بر حسن کو بزخمہ اشں خو کرد
خوی بد بسازمی کند چہ کنم

۷

تو خوش خوش چو گل خندہ زن کاں منم	کہ چوں ابر پر قطرہ شد دامنم
بن پای اے چشمہ خضر روی	کہ طوفان تو حیست پیرامنم
تو گیسو فشاندی ندانم کہ گشت	پری یا خود آسیب اہریمنم
دلم تا بزلفت فرود آمدست	شد اندر دم اژدہا مامنم
ز صبرم جوی گاہ برگے نماند	چو آتش زد ایں عشق در خرمنم
من ایں عشق را خود کشیدم بخود	چہ تدبیر چوں فتنۂ من منم

۴۷۵

حسن را گر از تو ملامت کنند
من آں دوست را بدتریں دشمنم

۹

دل خو گرفت بر درت آیا کجا روم	از خویش دور میکشیم تا کجا روم
عالم ز شرق و غرب بفرماں ورای تست	اے ماہ روی ہم تو بگو تا کجا روم
یاراں ہمی روند تماشای باغ و گل	من صورت تو دیدہ تماشا کجا روم
گہ گہ بطنز گوی کز پیش من برو	جان و دلم تو داری تنہا کجا روم
راہے دراز و منزل مقصود ناپدید	نے رہبری نہ قافلہ پیدا کجا روم

خلقے برائے حاجت خود کعبہ می روند	من ہم ہوس کنیم کہ آیا کجا روم
سلطان علائے دولت دیں کہ بہ منت	ایں جا سرے ہمی نہم آنجا کجا روم
دست مبارکش بسخا گنج گوہر ست	گنج گہر گذاشتہ دریا کجا روم

۴۷۶	گوید حسن کہ من در جاناں گرفتہ ام آساں ز آستانۂ والا کجا روم	۷

مے کجا تا شکر آب جگرش گردانم	از پیچ دست خورم و ز دگرش گردانم
رنگ مے ہمچو جگر راحت جانست ولے	بخورم راحت جان و جگرش گردانم
عقل کز غیب خبرہا دہدم میداند	کہ بیک جرعۂ مے بیخبرش گردانم
جام شادی ہمہ برروئے الغخاں امروز	بہترش نوش کنم بیشترش گردانم
ہر کسے خدمتے آرد من مفلس چہ کنم	دیدۂ خویش فدائے نظرش گردانم
بامیدے کہ اگر بر سر من پائے نہد	سر خود را بجیل خاک درش گردانم

۴۷۷	یک غلامیست حسن نام و درونے ناخوش گر قبول از تو فتد گرد سرش گردانم	۷

ما مستی عشق تازہ کردیم	زاں جرعہ کہ از لب تو خوردیم
اکنوں کہ تو خط خود نمودی	ما نامہ زہد در نوردیم
ہر گہ کہ تو در شکار باشی	ما در قدم سگانت گردیم
اے مہ کہ سر تو سبز بادا	دریاب کہ آفتاب زردیم

ے تو در طلب شکار گردی

تو طبل نشاط خود فرو کوب مستی چه کنی بسے نماند است	ما نوبت خود تمام کردیم کز دور غمت خراب گردیم

۴۷۸

تو شاد بماں کہ ما حسنؔ وار
دور از در تو اسیر دردیم

۷

گر تو برانی بہ تیغ از تو سپر بفگنم بر نکنم دل ز تو در بخلاف توام غم نخورم ور مرا جائے بدوزخ کنند گر نفسے از جور تو دم زدہ باشم چونے راست چو چنگم کہ رگ راست نہادم بعشق چوں تو زنی غمزہ تقوی من ضائع است	ور بخذنگم زنی دست تو بوسہ زنم موئے بر آید ز پوست پوست ز تن بر کنم سلسلہ ہا را چہ باک طوق تو در گردنم باد بر دز جزا چنگ تو در دامنم نالہ بروں آمدہ از رگ و رگ در تنم تیر تو تیز ست سخت بگذرد از جوشنم

۴۷۹

عشق بتے داشتم آں صنم اینک توئی
قصد حسن داشتی آں حسنؔ اینک منم

۵

بکشائے در رحمت تا خاک درت گردم پروانہ منم امشب بر شمع رخ خوبت از مار سر زلفت گر ایمنے[۱] باشد تا جاں بودم در تن باشم سگ کوے تو	ایں بندگیم خوش کن تابندہ ترت گردم پروانۂ مطلق دہ تا گرد سرت گردم چوں مور کمر بستہ گرد شکرت گردم ور خاک شوم روزے ہم خاک درت گردم

جاں بر تو فدا کردن باید ز حسنؔ آموخت

[۱] نشیں

۴۸۰	ور تیغ زنی واللہ من ہم سپرت گردم	۵

آرزو ہاست کہ یک قصہ بدست تو دہم	شرح خونریزی آں نرگس مست تو دہم
جان پاک و دل صافی شدہ را گر گوئی	خدمتے دو دلب بادہ پرست تو دہم
واللہ ار تیر زنی بر جگرم ہر بارے	از جگر بر کشم و باز بدست تو دہم
گلہ نیست کہ کشتہ شدم از ناوک تو	کہ اگر زندہ شوم بوسہ لشست تو دہم

۴۸۱	اے حسن گر دل تو بشکند از لشکر غم عشق را مژدۂ نصرت ز شکست تو دہم	۷

نہ تو گفتۂ کہ روزے ز تو جوئے خوں برانم	چہ خوشست گر برانی من خستہ ہم برانم
چہ سخن بود کہ جاں را کنمت نثار مجلس	ببر چو تو عزیزے چہ بضاعتست جانم
بدو بوسہ با تو گفتم کہ مرا بہیچ بتاں	نشد اتفاق گوئی کہ بدیں بہا گرانم
غلیان گریۂ من گذر نفس گرفتہ	غم دل تمام گفتن چکنم نمی توانم
خردم تبو بخواند ہمہ زہد تو بہ من	بر وادآں حکایت مرواد از زبانم
بضمیر ہر کہ نبود ہوسِ پری جمالے	اگر او فرشتہ گردد منش آدمی نخوانم

۴۸۲	چو ہوائے عشق گیرد جہت سماع گیرم چو حدیث درد جنبد غزل حسن بخوانم	۷

زہدے کہ من نمودم گم گشت از وجودم	ساقی بیار بادہ کاں نیستم کہ بودم

۱ دو سہ بار ۲ خوانند ۳ پرہیم

عشقے کہ از فلانے میباختم بلا شد — تخمے کہ در خطر گہ میکاشتم درودم
بر ہر وفا کہ کردم بیداد ہا کشیدم — بر ہر دعا کہ گفتم دشنامہا شنیدم
حال دلم چہ پرسی در اشتیاق زلفت — جاں [1] سوختہ چو عودم سودائے بوے عودم
سوداست بختم اے جاں سرمایہ ہم زیاں شد — سودم ہمیں کہ عمرے سر بر در تو سودم
خط بر رخ تو گوئی کز سینہ پر آتش — شبہا کہ آہ کردم بر مہ رسید دودم

٤٨٣ — گفتی حسن زخوباں باز آیم اندک اندک
ہرگز تو باز نائی بسیارت آزمودم — ٧

حدیث اشتیاقت چوں نویسم — زہر چہ افزوں ترست افزوں نویسم
دلم آتش ہمی ریزد مژہ آب — نمیدانم کہ نامہ چوں نویسم
بوصف اشک خود از دیدہ تر — سخنہا چوں دُرِ مکنوں نویسم
اگر دانم کہ خواہد خواند یارے — چہ زاریہا کہ از مجنوں نویسم
درون خاطر خود جائے فرما — حدیثے از صفت بیروں نویسم
سیاہیہا ہمہ از چشم من ریخت — مگر ایں ماجرا از خوں نویسم

٤٨٤ — غزلہائے حسن بر تو چنانست
کہ سوئے ساحراں افسوں نویسم — ٦

چیست کہ یکبار نمی پرسیم — زیں غم و تیمار نمی پرسیم
یار ہمانست کہ پرسد زیار — چوں کشم [1] اے یار نمی پرسیم

[1] جاں ہم بسوخت چوں عود

مردن از اندوہ تو فرض منست
واللہ بسیار شکیب اندکست
یار خبر داشتی از آہ من

گرچہ تو از عار نمی پرسیم
زاندک و بسیار نمی پرسیم
آہ کہ چوں یار نمی پرسیم

۴۸۵

خوں حسن آب شد و ہم نگفت
کائے بت خونخوار نمی پرسیم

۷

باز دل دادم و دنبالۂ دلدار شدم
خرقہ از من بکشائید کہ زلف بت من
چہ غم گر خرد و صبر و دل از من ببرند
طعنہا میزدمے آہ گرفتاراں را
آسمان نیز زمین کوہ مرا خواند آمیں
دوش میکشت من غمزدہ را غمزۂ یار

محرم کعبہ بُدم محرم خمار شدم
شکلے انگیخت کہ پابستۂ زنار شدم
زانکہ من زیں ہمہ پیش از ہمہ بیزار شدم
تا خود آہے کہ گرفت ایں کہ گرفتار شدم
بارے ایں مرتبہ شد گرچہ گرانبار شدم
یار خوش می شد و من نیز بآں یار شدم

۴۸۶

چند ازیں گونہ سخنہائے حسن کردم گوش
از قبول سخنش قابلِ اسرار شدم

۹

ما گرچہ بدیم یا نکوئیم
اے خواجہ بگوئے ہرچہ خواہی
بالا تر ہر کہ ہست بنشیں
ہر چند کہ نیست در جگر آب

چہ نیک چہ بد از آں اوئیم
بر ما تو مگیر ہرچہ گوئیم
ما خود ز فرو تراں اوئیم
یکقطرہ ز جوئے کس بجوئیم

گر غرق کنند ماں بدریا — هم دست ازیں صفت نشوئیم
گر دوست ز دست رفت بارے — تا پائے همی رود بپوئیم
گل آمد و بوئے یار آورد — آں[1] یار کجا که گل ببوئیم
ایں رفتن ما چو گل بُدے کاش — تا باز چو گل رسد بروئیم

(۴۸۷) (۷)

چوں گل غمت اے حسن بصد تو[2]
گل داند و ما که در چه توئیم[3]

بنمائے رخت که فال گیریم — با وصل تو اتصال گیریم
ما ذره تو آفتاب مائی — از پرتو تو جمال گیریم
گر دیدن خود حرام داری — ما کشتن خود حلال گیریم
مرغانِ قفس فتادگانیم — از فرّ تو پرّ و بال گیریم
گر حبل متیں بدست ناید — فتراک ترا دوال گیریم
چوں خوش خواهیم روز خود را — از روئے خوش تو فال گیریم

(۴۸۸) (۹)

روزے که تو با حسن نشینی
آں روز هزار سال گیریم

اے باغ و بوستانم وے بوستانِ جانم — من جاں بر و فشانم کز تو دهد نشانم
نه صبر ماند نه دل از دوری تو آرے — در من چه صبر ماند چوں از تو دور مانم
برد آں همه خوشیها دوران روزگارم — تا عاقبت چه باشد تقدیر آسمانم

[1] تاباش بوئے او بوئیم [2] بو [3] بوئیم

چندانکہ دیدہ بودی پندار در سر من — امروز اگر بہ بینی پندار یم نہ آنم
از دفتر وصالت حرفے نماند وہ وہ — ایں غصہ باکہ گویم ایں قصہ باکہ رانم
از تو چگونہ پرسم آں وقت خوش کہ گر تو — حال دلم بپرسی من حال آں ندانم
خواہم کہ باز گویم احوال ناتوانی — از بیم آہ سوزاں آں ہم نمی توانم
روزے بہ ہمت دل جاں ہم کنم نثارت — گر فرصتے دہد دست از چرخ جاں ستانم

۴۸۹

وقتے خوش ست و خرم ہاں اے حریف ہمدم
نظم حسن بروں کش تا ایں غزل بخوانم

۸

ہر صبح بدیں بوئے بہ کوئے تو در آئیم — گر گیسوئے شبرنگ تو بوئے بربائیم
گیرم کشادِ سر گیسوت و لیکن — ترسیت دراں سر بخشد گر بکشائیم
ہر حکم کہ خواہی بسر ما ز قضا کن — ما ہم ہمہ بر بستۂ زنجیر قضائیم
ہر گہ کہ ہمی خوانی مستغرق شکریم — واندم کہ ہمی رانی مشغول دعائیم
امروز گروہے ہنر خویش نمودند — ما را ہنرے نیست چگونہ بنمائیم
گفتی چہ کنی آنکہ ہنر شاں ہمہ عیب است — گر عیب نہ فرمائی آں طائفہ مائیم

۴۹۰

یکبار بگفتار حسن داشتۂ گوش
ما ہم یکے از حلقہ بگوشاں شمائیم

۹

مے دہ کہ خمار دی نداریم — دورے دو سہ در قنینہ داریم
ترس ہمہ مردماں ز فرداست — ما ترس ز حکم دی نداریم

شاهاں همه رخت خاصه خواهند — ما قمشهٔ کمینه داریم
اے ابر مکن هوائے ژاله — ما خانه ز آبگینه داریم
والله که بباج می نیرزد — ایں جنس که در سفینه داریم
با ایں همه نیستی که دیری — از هستی غم دفینه داریم
اے خواجه بمعرفت چه نازی — ایں دُر نه ازاں خزینه داریم
گر خلوت تو درون کعبه است — ما عرش درون سینه داریم

۴۹۱ — هاں اے حسن از قرابهٔ خویش
مے ده که خمار دی نداریم — ۶

فراق روئے تو بسیار شد چه چاره کنم — مگر لباس حیاتے که هست پاره کنم
شبے که همچو مه از اوج حسن جلوه کنی — اگر رضا دهی از دور یک نظاره کنم
اگر وصال ترا حکم بر ستاره کنند — من از مژه همه آفاق پر ستاره کنم
گرفتم اینکه به بندم دهاں ز نالیدن — طپیدن دل بیچاره را چه چاره کنم
نمی توانم دل بر جدائی تو نهاد — مگر دلے چو دل تو ز سنگ خاره کنم

۴۹۲ — نیافته چو حسن بار بر درت یکبار
چه بو الفضولم کیں آرزو دو باره کنم — ۹

دل به دلبر عاقبت تسلیم کردم اے سلیم — تا بروں دادم علم از عالم امید و بیم
در کلاه همت درویش تا یک ترک هست — ترک جنت خوشترست و هرچه در جنت نعیم

یافتم الحمدللہ ہم بکوئے عشق دوست / آنچہ در الحمد میخواندم صراط المستقیم

در گلوئے قمریاں از شوق طوقے کردہ اند / تو ہماں خط بینی و عارف نوائے یا کریم

دوش سودائے دگر میدیدم اندر سیرِ[1] چمن / گُل فروشاں سیم می بردند و دلِ ریشاں نسیم

مایۂ من بیں کہ دست عشق تخمم می نہد / بر تراز دارالجناں بالاتر از نارالجحیم

آبِ خضر اندر دہن شربت چہ آری اے طبیب / آسماں زیرِ قدم طالع چہ بینی اے حکیم

وقت سعدی خوش کہ خوش بگفت بعد از ہرچہ گفت / وقت عذر آور دنست استغفراللہ العظیم

۴۹۳

زاں ندیمہا کہ میکردے پشیماں شد حسن
آرے آخر از پشیمانی بود حرفِ ندیم

۷

نیم من مرد دردِ او ولے برخویش می پوشم
بدستِ خویش چشم عقل دور اندیش می پوشم

ردائے عشق بر بالائے چوں مانا کساں ناید
من ایں معنی نکو دانم ولے برخویش می پوشم

بدو گفتم چرا ہرگز نخندی در حضورِ من
بگفتا سلک مروارید از درویش می پوشم

بتم از نوکِ[2] غمزہ بر دل من میزند نیشے
چو در دوشے[3] میرسم خوں می نمایم نیش می پوشم

نپرسیدم کہ تیرت از کدامیں کیش می آید
کہ من آں تیر می بوسم ولیکن کیش می پوشم

[1] ہر سرے [2] غمزہ تو [3] یارم می رسد

زہے غفلت کہ حال سینہ با خوباں نمیگویم
چہ درماں دردِ بدرا کز طبیباں ریشں می پوشم

۴۹۴

حسنؔ میگویم کز دشمناں پوشیدہ دار ایں سر
مگو از دشمناں کز دوستان خویشں می پوشم

۷

کجائی اے زتفایت بقائے جان و تنم
عذابِ تفرقۂ دوستاں کسے داند
دگر چہ داغ فراقم نہی بریں دل ریش
اگرچہ طعنۂ دشمن مرا بکشت اے دوست
زخاک من گل راحت بروں دمد تا حشر
حدیث سینۂ سوزانم اے بہشتی روے

بیا کہ بیش نماند احتمال جاں بہ تنم
کہ مبتلا بود اندر چنیں بلا کہ منم
مرا کہ سوختۂ روزگار خویشتنم
گماں مبر کہ بدیں طعنھا سپر فگنم
گر از رخِ تو گلابے زنند بر کفنم
مپرس کاتش دوزخ برآید از دہنم

۴۹۵

حسنؔ تو نام نہادے مرا بحسنِ وفا
تو گر دگر شدی اے دوست من ہماں حسنم

۷

سر سودائے آں دارم کہ روزے ترک سر گیرم
بپایش در فتم زیں رہ مراد خویش برگیرم
چو چشمش روزے از مستی بہ بیماری برآرم سر
چو زلفش یکشب از سودا پریشانی ز سر گیرم
چناں با عشق خو کردم دریں مدت کہ نتوانم

کہ تا من در جہاں باشم پے کارے دگر گیرم
کمر زو طرف می بندد برائے آنکہ زر دارد
من از رشک کمر روزے رہ کوہ و کمر گیرم
بت خورشید رو گر زر طمع دارد ز من تا من
ز رنگ چہرہ چوں خورشید عالم را بزر گیرم
دوائے عاشقی یا زور یا زر یا سفر باشد
مرا چوں زور و زر نبود مگر راہِ سفر گیرم

۴۹۶

حسن نظمے کہ من دارم اگر ہمچوں حسن روزے
حدیث لعل او گویم جہانے در گہر گیرم

۵

تا غمت یافتہ ام ہر نفسے شاد ترم
بندہ ہر وقت کہ آزاد شود شاد شود
ہمہ آباد نشیناں ز خرابی ترسند
چہ فرستی غم خود تا کند استاد مرا

تا کہ بندہ شدمت از ہمہ آزاد ترم
من بوقتے کہ ترا بندہ شوم شاد ترم
من خراب شدم و دمبدم آباد ترم
من دریں شیوہ عجب از ہمہ استاد ترم

۴۹

اے حسن گر تو ز عشق لب شیریں تباں
ہمچو فرہاد شدی من ز تو فرہاد ترم

۶

امروز من آں نیم کہ بودم
خوردم دو سہ جام آتش انگیز

کاشفتہ عشق شد وجودم
از دل بدماغ رفت دودم

در پائے حریف سر فشاندم	از فرق خرد کلہ ربودم
عشق آور دم بلائے من شد	نخجے کہ بکاشتم درودم
حالِ بدمن بتر شد از تو	اے شوخ نکوت آزمودم

۴۹۸	در بند حزن نمی فتادم گر پند حسنؔ ہمی شنودم	۷

توانم کہ پیوستہ روشستہ باشم	ولیکن زخونے کہ از دیدہ پاشم
غمِ دل بندست تسکین جانم	زرِ چہرہ کافیست وجہ معاشم
صلاحیت باطن ازمن مجوئید	اگر چند ظاہر بدیں شیوہ فاشم
تصرف چہ ورزم کہ نازک مزاجم	دکاں چوں کشایم کہ کاسد قماشم
عمل ناستودست خرقہ چہ پوشم	دروں ناستردست سر چوں تراشم
حسنؔ از ملامت دلم می خراشی	شبے در خروش آور دایں خراشم

۴۹۹	ہمی پرسیم خاطرے جمع داری تو خاطر براں دار تا جمع باشم	۷

توحسنؔ مطلع حسُنی من از ہوائے تو مستم
ورآفتاب بتانی من آفتاب پرستم
مرا بباغ چہ حاجت کنوں کہ روئے تو دیدم
مرا ز سرو چہ خیزد کنوں کہ باتو نشستم

ل فاسد ل کنج

من آں شکاری عشقم کہ از کمینگہ خلوت
چو چشم باز کشودم نظر بروئے تو بستم
رسید موج معشوق وہوشش رفت زعقلم
گذشت کوکبہ شاہ وقیصر ماند بدستم
خرد ز صحبت جانم قدم بر دل زد و گفتہ
تو دانی و غم جاناں من از مخاطرہ جستم
چہ پرسے از غم مجنوں ببیں کہ حالِ دگر شد
چہ پوشی آں لب میگوں ز من کہ توبہ شکستم

۵۰۰	حسن زدرد تو گوید کہ کارخانۂ تقویٰ اگر خراب شد از من بہ من مگیر کہ مستم	۵

خلق برامید مقصود ست من بارے نیم
ہریک از نوزادگانِ بوالبشیر بروحِ خاک
صبح خیزے جانِ بدروز از غمِ جاناں نداد
گر کسے ہمدست او شد تا بوسد آستینش

ور کسے از بخت خوشنود ست من بارے نیم
عاقبت بر حرف مقصود ست من بارے نیم
تا کرا آں روزِ مسعود ست من بارے نیم
آں گل سوریست یا عود ست من بارے نیم

۵۰۱	گفتیم دوشینہ ہمزانوے یار خود بدی آں تو بودی یا حسن بود ست من بارے نیم	۷

وہ ندانم تا بداں معشوق زیبا کے رسم
دل ز دستم شد بآں دلبند رعنا کے رسم

برلب شیرینش انگشتِ طمع کردم دراز
آنکه انگشتم دراز آمد بحلوا کے رسم

دلبرم بالائے بام وصل می خواند مرا
نردبان عمر کوتا هست بالا کے رسم

پایۂ وصلش بلند و پائے بختم آبلہ
اے عفا اللہ من بداں پایہ بدیں پا کے رسم

بارہا گفتم کنم چوں بخت آنجا مدخلے
وہم زحمت میدہد ورنہ من آنجا کے رسم

دوستاں گویند فردا بر درش خواہی رسید
ایں چنیں دردے کہ من دارم بفردا کے رسم

۵۰۲

ہر کسے راہے کہ می پوید بمنزل میرسد
چوں حسن من نیز جہدے میکنم تا کے رسم

۷

جاناں شبکے خود را در کوئے تو جا خواہم
وز جام لب لعلت یک جرعہ دوا خواہم

تو باغ ظریفانی ہم باغ ترا ہم نخل
دردم چو ز تو باشد پس از کہ دوا خواہم

خلقے ز در کعبہ خواہند مراد خود
اے کعبۂ وقت من من از کہ دوا خواہم

گر سلسلۂ زلفت بر دور چناں بندی
در پنج نماز خود دوزخ بدعا خواہم

ہر بار ہمے آئی شمشیر ہوا کردہ
آں کن کہ ترا باید من بندہ ہوا خواہم

چوں ہست بقائے من باقی بقائے تو
پس ہم تو بماں باقی خود را چہ بقا خواہم

۵۰۳

بیچارہ حسن گوید لطفے با مید تو
نظمش چو رواں کردی امید روا خواہم

۷

امشب فلک موافق من شد زمانہ ہم
چشمم ز روئے خوب تو افروخت خانہ ہم

خاص از برائے صید دل ما رسید باز
از زلف دام کردہ واز خال دانہ ہم

از بهر ضبط مملکت حسن ساختہ	از غمزه دور باشش وز گیسو نشانه هم
گفتم کناره گیر بگفتا بشرط آنک	از دل کناره گیری واز جاں کرانه هم
بگرفتم آں میانِ چو نیشکرش کنار	ایں ذوق داشتم شکرے زاں میانه هم
هاں اے حکیم طالع مسعود من ببیں	عیش مدام بل طرب جاودانه هم

(۵۰۴) احسنت اے حسن غزلے خوب ساختی
زهره[۱] نسازد ایں غزل وایں ترانه هم (۶)

از دست دل بجانم واز جور یار هم	صبر از درون سینه بروں شد قرار هم
دی یار کرده بود بمن روئے و بخت نیز	امروز بخت پشت بمن داد و یار هم
یک روز نیم شاد که بودم ز روزگار	آں روز از جهاں شد و آں روزگار هم
میخواستم بروں کشم از پائے خسته خار	سوزن دریں جراحت گم گشت و خار هم
جاناں یکے دو لعل شکربار بر کشائے	کیں دیده درفشاں شد و یاقوت بار هم

(۵۰۵) در دو غمے که داشت حسن در فراق تو
کز اشتیاق مردم واز انتظار هم (۶)

چه نسبت است ایں که من از شمع شکرلب دورم	شمع جاں می ندهد نور ز جاناں دورم
گر قصورے بود از ناز خوش او فردا	ز قصورم خوشئی باشد و نے از حورم
شوخ چشمانِ زبتاں گوشه گرفتم یکچند	گوشهٔ چشم تو نگذاشت بے مستورم
گرچه فرماں تو اینست که من نزدیکم	ورنه من از طرف خویش بغایت دورم

۱ زهره بسازد ایں غزل را ترانه هم

تاپریشاں سرزلف تو ام مجموعم		تاخراب لب میگوں تو ام معمورم

۵۰۶	از لب تو که حسن تر سخن از جرعهٔ اوست مست شد جملهٔ جہاں من چہ سبب مخمورم	۵

از نازکو یت میکند ہربار خوشش می آیدم
شوخی ز غیرے ناخوشست از یار خوشش می آیدم
گویند سوئے باغ کش ذوق مے و میوہ بچش
بے او بہشتم نیست خوش دیدار خوشش می آیدم
زندہ ز بے صبری خجل وز بیدلی پائے بگل
نہ صبری خواہم نہ دل دلدار خوشش می آیدم
آں روئے چوں خورشید و مہ محراب کردم چند گہ
اکنوں ازاں زلفِ سیہ زنار خوشش می آیدم

۵۰۷	بر عشق آں ماہ ختن اقرار کردم چوں حسن انکار چوں آید ز من ایں کارِ خوش می آیدم	۹

دوستاں ہیچ میرسید کہ چوں شد حالم راست چوں نائے کہ نالیدن او از دیدہ ست اے کماں کردہ ز ابروئے وکمیں کردہ زچشم روئے تو دیدہ دگر قرعہ نخواہم انداخت		برجوانے نظر افتاد بہ پیراں سالم من غم دیدہ ہم از دیدۂ خودمی نالم من چہ صیدم کہ چنیں داشتۂ دنبالم کہ بندست ہماں آیت رحمت فالم

دستے گر بر سر ایں بندہ فرومی ناری — پائے بگذار کہ بر چشم جہاں بیں مالم

منت سندس واستبراق فردوسم نہ — گرز گیسوت سلاسل بود و اغلالم

گراز زحمت خاصم بخرے ورنہ مرا — ہنرے نیست کہ آں عرض دہد لالم

باغبانا کجی و راستی من منگر — کہ برآنساں کہ ہمی پروریم می بالم

۵۰۸

حال خود خواستمت گفت حسن چوں دیدم
حال زارِ تو بسے زار ترست از حالم

۷

ماجگر خستگانِ مسکینیم — جز غمت مرہمے نمی بینیم

پاکبازان چاک دامانیم — خاک خسپاں خشت بالینیم

تو ہماں بادشاہ خودکامی — ما ہماں بندگانِ مسکینیم

باتو در کنج خانہ شادانیم — بے تو در بہشت باغ غمگینیم

باتو اے مدعی جدل نتواں — ہرچہ خواہی بگوے ما اینیم

خواہ مے نوش خواہ صومعہ شیں — ہرچہ دین تو ما براں دینیم

۵۰۹

چوں حسن میرویم در رہ عشق
سر ندادہ زپائے نہ نشینیم

۷

شبے آں چشم مست و آں لبِ خونخوار را دیدم
زگریہ چشم من ترشد پشیمانم چرا دیدم
مرا گفتند سوئے او مبیں دیدم بلا کردم

مرا گفتند گفت دل بکن کردم سزا دیدم
ثباتِ صبر می پنداشتم درخود غلط کردم
نشان دوستی میدیدم اندر وے خطا دیدم
سگِ کویش بشست آں خوں کہ چشمم ریخت بردامن
زمردم مردمی ناید زسگ بارے وفا دیدم
شب اندر موج خوں بودم خیالش دستگیرم شد
بحمداللہ دراں غرقاب روئے آشنا دیدم
ندید ایں چشم من جز در سرِ زلفِ بلا شورش
ازیں چشم بلا جوئیں ہمہ عمر ایں بلا دیدم

۵۱۰	حکیم ار پند خواہی گفت میگو ہر کرا خواہی ولیکن از حسنؔ بگذر کہ اورا مبتلا دیدم	۷

نہ دل بدید نہ دلبر نہ زر بدست نہ زورم	رہا کنید کہ بختے چو بخت خویش بشورم
چو مرد عشق زنخدانش بودہ ام مسکین	بچہ فگند در آخر دلالت دل کورم
نخواستم کہ دگر پے روم بمجلس مستاں	کمند گیسوئے ساقی کشید و برد بزورم
بزلف چوں حبش او ہزار چیں چو بدیدم	گہ از حبش گہے از چیں رسید غارت غورم
پری رخا تو سلیماں دستگاہ مرادی	بزیر پائے رعونت فرو ممال چو مورم
ز زلف خویش نسیمے بمن رساں کہ مردن	کہ آں فرشتۂ رحمت بست مونس گورم

حسنؔ چہ گفت کہ اے سر بجیب ناز کشیدہ	

لہ پریشاں ہیں

۷	بدامن کرم خود مرا بپوش کہ عورم	۵۱۱

ساقی گل و مل بیار باہم	باشد کہ کنی دلے فراہم
خرقہ فلگنم کہ راست ناید	ایں جامہ و جام بادہ باہم
ایں بادہ اگر صبوحیاں راست	دردہ کہ شبانہ ایم ماہم
مے دردہ و باز جائے خود شو	ما متہمیم و مبتلا ہم
گفتی کہ بکعبہ رو دعا کن	خود کعبہ ما توئی دعا ہم
خم خانہ بخاص و عام دادی	آخر قدحے بدیں گدا ہم

۷	ہر گہ کہ قدح دہی حسن را یک جرعہ کرم کنی مرا ہم	۵۱۲

بود گہے کہ سر گیسوئے تو باز کنم	برائے وصل تو از وے شبے دراز کنم
ہمہ حدیث بہشت است و آیت رحمت	بفال روئے تو ہر مصحفے کہ باز کنم
بموضعے کہ مرا قبلہ مشتبہ گردد	بجانب کہ توئی آں طرف نماز کنم
نماز کز جہت خود کنم ہمہ ہیچست	دعائے تست کہ آں از سر نیاز کنم
اگر ندیم کنندم بصحبت محمود	حکایتے کہ کنم اول از ایاز کنم
مسافرے کہ برو گردے از درت نبود	اگر ز کعبہ رسیدست در فراز کنم

۷	کنوں کہ در صفت عشقت علم شدم چو حسن رواست کز ہمہ عالم احتراز کنم	۵۱۳

دلم بردی و منت می پذیرم
وگر گوئی بمیر اندر غم من
شبت خوش باد اے مرغ سحر خیز
طبیب آں بہ کہ از در باز گردد
بیادت روز و شب مستم تو گوئی
گہے زخم زباں گہ تیر غمزہ

اگر سر خواہی از سر دست گیرم
عجب باشد گر از شادی نمیرم
کہ من در دام بد مہرے اسیرم
چو بیند درد نادرماں پذیرم
شراب دوستی بود ست شیرم
نگارا من چہ مرد تیغ و تیرم

۵۱۴

زکاتِ حسن خود دادی حسن را
گر او مسکینست بارے من فقیرم

۱۱

خہ خہ اے ماہ روے کبک خرم
آہوئے دام جستہ را مانی
لقب خود اگر نہ گوئی تو
مہ توئی در میانۂ خوباں
برلب جام اگر نہی لب خویش
بدہ آں جام نیم خوردہ خود
باتو بادہ حلال میگیرند
گفتیم حال ابتلائے تو چیست
عشق در عہد تو قوی حال است
ہمہ درخواب خوش بیارامند

بسلام آمدی ز دار سلام
پاکشاں از دو زلف مشکیں دام
ماہ و خورشید را اگیرد نام
آسمانت بود کنارہ بام
جاں چکد جائے قطرہ از لب جام
تا بگیرم نصیب عمر تمام
عمر بے تو باتفاق حرام
ایں بلائیست دور از انجام
صبر آوارہ عقل دشمن کام
من مسکیں نہ خواب و نہ آرام

۵۱۵	ہیچ شب در غمت نخفت حسن "عجبا للمحب کیف ینام"	۵

از در دنیا چہ دم زنم کہ ندارم
خلق بجشت امید تخم تمنا
نقد مراد اندر آستین حیاتست
شاد نشستہ شما بدانچہ کہ دارید

از بہت دل چہ جاں کنم کہ ندارم
میفگنند من چہ افگنم کہ ندارم
خیرہ چہ گیرند دامنم کہ ندارم
شاد تراز ہر ہمہ منم کہ ندارم

۵۱۶	دزد چہ گردد بگرد من کہ حسن وار شب ہمہ شب نعرہ میزنم کہ ندارم	۷

رخت راجز مہ روشن نگویم
اگر رنگ قبایت بینم از دور
نگویم با خرد احوال عشقت
مثل گر خود رود سر در سر تیغ
حدیثت در جہاں پوشیدہ دارم
مرا گوئی بگو مقصود تو چیست

برت را جز گل و سوسن نگویم
سخن از بوئے پیراہن نگویم
حدیث دوست با دشمن نگویم
ز سیر تو سر سوزن نگویم
صفات کعبہ در گلخن نگویم
مگر ہم خود بدانی من نگویم

۵۱۷	اگر در وصف حسن تو نباشند غزلہائے حسن احسن نگویم	۷

در جفا چہ کشائی چو در وفائے تو باشم

رہ بلا چہ نمائی چو مبتلائے تو باشم